گناہانِ کبیرہ ۲

شہید محراب آیۃ اللہ حاج سید عبدالحسین دستغیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گناہانِ کبیرہ

جلد دوئم

تالیف

شہید محراب آیۃ اللہ العظمیٰ سید عبدالحسین دستغیب (رح)

مترجم

سید محمد علی الحسینی بلتستانی
مدیر جامعۃ الزہراء
سی ۳۲ رضویہ سوسائٹی - کراچی - پاکستان -

ناشر
حسن علی بکڈپو
کھارادر - کراچی

نام کتاب ________ گناہانِ کبیرہ جلد دوم

مولف ________ آیت اللہ سید عبد الحسین دستغیب

مترجم ________ سید محمد علی الحسینی بلتستانی

خوشنویس ________ سید رفیع الحسن نقوی امروہوی

تصیحح ________ سید محمد علی الحسینی بلتستانی

طبع اول ________ یکم جولائی ۱۹۹۰ء

طبع دوم ________ یکم جون ۱۹۹۱ء

تعداد اشاعت ________ ایک ہزار

مطبع ________ عباسی لیتھو آرٹ پریس

ہدیہ ________ ۵۰ روپے

بِسمہٖ تعالےٰ

وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنۡفُسِکُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ تَجِدُوۡہُ عِنۡدَ اللّٰہِ

اور جو نیک عمل اپنی ذات کے لئے (اپنی زندگی میں) آگے بھیجو گے اس کو (قیامت کے دن) خدا کے ہاں بہتر اور صلہ میں بزرگ تر پاؤ گے۔

اس وعدۂ الٰہی کی روشنی میں زیرِ نظر کتاب (گناہانِ کبیرہ) نہایت اخلاص اور عقیدت کے ساتھ منجیٔ عالم بشریت یادگار نبوت و امامت ہادیٔ برحق حضرت حجتہ بن الحسن العسکری عجل اللہ تعالےٰ فرجہ الشریف کی خدمتِ اقدس میں ہدیہ کرتا ہوں۔

تاکہ آپ کے وسیلۂ شفاعت سے میری یہ ناچیز سعی قبولِ بارگاہ الٰہی ہو، نیز منتظرینِ امامِ زمانہؑ کے لئے ذریعۂ ہدایت اور اس حقیر سراپا تقصیر اور والدین کے واسطے اور تمام افرادِ خاندان کے لئے موجبِ باقیات الصالحات خَیۡرٌ عِنۡدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَخَیۡرٌ عَمَلًا کا مصداق قرار پائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّآلِہِ الطَّاہِرِیۡنَ

صلوٰت اللہ علیہم اجمعین

العبد الاحقر

سید محمد علی الحسینی بلتستانی

آیت اللہ دستغیب کی مختصر سوانح عمری

شہید آیت اللہ دستغیب ایک پاکیزہ گھرانے کے پاکیزہ قلب انسان تھے۔ آپ نے آٹھ سو سالہ قدیم بزرگ علمی گھرانے دستغیب میں ۱۲۸۵ھ شمسی میں آنکھ کھولی۔

گھر کے مذہبی ماحول اور اسلام و روحانیت سے قدرتی لگاؤ کی بناء پر ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد آپ نے مزید تعلیم کے لئے نجفِ اشرف کا رُخ کیا۔

وہاں آپ نے جوارِ حضرت مولیٰ الموحدین امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام (عراق) میں بزرگ اساتذۂ کرام اور آیات عظام کے حضور زانوئے ادب تہہ کیا، اس کے بعد اس وقت کے بزرگ مراجع کرام سے اجازہ اجتہاد حاصل کر کے شیراز واپس لوٹ آئے۔

شیراز میں آپ نے جامع مسجد عتیق کی جو کہ نہایت بوسیدہ حالت میں تھی لاکھوں تومان خرچ کر کے تعمیرِ نو کرائی، اور پھر وہاں درسِ تفسیر و اخلاق کا سلسلہ شروع کیا۔ لہٰذا آپ کی متواتر کوششوں کے سبب شیراز کے حوزہ علمیہ نے درسِ فقہ و اصول اور اخلاقیات میں ممتاز حیثیت اختیار کرلی، ظالم شاہ کی بے دین حکومت سے مسلسل مبارزہ کی بناء پر آپ متعدد بار گرفتار ہوئے اور آپ کو گھر میں بھی نظر بند رکھا گیا۔ انقلابِ اسلامی کی کامیابی کے بعد آپ مجلسِ خبرگان کے رکن منتخب ہوئے اور اہلِ شیراز کی درخواست پر آپ کو امام خمینی کے نمائندہ اور امامِ جمعہ شیراز کے منصب پر فائز کیا گیا، شہید دستغیبؒ نے متعدد

علمی آثار چھوڑے ہیں جن میں شرحِ حاشیہ کفایہ، رسائل و مکاسب، گناہانِ کبیرہ، قلبِ سلیم، صلوٰۃ الخاشعین، معاد، توبہ، زندگانی حضرت زہرا و زینب کبریٰ، استعاذہ اور ہزار سوال کے علاوہ درجنوں اخلاقی فقہی اور تفسیر کی کتب شامل ہیں، الغرض آپ اخلاق و محبت، خلوص و مروت اور زہد و تقویٰ کے مکمل علمی نمونہ تھے ۲۰ آذر ماہ سن ۱۳۶۰ ہجری شمسی کو عین اس وقت جب کہ آپ جمعہ کے طاغوت شکن اجتماع میں نماز کی اقتدا کرنے کی غرض سے اللہ کے گھر کی جانب تشریف لے جا رہے تھے۔ عالمی استکبار کے ایجنٹوں (منافقین) کے ہاتھوں بم کے دھماکے میں شہید ہو گئے۔

لَقَدْ عَاشَ سَعِيْداً وَمَاتَ شَهِيْداً

حقیر

سید محمد علی الحسینی بلتستانی

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوانات

صفحہ نمبر	عنوانات

آٹھواں گناہ: یتیم کا مال کھانا

صفحہ نمبر	عنوانات

صفحہ نمبر	عنوانات
۱۲۲	زناکاروں کی بدبو سے اہلِ محشر کو اذیت پہنچے گی
۱۲۳	زنا اور اچانک موت
۱۲۴	نسل سے بے خبری
۱۲۴	پاک دامن عورت سے زنا
۱۲۵	تمام پہلوؤں پر اسلام کی نظر
۱۳۳	عاقلانہ اقدامات
۱۳۳	۱: قرآن میں پردے کا حکم
۱۳۶	۲: نامحرم کو دیکھنا
۱۳۶	شیطان کا زہر آلود تیر
۱۳۶	اعضاء کا زنا
۱۳۷	ابلیس کے ساتھ آگ کی زنجیروں میں
۱۳۹	۳: نامحرم کے ساتھ تنہائی
۱۴۰	۴: سخت سزا
۱۴۳	زنا، جب شرعاً ثابت ہو
۱۴۳	دو قابلِ ذکر نکات

عنوانات	صفحہ نمبر
گیارہواں گناہ: لواط	۱۵۳
لواط کفر ہے	۱۵۵
موت کے وقت پتھر کا عذاب	۱۵۶
ظالموں پر قومِ لوط کا عذاب	۱۵۶
ایک غلام جس نے اپنے آقا کو قتل کر دیا	۱۵۷
لواطت کرنے والا، قومِ لوط کے ساتھ محشور ہوگا	۱۵۸
لواط فحّاشی ہے	۱۵۸
نو عمر لڑکے پر نظرِ شہوت	۱۶۰
شہوت سے بوسہ اور آگ کی لگام	۱۶۰
دو مرد یا دو عورت کا ایک ساتھ سونا	۱۶۲
لواط کی سزا	۱۶۳
لواط کی سزا قتل کیوں؟	۱۶۵
توبہ کرنے والے کو آگ نہیں جلاسکتی	۱۶۸
ایک قابلِ توجّہ نکتہ	۱۷۰
لواطت کروانے والے کی ماں، بہن اور بیٹی کا حکم	۱۷۱

صفحہ نمبر	عنوانات

بارہواں گناہ : قذف

عنوانات	صفحہ نمبر

تیرہواں گناہ : شراب خوری

ابن بکیر سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام کو ایک شخص کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ سود کا مال کھاتا ہے اور سود کے مال کو ماں کے دودھ کی طرح کی حلال اور مرغوب قرار دیتا ہے۔ (بَلَغَ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ ؑ عَنْ رَجُلٍ اَنَّهٗ كَانَ يَاْكُلُ الرِّبٰوا وَيُسَمِّيْهِ اللِّبَاءَ فَقَالَ لَئِنْ اَمْكَنَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْهُ لَاَضْرِبَنَّ عُنُقَهٗ (کافی) یعنی امام نے فرمایا "اگر اللہ تعالٰے مجھے اس شخص پر قابو دے دے تو میں ضرور اس کی گردن اڑا دوں!"

ظاہر ہے سود کو حرام سمجھنا ضروریاتِ دین میں ہے اور جو شخص ضروریاتِ دین میں سے کسی کا انکار کرے اور کہے کہ سود حرام نہیں ہے وہ مرتد ہو جاتا ہے اور شرعی لحاظ سے مرتد واجب القتل ہے۔

قرآن میں سود کی مذمّت

سماعہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس بات کا سبب پوچھا کہ خداوندِ عالم نے کئی مقامات پر سود کے حرام ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا (قَالَ) لِئَلَّا يَمْتَنِعَ النَّاسُ مِنِ اصْطِنَاعِ الْمَعْرُوْفِ (وسائل الشیعہ) "تاکہ لوگ نیکی اور خیرات کے کام (مثلاً قرض دینے) کو ترک نہ کریں"۔

امام باقر علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ (عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ قَالَ) اَخْبَثُ الْمَكَاسِبِ كَسْبُ الرِّبٰوا یعنی "خبیث ترین اور بدترین معاملہ سود کا معاملہ ہے!" وسائل الشیعہ۔

دین ہاتھ سے نکل جاتا ہے

یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰو وَیُرۡبِی الصَّدَقَاتِ زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے اس قرآنی جملے کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا (جس کے معنی ہیں خدا سود کے مال کو کم اور بے برکت بنا دیتا ہے جب کہ صدقات کو پروان چڑھاتا ہے۔ زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا" میں تو دیکھتا ہوں کہ سود کھانے والے شخص کا مال بڑھتا رہتا ہے؟" فَقَالَ اَیُّ مَحۡقٍ اَمۡحَقُ مِنۡ دِرۡھَمِ رِبًا یَمۡحَقُ الدِّیۡنَ وَاِنۡ تَابَ مِنۡہُ ذَھَبَ مَالُہٗ وَافۡتَقَرَ (وسائل الشیعہ) امام نے فرمایا" اس سے زیادہ کبھی اور کیا کمی ہوگی کہ سود کے ایک درہم کے عوض اس کا دین رخصت ہوجاتا ہے اگر دنیا میں اپنے گناہ سے توبہ کرلے تو اس کا مال نابود ہوجاتا ہے اور وہ تنگ دست ہوجاتا ہے!"

سود خور کا شکم آگ سے پُر ہوگا

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے (عَنِ النَّبِیِّ) مَنۡ اَکَلَ الرِّبَا مَلَأَ اللّٰہُ بَطۡنَہٗ نَارًا بِقَدۡرِ مَا اَکَلَ مِنۡہُ فَاِنۡ کَسَبَ مِنۡہُ مَالًا لَمۡ یَقۡبَلِ اللّٰہُ مِنۡ عَمَلِہٖ وَلَمۡ یَزَلۡ فِیۡ لَعۡنَۃِ اللّٰہِ وَالۡمَلٰٓئِکَۃِ مَادَامَ عِنۡدَہٗ مِنۡہُ قِیۡرَاطٌ (مستدرک الوسائل) جو شخص سود کھائے گا خدا اس کے شکم کو اسی مقدار میں آگ سے بھردے گا جس مقدار سے اس نے سود کھایا ہو، اور اگر اس نے سود کے مال سے مزید کچھ کمایا ہو تو خدا اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا اور اس وقت تک خدا اور فرشتوں کی لعنت

اس پر ہوتی رہے گی جب تک اس کے پاس ایک قیراط (رتی بھر) بھی سود کا مال باقی ہو"

سود کھانے والے کو برزخ میں عذاب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ لَمَّا اُسْرِیَ بِیْ اِلَی السَّمَآءِ رَأَیْتُ اَقْوَامًا یُرِیْدُ اَحَدُھُمْ اَنْ یَّقُوْمَ وَلَا یَقْدِرُ عَلَیْہِ لِعِظَمِ بَطْنِہٖ شبِ معراج میں نے کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا جن میں سے ہر شخص کھڑا ہونا چاہتا تھا مگر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کے پیٹ بہت بڑے بڑے تھے۔ فَقُلْتُ مَنْ ھٰؤُلَاءِ یَا جِبْرَئِیْلُ؟ میں نے پوچھا "یہ کون لوگ ہیں اے جبرئیل؟" قَالَ ھٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْمَسِّ جبرئیلؑ نے کہا: "یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھایا کرتے تھے۔ اب یہ بس اسی طرح کھڑے ہو سکتے ہیں جس طرح وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے چھو کر شیطان نے مخبوط الحواس بنا دیا ہو"

وَاِذَا ھُمْ بِسَبِیْلِ اٰلِ فِرْعَوْنَ یُعْرَضُوْنَ عَلَی النَّارِ غُدُوًّا وَّعَشِیًّا یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا مَتٰی تَقُوْمُ السَّاعَۃُ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ "میں نے دیکھا کہ پھر وہ لوگ اس راہ پر لگا دیئے گئے جس پر فرعون کے ماننے والے لوگ موجود تھے۔ ان کو صبح و شام جہنم کے قریب فرعونیوں کی طرح لے جایا جاتا ہے اور آگ کی شدت دیکھ کر وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ اے خدا پھر قیامت کب ہوگی؟" (ظاہر ہے

کہ جس آگ کے قریب انہیں لے جایا جاتا ہے وہ برزخ کی آگ ہے۔)

سود خور آلِ فرعون کے قدموں تلے

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب وہ فرعونیوں کو دیکھتے تھے تو ان سے دور بھاگنے کے لئے اٹھنا چاہتے تھے لیکن اپنے بڑے بڑے پیٹوں کی وجہ سے بھاگ نہیں سکتے تھے اور گر پڑتے تھے۔ فرعون کی قوم کے افراد (قرآن کی اصطلاح میں آلِ فرعون) کو انھیں کچلتے ہوئے آگے بڑھ جاتے تھے۔

پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ اِذَا ظَهَرَ الزِّنَا وَالرِّبَا فِي قَرْيَةٍ اُذِنَ فِي هَلَاكِهَا (مستدرک الوسائل) "جب کسی بستی میں زنا اور ربا (سود) بہت عام ہو جاتے ہیں تو اس بستی کے رہنے والوں کو ہلاک کر دینے کی اجازت فرشتوں کو مل جاتی ہے!" اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ اِذَا اَكَلَتْ اُمَّتِي الرِّبَا كَانَتِ الزَّلْزَلَةُ وَالْخَسْفُ (مستدرک الوسائل) "جب میری اُمّت کے لوگ سود خور ہو جائیں گے تو زلزلے اور زمین پھٹ جانے کے واقعات بہت ہوں گے!"

سود زنا سے بدتر ہے

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے اَلرِّبَا سَبْعُوْنَ جُزْءًا اَيْسَرُهَا مِثْلُ اَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ فِي بَيْتِ اللّٰهِ الْحَرَامِ (وسائل الشیعہ ابوابِ تجارت،

بات نمبر۱، صفحہ ۵۹۸) " ایک شخص اپنی ماں سے خانۂ خدا میں زنا کرے، یہ کام سود کھانے سے ستّر گنا ہلکا ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السّلام کا ارشاد ہے دِرْهَمٌ رِبًا اَشَدُّ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ ثَلٰثِيْنَ زِنْيَةً كُلُّهَا بِذَاتِ مَحْرَمٍ مِثْلِ عَمَّةٍ وَخَالَةٍ (وسائل الشّیعہ، ابوابِ تجارت، باب نمبر۱، صفحہ ۵۹۸) خدا کے نزدیک سود کا ایک درہم لینا تیس۳۰ مرتبہ محرم عورتوں مثلاً پھوپھی اور خالہ سے زنا کرنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے! (اس سے پہلے ایک روایت گذر چکی ہے جس میں ستّر مرتبہ کی بات ہے) ایک اور روایت میں محرم عورتوں سے بیس۲۰ مرتبہ زنا کو ایک درہم سود لینے سے ہلکا قرار دیا گیا ہے۔ (وسائل الشّیعہ)

تعداد کا یہ فرق زمانے، جگہ، حالات اور اشخاص کے لحاظ سے ہے۔ آج کی دنیا میں بھی سود کا رواج اتنا بڑھ گیا ہے کہ اقتصاد تباہ ہو کر رہ گیا ہے اور دنیا کو اس کا نقصان بھگتنا پڑ رہا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ترقی کے لئے سود بہت ضروری ہے۔ یا تو یہ بات صحیح ہے یا غلط ہے اگر صحیح ہوتی تو اسلام سود کو حرام قرار نہ دیتا۔ یقیناً اقتصادی ترقی کے لئے سود لازمی نہیں ہے۔ یہ بات سب پر واضح ہے کہ آج دنیا میں دو بڑے اقتصادی نظریے موجود ہیں جن کی بنیاد سود پر نہیں ہے۔ اسلام اور کمیونزم کی بنیاد سود پر نہیں ہے جب کہ سرمایہ دارانہ نظام (امپیریالزم) کی بنیاد سود پر ہے۔ اسلام اور کمیونزم کے نظریات میں بھی اتنا زیادہ فرق ہے کہ ایک طرف کمیونسٹ طاقتیں اپنے اقتصادی نظام کو عملی جامہ پہنانے کی بھرپور کوشش کر رہی ہیں

اس کے باوجود ابھی راستے میں ہیں۔ جب کہ اسلام کی طاقت ابھی منظم نہیں ہے اس کے باوجود اسلام کا اقتصادی نظام جہاں جہاں رائج ہے وہاں تیزی سے ترقی ہو رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب اسلام اپنی باقاعدہ حکومت کا آغاز کرتا ہے تو پہلی ہی فرصت میں اقتصادی نظام سود سے پاک رکھ کر پیش کرتا ہے۔ اقتصادی ضروریات اسلام کو اتنا عاجز نہیں بنا دیتیں کہ وہ مجبوراً سود کا قانون بھی منظور کرے کمیونسٹ طاقتوں کا اقتصادی نظام سود سے مربوط نہیں ہے، اور اس کے باوجود ناکام نہیں جارہا۔ پس سود اقتصاد کے لئے کوئی ضروری چیز نہیں ہے۔ ہاں کچھ خود غرض، کنجوس اور لالچی سرمایہ داروں کے لئے ضروری ہے جو پوری دنیا کے غریبوں کا خون چوسنا چاہتے ہیں اور ان کو مزید غریب بنا کر اپنے سرمایوں میں مزید اضافہ چاہتے ہیں۔ جو پوری دنیا کے غیر سرمایہ دار لوگوں کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں۔ ہم سرمایہ دار دنیا کی منطق بخوبی سمجھتے ہیں۔ (ماخوذ از کتاب "اسلام و تابسامانیھائی روشنفکران" بقلم سید قطب)

سود پر قرض

سود پر قرض یہ ہے کہ ایک آدمی اپنا مال دوسرے کو بطور قرض دے اور یہ شرط لگائے کہ ایک مدت کے بعد وہ اس قرض کے مال سے زیادہ واپس کر دے گا خواہ وہ زیادتی اسی جنس سے ہو مثلاً آدمی دس تومان دے اور شرط رکھے کہ گیارہ تومان واپس لے گا یا دس من چاول اُدھار دے دے اور شرط رکھے کہ اس

کے عوض میں گیارہ من چاول واپس لے گا۔

خواہ وہ زیادتی کام کے لحاظ سے ہو مثلاً دس تومان بطور قرض دے اور شرط رکھے کہ دوسرا آدمی دس تومان بھی واپس کرے گا اور ایک جوڑا لباس کا بھی دھودے گا۔

اسی طرح کوئی اور فائدہ قرض کے مال کے علاوہ قرض دینے والا شخص اٹھالے تو وہ بھی سود اور حرام ہے۔ مثلاً ایک ہزار تومان قرض دے اور یہ شرط لگائے کہ ایک ہزار تومان واپس لے گا مگر ایک سال تک کرایہ دیئے بغیر مقروض کے گھر میں بھی رہے گا۔

چیز کی خوبی اور خامی کے اعتبار سے بھی سود ہو جاتا ہے۔ مثلاً آدمی پانچ تولے سونا ڈلوں کی شکل میں دے دے اور لینے والے سے چاہے کہ وہ مفت میں اس کے عوض اس کا کوئی زیور بنا کے دیدے۔

یقیناً یہ تمام قسم کے معاملات سود اور حرام ہیں قرض دیتے وقت خواہ آدمی جبھی شرط لگائے یا پہلے سے شرط لگالے اور اسی بنیاد پر قرض دے، ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

چند اہم نکات

۱: جس طرح سود لینا حرام ہے اسی طرح سود دینا بھی حرام ہے۔ اصل سود کا معاملہ ہی حرام اور باطل ہے۔ پس سود پر قرض لینے والا شخص قرض کے مال

کا حق دار نہیں بن جاتا بلکہ وہ قرض دینے والے ہی کا رہتا ہے۔ اگر اس کے باوجود سود پر قرض لینے والے نے اس قرض کو استعمال کیا اور کچھ منافع کمایا تو اس منافع کا اصل مالک قرض دینے والا شخص ہوتا ہے۔ مثلاً اگر سود پر کچھ گندم لے لے اور اسے کھیت میں بودے تو گندم کی جو فصل اُگے گی اس کا مالک سود پر گندم دینے والا شخص ہوگا۔ ہاں البتہ سود پر قرض لینے والے کو معلوم ہو کہ ایسا قرض دینے والا شخص اپنے مال پر اس کے تصرف سے راضی ہے تو سود دینے والے شخص کے منافع کو استعمال کرنا جائز ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ہم کو معلوم ہو کہ زید اس بات پر راضی ہے کہ ہم اس کی چیز استعمال کر لیں تو وہ چیز ہماری تو نہیں ہو جاتی مگر اس کا استعمال ہمارے لئے جائز ہو جاتا ہے۔

۲: اگر انسان کسی تاجر کو کچھ رقم دے تاکہ کسی دوسرے شہر میں وہ تاجر اسے کچھ کم کر کے رقم لوٹا دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ مثلاً شیراز میں تاجر کو ایک ہزار تومان دے تاکہ وہ تہران میں اسے نو سو نوے تومان واپس کردے تو یہ جائز ہے۔ اس معاملے کو "صرف برأت" کہتے ہیں۔ اس لئے کہ یہاں سود نہیں ہے آدمی زیادہ دے کر کم لے رہا ہے۔ جب کہ سود یہ ہے کہ آدمی کم دے کر زیادہ طلب کرے۔ پس اگر وہ نو سو نوے تومان شیراز میں دے کر تہران میں ایک ہزار تومان طلب کرلے تو یہ سود اور حرام ہے۔

۳: اگر قرض دیتے وقت سود یا زیادتی کی کوئی بات نہیں ہوئی ہو لیکن قرض لینے والا آدمی احسان مندی کے لحاظ سے اپنی مرضی سے کچھ زیادہ لینا چاہے تو یہ

حرام نہیں ہے۔ بلکہ مستحب ہے۔ مستحب ہے کہ آدمی قرض معیّن وقت یا قرض خواہ کے طلب کرنے سے پہلے ادا کر دے۔ اسی طرح مستحب ہے کہ قرض لینے والا شخص جب قرض لوٹائے تو اس کے ساتھ کوئی اور چیز تحفے کی نیّت سے دے دے۔ البتہ تحفے کی نیت ہونی چاہیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سود سمجھا جائے۔ دوسری طرف خود قرض خواہ کے لئے مستحب ہے کہ قرض واپس لیتے وقت اس کے ساتھ جو چیز یا رقم تحفے میں ملی ہے اسے اصل قرض کی رقم میں حساب کرے اور باقی لوٹانے کی کوشش کرے۔

سودی معاملہ

معاملہ کوئی بھی ہو اگر اس میں مندرجہ ذیل دو چیزوں میں سے کوئی بھی پائی جائی ہو تو وہ سود کا معاملہ ہو جاتا ہے اور باطل اور حرام ہو جاتا ہے۔

۱: جو چیز لی جا رہی ہو اور جو چیز دی جا رہی ہو وہ دونوں ایک ہی جنس سے ہوں اور ایک کم ہو تو دوسری زیادہ۔ مثلاً چاول لئے جا رہے ہیں مگر یا تو وزن میں ان میں سے کوئی زیادہ ہے یا کوالٹی اور معیار کے اعتبار سے کوئی بہتر ہے اور وزن میں بھی برابر ہے تو یہ سود ہے۔

۲: ایک ہی پیمانہ یا وزن کا نظام استعمال کیا گیا ہو۔ مثلاً ایک کلوگرام گھی کی جگہ ڈیڑھ کلوگرام گھی واپس لیا گیا ہو۔ یا ایک میٹر کپڑے کی جگہ ڈیڑھ میٹر کپڑا واپس لیا گیا ہو۔ پس اگر دیتے وقت معاملہ کلوگرام میں ہو لیکن لیتے وقت اسی وزن کا مال سیر یا پاؤنڈ کے حساب سے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح جو چیز میٹر کے

حساب سے ملی ہے، اسی لمبائی کی چیز اگر فٹ اور گز کے حساب سے واپس کی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور معاملہ صحیح ہے۔

سود کے اعتبار سے فرق نہیں ہے کہ آدمی ایک من گندم دے کر ڈیڑھ من گندم واپس لے، یا ایک من دے کر ایک من گندم اور ایک سیر چاول واپس لے۔ ایسا معاملہ بھی سود اور حرام ہے۔

ایک سال کے لئے اسی طرح اگر ایک آدمی دوسرے کو ایک من گندم دے اور دوسرا آدمی پہلے والے آدمی کو دو ماہ کے لئے ایک من گندم دے تو یہ بھی سود ہے۔ اس لئے کہ مدت کی بھی کچھ اہمیت ہوتی ہے۔

تین نکتے

۱: سود کے معاملے میں جو اور گندم ایک ہی چیز شمار ہوتے ہیں۔ پس اگر آدمی ایک من گندم دے کر ڈیڑھ من جو واپس لے تو یہ سود اور حرام ہے۔

اسی طرح ہر جنس کی اصل اس کی فرع کے ساتھ ایک ہی شمار ہوتی ہے مثلاً دودھ اور دہی، یہ دونوں سود کے لحاظ سے ایک ہی چیز شمار ہوتے ہیں۔ پس اگر آدمی ایک کلو دہی دے کر ڈیڑھ کلو دودھ لے تو یہ بھی سود اور حرام ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر آدمی ایک کلو انگور کا سرکہ دے کر تین کلو انگور واپس لے یا ایک کلو شکر دے کر دس کلو گنا واپس لے تو یہ بھی سود اور حرام ہو جائے گا۔

۲: اگر آدمی ایک من گندم اور ایک رومال دے کر ڈیڑھ من گندم واپس

عنوانات	صفحہ نمبر

لے تو یہ سود اور حرام نہیں ہے۔ ایک من گندم ایک من گندم کے بدلے شمار ہو جائے گا، اور وہ ایک رومال باقی آدھا من گندم کے بدلے شمار ہو جائے گا۔ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ آدمی ایک من گندم اور ایک رومال کے عوض ایک من گندم اور کوئی بھی ایک چیز لے لے۔ مثلاً رومال یا صابن لے لے۔ ایسی صورت میں بھی آدمی سود سے بچا رہے گا۔

اگر آدمی پہلی مرتبہ اپنا ایک من گندم دو تومان میں بیچے اور اس کے بعد دوسرے کا ڈیڑھ من گندم دو تومان میں خریدے تو یہ سود اور حرام نہیں ہوگا۔ یہ دو الگ الگ معاملے کہلائیں گے۔ اسی طرح بھی آدمی سود سے بچ سکتا ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ زید ایک من گندم خالد کو بیچے اور خالد اپنا آدھا من گندم زید کو تحفے کے طور پر دے دے، یہ بھی جائز ہے اور سود نہیں ہے۔

وہ مقامات جہاں سود لینا دینا جائز ہے

چار قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کے درمیان سود کا لین دین جائز ہے۔

۱: باپ اور بیٹا۔ باپ بیٹے میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ سود کا معاملہ کر سکتا ہے۔ لیکن ماں اور بیٹے کے درمیان سود کا معاملہ حرام ثابت ہے۔

۲: میاں بیوی۔ میاں بیوی آپس میں سود کا معاملہ کر سکتے ہیں۔ مثلاً سو روپے دے کر ڈیڑھ سو روپے لے سکتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔

۳: کافر حربی ایسا کافر جو مسلمان اور شرعی حکومت میں نہ ہو) کے ساتھ مسلمان سود کا معاملہ کر سکتا ہے البتہ زیادہ لے سکتا ہے مگر کافر حربی کو زیادہ دینا

جائز نہیں ہے، اور جہاں تک کافرِ ذمّی کا تعلق ہے یعنی وہ کافر جو شرعی حکومت کی پناہ میں ہو اس سے سود کا معاملہ کرنا حرام ہے۔ سود لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی حرام ہے۔
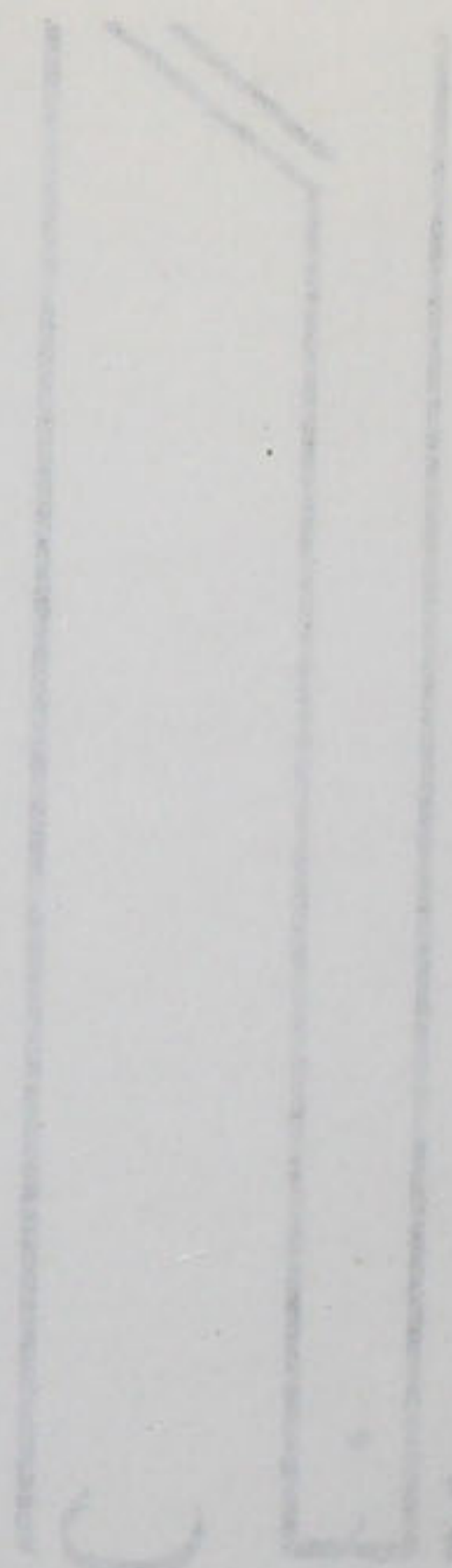
دسواں گناہ

زنا

But I wish he had first defined زنا.

دسواں گناہ : زنا

گناہانِ کبیرہ میں سے دسواں گناہ جس کے بارے میں نصِّ معصومؑ ہے وہ زنا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق، حضرت امام موسیٰ کاظم، حضرت امام علی رضا اور حضرت امام محمد تقی علیہم السّلام نے اس کے گناہ کبیرہ ہونے کی وضاحت فرمائی ہے اور سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۶۸ تا ۶۹ سے استدلال فرمایا ہے۔ اس آیت میں پروردگارِ عالم کا ارشاد ہے: وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا۔ یُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا" (خدا کے نیک بندوں کی صفات یہ ہیں کہ) وہ لوگ خدا کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پرستش نہیں کرتے (یعنی مشرک نہیں ہیں)۔ اور اس نفس (جان) جس کے مارنے کو خدا نے حرام قرار دیا ہے اسے قتل نہیں کرتے ہیں، اور زنا نہیں کرتے ہیں، اور جو شخص ایسا کرے گا وہ اپنے گناہ کی سزا

بھگتے گا۔ قیامت کے دن اس کے لئے عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گا۔"

اثام اور غیّ کے معنی

کتاب "منہج الصادقین" میں ہے کہ اس آیت میں "اثاماً" سے مراد دوزخ کی ایک وادی ہے۔ دوزخ کی اسی وادی میں زنا کاروں کو سزا دی جائے گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "اثاماً" سے مراد دوزخیوں کی شرمگاہوں سے بہنے والا خون اور پیپ کی مانند سیال مادّہ ہے۔

بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ اس آیتِ "اثام" اور دوسری آیت فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا (سورۂ مریم ۱۹: آیت ۵۹) "عنقریب ہی یہ لوگ (اپنی) گمراہی (کے خمیازے) سے جا ملیں گے" میں "غیّ" سے مراد جہنّم کے دو کنوئیں ہیں۔ جہنّم کے یہ کنوئیں اتنے زیادہ ہولناک اور گہرے ہیں کہ اگر کوئی پتّھر اس میں پھینکا جائے تو وہ ستّر سال بعد تہہ تک پہنچے گا!

سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِیْلًا (سورۂ بنی اسرائیل ۱۷: آیت ۳۲) "اور تم زنا کے قریب بھی نہ جانا کیوں کہ بے شک وہ بڑی بے حیائی کا کام ہے اور بہت بُرا طریقہ ہے۔"

زنا اس لئے بُرا طریقہ ہے کہ اسی کے نتیجے میں نسب ثابت نہیں ہوتا! اس کی وجہ سے اچانک فتنہ و فساد پیدا ہو جاتا ہے! اس سے پیدا ہو جانے والے کے لئے

میراث نہیں ہوا کرتی! اس سے پیدا ہونے کی صورت میں باپ اور بیٹے کے جو حقوق ہوتے ہیں وہ ثابت نہیں ہوا کرتے!

شہوت پوری کرنے کا بدترین راستہ

کتاب "بلاھای اجتماعی" میں اس آیت کی شرح میں یوں لکھا ہے کہ:

زنا کے قریب ہرگز نہیں جانا چاہیئے کیوں کہ یہ ایک انتہائی پست کام ہے۔ یہ بہت ہی گھناؤنا کام ہے اور گمراہ کر دینے والا راستہ ہے۔

قرآنِ مجید نے زنا کی جو شدید ترین مذمت کی ہے شاید وہ یہی جملہ "وَسَاءَ سَبِيلًا" ہے یعنی "اور یہ (زنا) بدترین طریقہ ہے" (سورۂ بنی اسرائیل ۱۷: آیت نمبر ۳۲) کیوں کہ یہ جملہ اسلام کے بنیادی نکتۂ نظر کو واضح کر دیتا ہے کہ وہ فحاشی اور بے حیائی کے کاموں کا کتنا سخت مخالف ہے۔ یہ جملہ یہ بتا دیتا ہے کہ زنا ایک قبیح عمل ہے جنسی شہوت پوری کرنے کا خطرناک راستہ ہے۔

جب کوئی معاشرہ اس خطرناک راستے پر چلنے لگتا ہے اور زنا کے ذریعے اپنی خواہشات کو پوری کرنے لگتا ہے تو وہ تباہی کے ہولناک موڑ پر پہنچ جاتا ہے۔ پروردگارِ عالم نے انسانی نسل کی بقاء کے لئے جنسی شہوت کو رکھا ہے اور اس نے مرد اور عورت میں انس و محبت کے جذبات ودیعت فرمائے ہیں۔ یہی جذبات اگر ایک محدود اور معین حدود میں رہیں تو اس سے نسلِ انسانی بھی باقی رہتی ہے اور گھروں کا سکون بھی برقرار رہتا ہے۔ اس طرح پورا معاشرہ امن کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ یہ یاد رکھنا

چاہیے کہ زنا نہ صرف یہ کہ نسل کو خراب کر دیتا ہے بلکہ اس کے نتیجے میں معاشرہ خوفناک کھائی میں گر جاتا ہے جس میں لاکھوں جنسی مریض ہوتے ہیں اور ان پر کروڑوں ڈالر علاج کے لئے بجٹ رکھا جاتا ہے اور اس میں لاکھوں لاوارث بچے نظر آتے ہیں۔

(بلاھای اجتماعی صفحہ ۱۴۳)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۱ پر یوں لکھا ہے کہ فحاشی کے بڑھ جانے اور ناجائز تعلقات قائم ہونے کی وجہ سے ہزاروں طرح کے نقصانات دیکھنے میں آرہے ہیں۔ ایسی تباہی اور ایسی پریشانی جس کی نظیر بلاشک وشبہ بیسویں صدی میں نہیں ملتی۔

آج کل انسان ہزاروں زحمتیں اٹھا کر معمولی معمولی سی چیزوں اور ذروں کی توانائی سے فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے۔ آخر وہ خداوندِ عالم کی دی ہوئی صلاحیت اور شہوت ولذّت کو فحاشی اور زنا جیسے بدترین کاموں میں کیوں تباہ کر رہا ہے! حیرت کی بات ہے کہ ایک طرف تو وہ اپنے اعضاء و جوارح سے فائدہ اٹھا کر ترقی کرنا چاہتا ہے تو دوسری طرف ایسے کام کرتا ہے جو زنا اور فحاشی کی صورت میں اسے تباہی کے گھاٹ اتار دیتے ہیں!

آج کل سائنس نے بڑی ترقی کرلی ہے۔ ایٹم کی قوت سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ علمِ طب نے بھی بڑی حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ ہزاروں مُفکرین ریسرچ میں مشغول ہیں اور بہت سی بیماریوں کا علاج دریافت کیا جا رہا ہے۔ اس تحقیق پر کروڑوں ڈالر خرچ ہو رہے ہیں۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اس طبّی تحقیق کے مقابلے میں ہر سال جنسی مریضوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ لاکھوں کی

ان کی تعداد بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔ اس کے نتیجے میں ہر ملک میں لاکھوں افراد اس تعداد میں لوگ اس کی وجہ سے جنسی بیماریوں میں مبتلا ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اور بیماری میں مبتلا ہوکر ہسپتالوں میں داخل ہورہے ہیں! ان کی زندگیاں تباہ ہوچکی ہیں! یہ لوگ مفلوج اور اپاہج کی طرح ہوکر رہ گئے ہیں اور معاشرے پر بوجھ بن گئے ہیں۔

ہر ملک اپنی اقتصادی ترقی کیلئے نئے نئے پروگرام بناتا ہے لیکن چند لمحوں کی لذت اور جنسی شہوت کو پورا کرنے کے نتیجے میں اور تھوڑی دیر کے لئے ناجائز جنسی تعلقات قائم کرنے کی وجہ سے کئی ملین (ایک ملین دس لاکھ کا ہوتا ہے) لاوارث بچے پیدا ہورہے ہیں۔ یہ لاوارث بچے مملکت کی اقتصادی ترقی میں مشکلات پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اور ابھی مملکت ان بچوں کی پرورش کا انتظام بھی نہیں کرپاتی کہ پھر کئی ملین اور ایسے ہی بچے وجود میں آجاتے ہیں۔ یہ لاوارث بچے صحیح تربیت نہ ملنے کی وجہ سے بھیانک جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں اور یہ حکومت کی انتظامیہ اور عدلیہ کے لئے ہمیشہ خوف وہراس کا سبب بنے رہتے ہیں۔

یہ متضاد اور پریشان کن صورتِ حال فحاشی اور جنسی انحراف کے پھیل جانے کی وجہ سے ہے۔ ہم ان تباہیوں اور نقصانات کے چند نمونے آپ کی خدمت میں پیش کررہے ہیں جو جدید تہذیب کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکا ہیں۔

برطانیہ کی دائرۃ المعارف جلد ۲۳ کے صفحہ ۴۵ پر ہے کہ تحقیقات کیمطابق امریکہ میں نوے ۹۰ فیصد لوگ جنسی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ امریکہ کے سرکاری ہسپتالوں میں علاج کرانے والوں کی تعداد تین لاکھ ساٹھ ہزار ہے۔ امریکہ کے

عنوانات	صفحہ نمبر
شرابی کو اپنی بیٹی مت دو	۲۴۵
شرابی کا بائیکاٹ	۲۴۷
مُسکرات کے خلاف جہاد	۲۴۷
چودہواں گناہ : جوا	۲۵۳
مَیْسِرُ اور اَزْلاَمُ سے کیا مراد ہے؟	۲۵۵
جوا اور شراب باہمی عداوت کا سبب	۲۵۶
عیّاشی اور فحّاشی کا سبب	۲۵۷
ذکرِ خدا سے دوری	۲۵۹
۱: لہو ولعب کے آلات اور شرط لگانا	۲۶۰
۲: بغیر شرط کے آلاتِ لہو ولعب سے کھیلنا	۲۶۳
۳: جوئے کے آلات کے علاوہ دیگر آلات سے شرط لگا کر کھیلنا	۲۶۵
گھڑ دوڑ اور تیر اندازی	۲۶۵
بغیر شرط کے کھیل	۲۶۷
پندرہواں گناہ : موسیقی	۲۷۳
ساز بجانا	۲۷۳

ہسپتالوں میں سے چھ سو پچاس ہسپتال صرف جنسی بیماریوں کے علاج معالجے کے لئے مخصوص ہیں۔ مذکورہ بالا تعداد سے ڈیڑھ گنا زیادہ لوگ اپنے فیملی ڈاکٹر سے علاج کرواتے ہیں۔

کتاب "قوانینِ جنسی" کے صفحہ تین سو چار پر ہے کہ امریکہ میں ہر سال تیس سے چالیس ہزار بچے، وراثت میں جنسی بیماری حاصل کرنے کی وجہ سے مر جاتے ہیں اور اس بیماری سے جو جانیں ضائع ہوتی ہیں ان کی شرح (ٹی بی کی بیماری کے علاوہ) دوسری تمام بیماریوں میں مرنے والوں سے زیادہ ہے۔

اخبار "کیہان" کے شمارہ نمبر ۵۳۵۶ کچھ یوں لکھتا ہے: "ڈاکٹر مولن زرجو جنوبی لندن میں لوگوں کا علاج کرتا تھا وہ اپنے مقالے میں لکھتا ہے کہ لندن میں ہر سال پچاس ہزار ناجائز بچوں کے حمل ساقط کروائے جاتے ہیں اور جو بچے پیدا ہوتے ہیں ان میں بیس میں سے ایک بچہ ناجائز ہوا کرتا ہے"

اخبار "اطلاعات" کے شمارہ نمبر ۱۴۱۴ میں ہے "۱۹۵۷ء میں ناجائز بچوں کی تعداد امریکہ میں ۲۰۱۷۰۰ تھی۔ اور گزشتہ بیس سال میں پانچ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اسی سال ان ماؤں کی تعداد جو بغیر قانونی شادی کے حاملہ ہوئیں تھیں، ۴۰۰۰ ۲۴ تھی اور حیرت کی بات یہ ہے کہ ان عورتوں میں اکثریت اٹھارہ سال سے کم تھی۔ پیرس میں ۴۲۵۱۵ بچوں میں سے ۴۱۴۵ بچے غیر قانونی ہوتے ہیں اور سوئیڈن میں ہر سال ۱۰۰۰ ۷ ناجائز بچے پیدا ہوتے ہیں۔

زنا کے دنیا و آخرت میں اثرات

امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں: لِلزَّانِی سِتُّ خِصَالٍ ثَلَاثٌ فِی الدُّنْیَا وَثَلَاثٌ فِی الْاٰخِرَۃِ اَمَّا الَّتِیْ فِی الدُّنْیَا فَیَذْھَبُ بِنُوْرِ الْوَجْہِ وَیُوْرِثُ الْفَقْرَ وَیُعَجِّلُ الْفَنَاءَ "زنا کے چھ قسم کے اثرات ہیں۔ تین دنیا میں اور تین آخرت میں وہ تین اثرات جو دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں ان میں سے پہلا اثر یہ ہے کہ زانی کے چہرے کا نور ختم ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تیسری چیز یہ کہ اس کی موت قریب آجاتی ہے!" وَاَمَّا الَّتِیْ فِی الْاٰخِرَۃِ فَسَخَطُ الرَّبِّ وَسُوْءُ الْحِسَابِ وَالْخُلُوْدُ فِی النَّارِ (فروع کافی باب زنا) "وہ تین اثرات جو آخرت میں ظاہر ہوتے ہیں اُن میں سے پہلا اثر یہ ہے کہ پروردگارِ عالم کا غضب اس پر نازل ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کا حساب سختی سے لیا جائے گا۔ تیسرا یہ کہ ہمیشہ جہنّم کی آگ میں جلتا رہے گا۔"

زناکار عالمِ برزخ میں

پانچویں امام علیہ السّلام کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص بھی مسلمان، یہودی، نصرانی یا مجوسی عورت سے زنا کرے گا خواہ وہ عورت آزاد ہو یا کنیز اس پر اصرار کرتے ہوئے، توبہ کئے بغیر اس دنیا سے اُٹھ جائے گا۔ تو پروردگارِ عالم تین سو عذاب کے دروازے اس کی قبر میں کھول دیتا ہے! اور ہر دروازے سے کئی سانپ، بچھو اور اژدہے

Notice - the punishment - is mentioned for Man. No mention for Woman's punishment here!

آگ سے نکل آئیں گے اور اسے قیامت تک جلاتے اور تکلیفیں پہنچاتے رہیں گے!

روزِ محشر اور زانی

امام محمد باقر علیہ السّلام مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ "زنا کرنے والا روزِ محشر جب اپنی قبر سے اُٹھے گا تو اس کا انتہائی بُرا حال ہوگا!" آپؑ فرماتے ہیں کہ: فَاِذَا بُعِثَ مِنْ قَبْرِہٖ تَاَذَّی النَّاسُ مِنْ نَتْنِ رِیْحِہٖ فَیُعْرَفُ بِذٰلِكَ وَبِمَا کَانَ یَعْمَلُ فِیْ دَارِ الدُّنْیَا " جب زانی اپنی قبر سے اُٹھے گا تو اس کے جسم کی بدبو سے اہلِ محشر کو اذیت پہنچے گی۔ اس سے اہلِ محشر سمجھ لیں گے کہ یہ دُنیا میں کیا کیا کرتا تھا"۔ حَتّٰی یُؤْمَرُ بِہٖ اِلَی النَّارِ اَلَا وَاِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ الْحَرَامَ وَحَدَّ الْحُدُوْدَ فَمَا اَحَدٌ اَغْیَرُ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَمِنْ غَیْرَتِہٖ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ " یہاں تک کہ پروردگارِ عالم حکم دے گا کہ اسے آگ میں ڈال دو" پھر امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ "یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ نے حرام چیزوں کو خود اپنی طرف سے حرام قرار دیا ہے اور اس نے زندگی گزارنے کے قواعد و ضوابط معیّن فرمائے ہیں۔ کوئی شخص بھی خدا سے زیادہ غیرتمند نہیں ہے! یہ اسی کی غیرت ہی ہے کہ اس نے فحاشی کو حرام قرار دیا ہے"۔

زناکاروں کی بدبو سے اہلِ محشر کو اذیت پہنچے گی

حضرت علی علیہ السّلام فرماتے ہیں: اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ اَھَبَّ اللّٰہُ رِیْحًا مُنْتِنَۃً یَتَاَذّٰی بِھَا اَھْلُ الْجَمْعِ حَتّٰی اِذَا ھَبَّتْ تُمْسِكُ بِاَنْفَاسِ

النَّاسِ " روزِ قیامت خداوندِ عالم کے حکم سے ایسی گندی بدبو پھیل جائے گی جس سے اہلِ
محشر کو اذیّت پہنچے گی۔ یہاں تک کہ جب وہ پھیلے گی تو اس عالم میں اہلِ محشر کا سانس
لینا مشکل ہو جائے گا! نَادَاهُمْ مُنَادٍ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاهٰذِهِ الرِّيْحُ الَّتِيْ قَدْ آذَتْكُمْ؟
" ایسے میں ایک منادی ندا دے گا: اے اہلِ محشر کیا تم سمجھ رہے ہو کہ یہ بدبودار ہوا جو
تمھیں اذیت پہنچارہی ہے کیسی ہے؟
فَيَقُوْلُوْنَ لَا، وَقَدْ آذَتْنَا وَبَلَغَتْ بِنَا كُلَّ مَبْلَغٍ" اہل محشر جواب دیں گے:
ہمیں نہیں معلوم! البتہ اس بدبو نے ہمیں سخت پریشان کر رکھا ہے!"
پھر حضرتؑ نے جواب میں فرمایا: هٰذِهِ رِيْحُ فُرُوْجِ الزُّنَاةِ الَّذِيْنَ لَقُوْا
اللّٰهَ بِالزِّنَا ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَالْعَنُوْهُمْ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَلَا يَبْقٰى فِي الْمَوْقِفِ اَحَدٌ إِلَّا
قَالَ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الزُّنَاةَ (وسائل الشیعہ) "یہ ان زناکاروں کی شرمگاہوں کی بدبو
ہے جنھوں نے زنا کیا تھا اور اس کی توبہ نہیں کی تھی۔ اے لوگو! خدا ان پر لعنت بھیجتا
ہے، تم بھی ان پر لعنت بھیجو۔ پس محشر میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جو یہ نہ
کہتا ہو کہ پروردگارا تو ان زناکاروں پر لعنت (غضب) بھیج!"

زنا اور اچانک موت

رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں: اِذَا كَثُرَ الزِّنَا مِنْ
بَعْدِيْ كَثُرَ مَوْتُ الْفُجَاءَةِ (وسائل الشیعہ) "جب میرے بعد کثرت سے زنا ہونے
لگے گا تو ناگہانی اموات بھی کثرت سے ہوں گی!"

نیز آپؐ فرماتے ہیں کہ: اَلزِّنَا یُوْرِثُ الْفَقْرَ وَیَدَعُ الدِّیَارَ بَلَاقِعَ "زنا فقر و فاقہ کا موجب ہے اور اس سے آبادیاں ویران ہوجاتی ہیں!"

نسل سے بے خبری

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے مکتوب میں ہے کہ: حَرَّمَ اللّٰہُ الزِّنَا لِمَا فِیْہِ مِنَ الْفَسَادِ مِنْ قَتْلِ النَّفْسِ وَ ذِھَابِ الْاَنْسَابِ وَتَرْکِ التَّرْبِیَۃِ لِلْاَطْفَالِ وَفَسَادِ الْمَوَارِیْثِ "خداوند عالم نے زنا کو اس لئے حرام قرار دیا ہے کہ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں مثلاً بے گناہ جان کا قتل، حسب و نسب کا ثابت نہ ہونا، بچوں کی عدمِ تربیت اور میراث کا عدمِ ثبوت"

پاک دامن عورتوں سے زنا

ویسے تو شریعتِ مقدسہ میں زنا کی سزا سو کوڑے ہے لیکن اگر پاک دامن شوہر دار عورت سے زنا کیا جائے تو اس کی سزا بہت بڑھ جاتی ہے! اور زنائے محصنہ (زنائے محصنہ سے مُراد یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ امکانِ جماع رکھتے ہوئے زنا کرے اسی طرح بیوی شوہر رکھتے ہوئے زنا کرے۔) کی سزا سنگسار اور موت ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں: ثَلَاثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ مِنْھُمُ الْمَرْأَۃُ تُوْطِیُٔ فِرَاشَ زَوْجِھَا "تین ایسے گروہ ہیں جن سے پروردگارِ عالم قیامت کے دن بات تک

نہیں کرے گا! اور ان کا تزکیہ نہیں فرمائے گا۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے اثر ے تین گروہوں میں سے ایک گروہ ان عورتوں کا ہو گا جو اپنے شوہر کے ہوتے ہوئے کسی اور سے زنا کرے۔"

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں: مَنْ فَجَرَ بِامْرَأَةٍ وَلَهَا بَعْلٌ اِنْفَجَرَ مِنْ فَرْجِهِمَا مِنْ صَدِيْدِ جَهَنَّمَ وَادٍ مَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ يَتَأَذّٰى اَهْلُ النَّارِ مِنْ نَتْنِ رِيْحِهِمَا وَكَانَتْ مِنْ اَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا "جو شخص شوہر دار عورت سے زنا کرے تو مرد اور عورت دونوں کی شرمگاہ سے ایسی بدبو اٹھے گی جو پانچ سو سال کی مسافت تک پہنچے گی! اس بدبو سے اہلِ جہنّم کو سخت اذیّت ہو گی، اور ایسے زناکاروں پر شدید ترین عذاب ہو گا!"

تمام پہلوؤں پر اسلام کی نظر

کتاب "برہانِ قرآن" میں اس موضوع پر یوں لکھا ہے "اسلام میں زنا کی سزا کافی سوچ سمجھ کر، انسان کی جنسی خواہش اور اس کے سرکش جذبات کا خیال رکھتے ہوئے رکھی گئی ہے اور اس جنسی شہوت کو پورا کرنے کے لئے اور اس جذبے کی تسکین کے لئے آسان طریقے وضع کئے ہیں۔ اپنے ماننے والوں کو آغازِ جوانی ہی میں شادی کرنے کا حکم دیا ہے اور اسے بہتر قرار دیا ہے۔ شادی کی تاکید کرتے ہوئے رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں: "نکاح کرنا میری سنت ہے اور جو شخص بھی میری اس سنت سے روگردانی کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے شادی کے قواعد وضوابط کو آسان بنا دیا ہے۔ حکومتِ اسلامی اس بات کی پابند ہے کہ اگر کوئی شخص شادی نہ کر سکے تو بیت المال سے اس کی مدد کی جائے۔ اس طرح معاشرہ اور ماحول شہوت پرستی اور ہوس بازی سے پاک و پاکیزہ ہو جائے گا۔ اسلام میں جوانی کی سرکشی اور جوانی کے جذبات کو لگام دینے کے لئے بہت سے اقدامات کئے ہیں۔ مثلاً ایک طرف ان پڑھ لوگوں کی تعلیم کا خیال رکھا ہے۔ غریبوں اور بے سہارا لوگوں کی مدد کا حکم دیا ہے۔ لوگوں کے پست معیارِ زندگی کو بہتر کرنے کی کوششیں کی ہیں تو دوسری طرف انسانی جذبات کو معتدل رکھنے کے لئے روزے واجب کئے نمازیں فرض کیں اور مستحب نماز، روزوں اور اعتکاف کا حکم دیا ہے۔ یہ احکامات اس لئے دیئے گئے ہیں تاکہ اس کے شہوانی جذبات کم ہو جائیں، وہ شیطانی خیالات سے محفوظ رہے اور خدا کے بارے میں غور و فکر کرے۔ ان احکامات کی مدد سے گناہوں سے بچا جا سکتا ہے، اور اس راستے پر چل کر اپنے نفس کی حفاظت کی جا سکتی ہے اور جذبات پر قابو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ان تمام اقدامات کے ساتھ ساتھ اسلام نے گنہگار کو سزا دینے میں عجلت سے کام نہیں لیا ہے۔ سزا کا حکم اس لئے ہے کہ معاشرے کا نظام گناہ کرنے کی وجہ سے درہم برہم نہ ہو۔ حد اس وقت جاری کی جاتی ہے جب گناہ کرنے والا بے حیائی اور بے شرمی کے ساتھ چار عادل گواہوں کی موجودگی میں کسی کی آبروریزی کرے اور جانوروں کی طرح اپنی جنسی خواہش کو پورا کرے۔ اسلام زنا کی سزا اس وقت دیتا ہے جب یہ چار عادل گواہ پورے یقین کے ساتھ گواہی دیں کہ ہم نے بالکل واضح طور

This is very important

It can be seen in fact how tolerant Islam is

پر اس عمل کو دیکھا ہے۔ اسلام زنا کار کو اس وقت سزا دیتا ہے جب وہ معاشرے کی عزّت سے کھیل جائے!

حیرت کی بات یہ ہے کہ اس مرحلے پر بھی ایسے مجرم کے ساتھ اسلام رعایت اور نرمی کا حکم دیتا ہے اور گنہگار کے حالات اور اس کی مجبوریوں کا خیال رکھتے ہوئے اُسے سزا دیتا ہے۔ جب زنا کرنے والا غیر شادی شدہ ہو تو زنا کے ثابت ہونے پر اسے سَو کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ سنگسار کرنے کا حکم ایسے زانی کے لئے ہے جس کی بیوی موجود ہو اور وہ بلا ضرورت صرف اپنی عیّاشی اور ہوس رانی کی وجہ سے اس بھیانک عمل کا ارتکاب کرے۔

یہاں پر یہ نکتہ قابلِ ذکر ہے جس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ آج کل ہمارے زمانے میں اقتصادی اور اخلاقی صورتِ حال کچھ ایسی ہے کہ جس کی وجہ سے ہمارے نوجوان نہ صرف یہ کہ شادی کرنے سے فرار اختیار کر رہے ہیں بلکہ فحاشی کی طرف مائل ہونے پر مجبور ہیں۔

یہ بات درست ہے کہ آج ہمارے نوجوان اقتصادی مشکلات اور اخلاقی مسائل کا شکار ہیں۔ لیکن آخر ان مشکلات کے کیا اسباب ہیں؟ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ اسلامی قوانین وضوابط کا خیال نہیں رکھا گیا اور انہیں نافذ نہیں کیا گیا اگر یہ قوانین نافذ ہوتے تو ہم ان مشکلات اور پریشانیوں سے محفوظ رہتے اگر اسلامی حکومت ہوتی تو شہوت اور ہوس بازی پیدا کرنے والے امور کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرتی، اور شادی کرنے کے وسائل مہیا کرتی اور لوگوں کے ضروریاتِ زندگی

مہیا کرنے کی کوشش کرتی۔ نوجوانوں کو جو کسی بھی حکومت میں مستقبل کی اُمید ہوتے ہیں، اس خوفناک کھائی میں گرنے سے بچاتی۔

اسلامی قانون کی حکمرانی میں، فحش فلمیں، بے حیائی پھیلانے والی نشریات، بے غیرتی اور جنسی شہوت کو اُبھارنے والی ثقافت، شراب خانے اور نائٹ کلب وغیرہ کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اسلامی قانون کی رو سے ہر وہ کام جس سے فسق و فجور پھیلنے میں مدد ملے منع ہے۔ اسلامی نظام میں نوجوانوں کو مختلف مسائل پیدا کرکے غیر شادی شدہ رہنے پر مجبور نہیں کیا جاتا بلکہ ایک ایسا ماحول اور معاشرہ وجود میں آجاتا ہے جس میں لوگ متقی اور پاک دامن رہ کر زندگی گزار سکیں۔ اسلام فقط لوگوں کو سزا دینے کے لئے نہیں ہے اس کے قوانین تو معاشرے کو پاک اور پاکیزہ بنانے کے لئے ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلامی قانون کے مطابق زنا کرنے والے کی حالت اور اس کی مجبوری کو دیکھا جاتا ہے اور اس کے بعد اسے سزا دی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے زنا میں مرتکب ہونے والوں کی سات اقسام کے گروہ بنائے گئے ہیں اور ان کی سزا بیان کی گئی ہے۔

۱ــــ سنگسار کرنا۔

۲ــــ سنگسار اور کوڑے، دونوں سزائیں۔

۳ــــ سنّو کوڑے اور سر منڈھوا کر شہر بدر کر دینا۔

۴ــــ پچاس کوڑے۔ ۵ــــ پچھتر کوڑے

۶ــــ ضِغث یعنی چند مرتبہ کوڑا ہاتھ میں اٹھا کر ایک مرتبہ لگانا۔

۷ــــ حدِ زنا اور تعزیر دونوں۔

یہاں ہم محترم پڑھنے والوں کی مزید معلومات اُن اصول وقواعد اور شرائط کو فقہ اور احادیث کی روشنی میں بیان کر رہے ہیں۔

۱ ـــــ زنا ثابت ہونے کے لئے چار عادل مردوں یا تین عادل مردوں اور دو عادل عورتوں، یا دو عادل مردوں اور چار عادل عورتوں کی گواہی کی ضرورت ہے اور جب دو عادل مرد اور چار عادل عورتیں گواہی دیں تو جب زنا کرنے والا مرد بیوی رکھتا ہو، اسی طرح زنا کرنے والی عورت شوہر دار ہو تو انہیں سنگسار کرنے کی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ صرف کوڑے لگائے جائیں گے۔

۲ ـــــ زنا کی گواہی دینے والے ایک ہی جگہ پر زنا کے واقع ہونیکی گواہی دیں۔

۳ ـــــ زنا کی گواہی دینے والے ایک ہی وقت میں زنا کے واقع ہونیکی گواہی دیں۔

۴ ـــــ گواہی دینے والے ایک ہی نشست میں گواہی دیں۔

۵ ـــــ جب کبھی چار عادل دوسرے کسی چار عادل کی گواہی کو نقل کریں تو یہ کافی نہیں ہے۔

۶ ـــــ جب کبھی چار عادل کسی عورت کیساتھ زنا واقع ہونے کی گواہی دیں لیکن وہ اسے نہ پہچانتے ہوں تو ان کی گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ عورت اس مرد کی بیوی ہو اور گواہی دینے والے اسے نہ پہچانتے ہوں۔

۷ ـــــ جب کبھی چار گواہی دینے والوں میں سے تین گواہی دیں لیکن چوتھا گواہی دینے سے اجتناب کرے یا اس کا بیان باقی تین گواہی دینے والوں سے مختلف ہوں تو ایسی صورت میں گواہی دینے والے تین افراد کو قذف (یعنی کسی پر زنا

عنوانات	صفحہ نمبر

کا بہتان لگائے) کی سزا دی جائے گی۔

۸ ـــــ جب زنا کرنے والا تین مرتبہ اپنے گناہ کا اعتراف کرے لیکن چوتھی مرتبہ اعتراف نہ کرے تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ حد جاری کرنے کے لئے ضروری ہے کہ چوتھی مرتبہ بھی اعتراف کرے۔

۹ ـــــ جب زنا کرنے والا ایک ہی نشست میں چار مرتبہ اپنے گناہ کا اعتراف کرے تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ حد جاری کرنے کے لئے ضروری ہے کہ چار نشستوں میں چار مرتبہ اپنے گناہ کا اعتراف کرے۔

۱۰ ـــــ قاضی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ملزم کو زنا کا اعتراف کرنے کی حوصلہ افزائی کرے اور اسے جملے مکمل کرنے میں مدد دے بلکہ قاضی کو چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے عام لوگوں کی عفّت و طہارت اور شرم و حیاء کا لحاظ کرتے ہوئے ادر انہیں گناہ کرنے کی جرأت سے روکنے کے لئے جہاں تک ہو سکے اس بات کی کوشش کرے کہ زنا ثابت نہ ہو۔ قاضی کو چاہیئے ملزم کو اس قسم کی باتیں بتائے کہ وہ شک و شبہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خود کو بچالے۔ قاضی کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ملزم کو گناہ سے انکار کرنے کی تلقین کرے۔

۱۱ ـــــ جب شادی شدہ مرد چار مرتبہ اعتراف کرنے کے بعد انکار کر دے تو اسے سنگسار کرنے کی سزا نہیں دی جائے گی اور اس کی سزاء میں تخفیف کر دی جائے گی۔

۱۲ ـــــ ایسا نومسلم جو زنا کی شرعی سزاء سے واقف نہ ہو اسے سزا نہیں

دی جائے گی۔

۱۳ــــــ ایسا غیر شادی شدہ شخص جو بیمار ہو اگر زنا کرے تو حاکمِ شرع کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ لکڑی کے تنکے والی جھاڑو یا کھجور کے درخت کی شاخ سے مارے اور ان کو کوڑا شمار کرے اور خرمے کی شاخ اور جھاڑو میں جتنی لکڑیاں ہوں ہر ایک کو ایک کوڑا شمار کرے۔

۱۴ــــــ کوڑے اس طرح مارے جائیں کہ بدن کا گوشت اس سے متاثر نہ ہو۔ سزا اس وقت دی جائے جب مجرم بالغ و عاقل ہو اور حالتِ اختیار میں گناہ کرے (اگر کسی کو زنا پر مجبور کیا جائے اور وہ زنا کرے تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔)

۱۵ــــــ اگر کوئی شخص غلطی سے کسی دوسری عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر جماع کرے تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔

یہ ان شرطوں کا خلاصہ تھا جسے رحمان و رحیم اور مہربان پروردگار نے جو اپنے بندوں سے اچھی طرح واقف ہے، وضع فرمایا ہے، اور اس نے زنا جیسے بڑے گناہ کی سزا معین کی ہے۔ ہم یہاں پر ایک روایت کو بیان کرتے ہیں جس سے آپ اندازہ کر سکیں گے کہ اولیائے اسلام کس حد تک لوگوں کی عزّت محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ اور زنا کی حد جاری کرنے میں کتنی احتیاط سے کام لیا کرتے تھے۔

حضرت عمر کی خلافت کے زمانے میں ایک عورت ان کے پاس آئی اور اس نے زنا کا اقرار کیا۔ ساتھ ہی ساتھ اس عورت نے یہ بھی کہا کہ: "مجھ پر زنا کی حد

جاری کر دو!"

حضرت عمر نے جب یہ سُنا تو حکم دیا کہ اس پر زنا کی حد جاری کر دی جائے۔ وہاں علی علیہ السّلام تشریف لایا اور یہ ماجرا دیکھ کر آپؑ نے فرمایا "اے عمر اس عورت سے دریافت کرو کہ اس نے کن حالات میں زنا کیا ہے۔"

عورت نے جواب دیا: "مجھے بیابان میں سخت پیاس لگ رہی تھی۔ میں پانی تلاش کرتی ہوئی آگے بڑھی تو مجھے دور سے ایک کالی چادر تنی ہوئی نظر آئی۔ وہ ایک عرب شخص کا خیمہ تھا۔ میں نے وہاں پہنچ کر اس شخص سے پانی مانگا مگر وہ مجھ سے زنا کئے بغیر پانی دینے پر تیار نہ ہوا۔ میں نے اس کی شیطانی خواہش نہیں مانی اور وہاں سے بھاگنے لگی۔ لیکن اس کی وجہ سے میری پیاس مزید بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ میری آنکھیں اندر کو دھنس گئیں۔ مجھے ایسے لگ رہا تھا جیسے میری ہڈیاں ٹوٹ رہی ہوں۔ میں اس شخص کے پاس واپس لوٹی اور پانی کے ایک گھونٹ کے عوض اپنا بدن اس کے حوالے کر دیا۔"

حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا "یہی تو اضطرار اور مجبوری کا موقع ہے جس کا بیان خدا نے قرآن میں فرمایا ہے (سورۂ مائدہ ۵: آیت نمبر ۳[1]) یہ عورت کسی لحاظ سے گنہگار نہیں ہے۔" پس امامؑ نے فرمائش کی کہ اسے رہا کر دیا جائے اور وہ رہا کر دی گئی۔

(برہانِ قرآن)

---

[1] :- فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔

عاقلانہ اقدامات

چونکہ زنا معاشرے میں فساد اور بدنظمی کا باعث ہے اور اس کی وجہ سے آخرت کی ہلاکت نصیب ہوتی ہے، اس لئے زنا سے بچنے کی خاطر حفاظتی اقدامات کے طور پر خداوند تعالےٰ نے اپنی بے کراں حکمت سے بھرے ہوئے کچھ احکامات ہم پر واجب قرار دیئے ہیں۔ اگر ان احکامات کی پابندی کی جائے تو مسلمان لوگ کبھی اتنے بڑے گناہ میں مبتلا نہ ہوں۔

۱:۔۔۔ قرآن میں پردے کا حکم

قرآنِ مجید میں چند مقامات پر عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً سورۂ نور میں ارشاد ہے: وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ (سورۂ نور ۲۴: آیت نمبر ۳۱) "اور (اے رسولﷺ) مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنے بناؤ سنگھار کے مقامات کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں۔ مگر جو خود ظاہر اور چھپ نہیں سکتا اس کا گناہ نہیں۔ ان کو چاہیئے کہ وہ اپنی اوڑھنیوں کو گھونگھٹ مار کے اپنے گریبانوں اور سینوں پر ڈالے رہیں اور محرم مردوں کے سوا اپنا بناؤ سنگھار کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں۔"

سورۂ احزاب میں ارشاد ہے: یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ

وَلِنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (سورۂ احزاب ۳۳: آیت نمبر ۵۹) " اے نبی اپنی بیویوں، اپنی لڑکیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دو کہ باہر نکلتے وقت اپنے چہروں اور گردنوں پر اپنی چادروں کا گھونگٹ لٹکا لیا کریں۔ یہ ان کی شرافت کی پہچان کے واسطے بہت مناسب ہے۔ ایسی صورت میں انہیں کوئی چھیڑے گا بھی نہیں۔ اور خدا تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔" اسی سورے میں یہ بھی ارشاد ہے کہ:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (سورۂ احزاب ۳۳: آیت ۳۲) "اے نبی کی بیبیوں تم اور معمولی عورتوں کی سی تو ہو نہیں (پس) اگر تم کو پرہیزگاری منظور ہے تو (اجنبی آدمی سے) بات کرنے میں نرم نرم (لگی لپٹی) بات نہ کرو تاکہ جس کے دل میں (شہوت زنا کا) مرض ہے وہ (کچھ) اور آرزو (نہ) کرے اور (صاف صاف) عنوانِ شائستہ سے بات کیا کرو۔"

سورۂ احزاب ہی کی ایک اور آیت میں ارشاد ہے: وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ (سورۂ احزاب ۳۳: آیت ۵۳) " اور اگر پیغمبرؐ کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو۔ یہی تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے واسطے بہت صفائی کی بات ہے۔"

ان احکامات کی روشنی میں مسلمان عورتوں کا یہ فرض ہے کہ وہ نامحرم مردوں سے پردہ کریں۔ ایسے لباس اور ایسے عالم میں نامحرموں کے سامنے نہ نکلیں جس سے پردے

کا لحاظ جاتا رہے اور بدن کے شہوت انگیز مقامات پر نگاہ ٹھہرے۔ یہ عورت کا فرض ہے کہ اس طریقے سے وہ اپنی شخصیت و حیثیت کی حفاظت کرے اور اپنے بدن کی نمائش کے ذریعے مردوں کے افکار کو آلودہ اور خطرناک نہ بنا دے۔ شہوت کی ایک نظر بڑے فساد اور بڑی بدکاری کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔ ناپاک عشق اسی بے پردگی کی وجہ سے معاشرے میں ناسور کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اور خاندان کو تباہ کر دیتے ہیں۔ شاہ کے زمانے میں جب سے بے پردہ نکلنے کا حکم صادر ہوا تھا، زنا کی وارداتیں بڑھ گئی تھیں۔ ہر روز ناجائز تعلقات کے دسیوں مقدمے عدالتوں میں پیش ہوتے تھے۔ ہر ماہ دسیوں شوہر دار اور بچوں والی عورتیں گھریلو ماحول سے فرار ہو کر عشرت کدوں میں پہنچ جاتی تھیں۔ پانچ ہزار بدکاروں نے مل کر شہر سے باہر ایک نیا شہر بنا لیا تھا اور ہر روز بدکاروں کے اس شہر کی آبادی بڑھ رہی تھی! تہران سے باہر موجود اس نئے شہر کے بارے میں حالت اتنی بگڑ گئی تھی کہ تہران کا کمشنر یہ کہنے پر مجبور ہو گیا "روزانہ اوسطاً سات شیر خوار بچے تہران کی گلیوں اور سڑکوں پر پڑے مل جاتے ہیں جن کے ماں باپ کا کچھ پتہ نہیں ہوتا!" ظاہر ہے ایسے شیر خوار بچے جن کے ماں باپ کا کچھ پتہ نہ ہو اور جو زنا کی پیداوار ہوں وہ معاشرے میں ایک ٹھوس مقام نہیں بنا سکتے اور معاشرے کے لئے مفید ثابت نہیں ہو سکتے۔ بے پردگی کی وجہ سے زنا عام ہو جاتا ہے اور ہزاروں پاک دامن عورتیں فاحشہ بن جاتی ہیں۔ ہوس باز اور نظر باز مردوں کی زہریلی نگاہوں سے بچنے کا اور درحقیقت زنا سے بچنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ عورتیں باقاعدہ پردہ کریں۔

This is position and a seperate subject in my opinion

According to ... the decree is NOT TO STARE with LUST.

یہ نہیں کہ دیکھیں ہی نہیں!

۲۔ نامحرم کو دیکھنا

یہ بھی حکم ہے کہ عورتیں اپنی نگاہیں نامحرم مردوں پر نہ ڈالیں۔ مسلمان مردوں کو بھی حکم ہے کہ وہ نامحرم عورتوں کو نہ دیکھیں۔ سورۂ نور میں ارشاد ہے کہ: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ (سورۂ نور ۲۴: آیت نمبر ۳۰) "اے رسولؐ) مومنین سے کہہ دو کہ اپنی نظروں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہی ان کے واسطے زیادہ صفائی کی بات ہے، یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں خدا اس سے یقیناً خوب واقف ہے۔"

شیطان کا زہر آلود تیر

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ: اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ مَسْمُوْمٌ وَكَمْ مِنْ نَظْرَةٍ اَوْرَثَتْ حَسْرَةً طَوِيْلَةً۔ (وسائل الشیعہ) "بُری نظر ابلیس کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ کتنی ہی نگاہیں ایسی ہیں جو طویل حسرت کا باعث بن جاتی ہیں!"

اعضاء کا زنا

امام محمد باقر علیہ السّلام اور امام جعفر صادق علیہ السّلام دونوں سے مروی

ہے کہ (عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ وَ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ قَالَا) مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَ ھُوَ یُصِیْبُ حَظًّا مِنَ الزِّنَا فَزِنَاءُ الْعَیْنِ النَّظَرُ وَ زِنَاءُ الْفَمِ الْقُبْلَۃُ وَ زِنَاءُ الْیَدَیْنِ اللَّمْسُ (وسائل الشیعہ) "کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی حد تک زنا کا ارتکاب نہ کرتا ہو! آنکھ کا زنا یہ ہے کہ بُری نظر سے دیکھا جائے۔ ہونٹوں کا زنا یہ ہے کہ بوسہ لیا جائے اور ہاتھوں کا زنا یہ ہے کہ نامحرم عورتوں کو چھو لیا جائے"۔

یہ بھی مروی ہے کہ: مَنْ مَلَأَ عَیْنَیْہِ مِنِ امْرَأَۃٍ حَرَامًا حَشَاھُمَا اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِمَسَامِیْرَ مِنْ نَّارٍ وَحَشَاھُمَا نَارًا حَتّٰی یَقْضِیَ بَیْنَ النَّاسِ ثُمَّ یُؤْمَرُ بِہٖ اِلَی النَّارِ (وسائل الشیعہ، کتاب النکاح، باب نمبر ۱۰۴، صفحہ ۲۴) "جو شخص اپنی آنکھوں کو کسی نامحرم عورت کو بُری نظر سے دیکھ کر بھرے گا (بہت دیکھے گا) تو خدا قیامت کے دن ان دونوں آنکھوں کو آگ کی سلاخوں سے بھر دے گا! آنکھوں میں آگ کی سلاخیں اس وقت تک لگی رہیں گی جب تک خدا تمام لوگوں کے فیصلے سنا نہ دے گا۔ اس کے بعد کہیں جا کر اُسے جہنّم میں پھینک دینے کا حکم ملے گا!"

ابلیس کے ساتھ آگ کی زنجیروں میں

جو شخص نامحرم عورت سے لپٹ جائے گا وہ قیامت کے دن شیطان کے ساتھ ایک ہی زنجیر میں باندھا جائے گا وہ زنجیر آگ کی ہوگی اور دونوں کو

Hence — mostly men have been warned — The ht...er ... supposed to be near ... women — ISLAM is not against women

ایک ساتھ جہنم میں پھینکا جائے گا۔ روایت کے یہ بھی الفاظ ہیں کہ: مَنْ نَظَرَ اِلَی امْرَأَةٍ فَرَفَعَ بَصَرَهُ اِلَی السَّمَاءِ اَوْ غَمَضَ بَصَرَهُ لَمْ یَرْتَدَّ اِلَیْهِ بَصَرُهُ حَتّٰی یُزَوِّجَهُ اللّٰهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ وَیُعَقِّبَهُ اِیْمَانًا یَجِدُ طَعْمَهُ (وسائل الشیعہ، کتاب نکاح، باب ۱۰۴، صفحہ ۲۴) یعنی "جس شخص کی نظر کسی عورت پر پڑ جاتی ہے اور وہ فوراً اُسے آسمان کی طرف اٹھا لیتا ہے یا نگاہیں جھکا لیتا ہے تو نگاہیں پوری طرح ہٹنے سے پہلے ہی خداوندِ عالم اس کی شادی حورِ عین سے کر دیتا ہے اور اس کے دِل میں ایمان کی ایک ایسی تازگی پیدا کر دیتا ہے۔ جس سے وہ لطف اندوز ہوتا ہے۔"

عَنِ النَّبِیِّ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ: اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلَی امْرَأَةٍ ذَاتِ بَعْلٍ مَلَأَتْ عَیْنَهَا مِنْ غَیْرِ زَوْجِهَا وَغَیْرِ مَحْرَمٍ مِنْهَا " خدا کا غضب ایسی شوہر دار عورت پر بہت شدید ہوتا ہے جو اپنے شوہر کے علاوہ کسی نامحرم مرد کو نظر بھر کر دیکھے!" فَاِنَّهَا اِنْ فَعَلَتْ ذٰلِكَ اَحْبَطَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ کُلَّ عَمَلٍ عَمِلَتْهُ (بحار الانوار) "جب ایسی عورت یہ حرکت کرتی ہے تو خدائے ذوالجلال اس کا کیا ہوا ہر نیک عمل حبط کر لیتا ہے اور کوئی ثواب نہیں دیتا۔"

چند روایتوں میں باپردہ عورتوں کو پردے کے عالم میں دیکھتے رہنا بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے، البتہ یہ کام مکروہ ثابت ہے۔

اگرچہ نامحرموں کو دیکھنے کی مذمت میں روایتیں بے شمار ہیں لیکن ہم اسی مقدار پر اکتفا کی ہے۔

۳ــ نامحرم کے ساتھ تنہائی

اجنبی یا نامحرم عورت کے ساتھ خلوت میں رہنا مرد کے لئے اس وقت حرام ہے جب کہ کسی حرام کام میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو، اگرچہ دونوں عبادت میں مشغول ہوں۔ اسی طرح نامحرم مرد کے ساتھ تنہا کسی مقام پر عورت کا رہنا بھی حرام ہے جب کہ کسی حرام میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

پیغمبرِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَبِيْتُ فِيْ مَوْضِعٍ يَسْمَعُ نَفَسَ امْرَأَةٍ لَيْسَتْ لَهُ بِمَحْرَمٍ (وسائل الشیعہ) "جو شخص خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسی جگہ نہیں سوتا جہاں اسے کسی نامحرم عورت کے سانس لینے کی آواز آرہی ہو۔"

امام جعفرِ صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں: عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ فِيْ مَا اَخَذَ الرَّسُوْلُ الْبَيْعَةَ النِّسَاءَ اَنْ لَّا يَقْعُدْنَ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْخَلَاءِ۔ (وسائل الشیعہ) "جب پیغمبرِ اکرمؐ نے مسلمان عورتوں سے بیعت لی تو ان سے یہ عہد لیا کہ وہ نامحرم مردوں کے ساتھ خلوت میں نہیں بیٹھیں گے۔"

خلوت سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں کسی اور شخص کے داخل ہونے کا یا آجانے کا امکان نہ ہو۔ مثلاً ایسا کمرہ ہو جس کا دروازہ اندر سے بند ہو یا ایسی جگہ ہو جہاں لوگ آتے نہیں ہوں۔

۴۔ سخت سزا

اسلام نے زنا جیسے انتہائی بُرے کام کی روک تھام کے لئے بہت سخت سزا رکھی ہے تاکہ یہ کھلے عام نہ پھیلے۔ خلاصے کے طور پر ہم کچھ احکام پانچ نکات میں بیان کرتے ہیں:

۱: اگر کوئی شخص اپنے خونی رشتہ داروں میں سے کسی محرم عورت کے ساتھ، مثلاً بہن، بیٹی، پھوپی، خالہ، بھتیجی یا بھانجی وغیرہ سے زنا کر بیٹھے تو اسے شرعی طریقے کے مطابق قتل کر دینا چاہیئے۔

۲: اگر کوئی شخص دیکھے کہ ایک آدمی اس کی بیوی کے ساتھ زنا کر رہا ہے تو اگر وہ شخص خود کو محفوظ سمجھتا ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ ان دونوں کو قتل کر ڈالے۔ اگر وہ محفوظ نہ ہو یا قتل کرنا نہ چاہے تو بہر حال بیوی اس پر حرام نہیں ہوتی۔

۳: اگر کوئی کافر کسی مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرے تو وہ قتل کر دیا جاتا ہے اسی طرح جس مسلمان نے تین دفعہ زنا کی شرعی سزا پائی ہو اور چوتھی مرتبہ اس پر زنا کا جرم ثابت ہو جائے تو وہ بھی قتل کر دیا جاتا ہے۔

۴: جس شخص کے دائمی عقد میں اس کی بیوی اس کے پاس موجود ہو، وہ بالغ اور عاقل ہو اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر چکا ہو اور مزید

جب چاہے کر سکتا ہو، اس کے باوجود اگر وہ کسی اور عاقل و بالغ عورت سے زنا کر بیٹھے تو اسے شرعی لحاظ سے سنگسار کر دیا جاتا ہے۔ بعض مجتہدین یہ بھی کہتے ہیں کہ سنگسار کرنے سے پہلے ایسے شخص پر سو کوڑے بھی مارے جانے چاہئیں۔

۵: اگر زنا کرنے والا شخص محصن نہ ہو (یعنی ان شرائط پر پورا نہ اترتا ہو جو چوتھی شق میں ابھی بیان ہوئیں) اور وہ کسی نامحرم عورت سے زنا کر بیٹھے تو اس کی شرعی سزا ایک سو کوڑے لگانا ہے۔ اسی طرح اگر اپنی مرضی سے زنا کرنے والی عورت شوہر دار ہو تو اسے سنگسار کر دیا جاتا ہے اور اگر شوہر دار نہ ہو تو اسے ایک سو کوڑے لگائے جاتے ہیں۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللّٰهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (سورۂ نور ۲۴ : آیت نمبر ۲) "زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد، دونوں کو سو سو کوڑے مارو اور اگر خدا اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو حکمِ خدا کے نافذ کرنے میں تم کو ان کے بارے میں کسی طرح کا ترس نہ آنے پائے۔ اور ان دونوں کی سزا کے وقت مومنین کی ایک جماعت کو موجود رہنا چاہیئے۔"

اس آیۂ شریفہ کو بیان کر کے انجمنِ تبلیغاتِ اسلامی کے رسالے نے کچھ یوں لکھا ہے:

یہاں سے دو اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ زنا کرنیوالے مرد

اور زانیہ عورت کو مجمع کے سامنے کوڑے لگانے کا فائدہ یہ ہے کہ دوسروں کو عبرت حاصل ہوتی ہے اور ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ اگر وہ بھی ایسی بدکاری کریں گے تو ان کو بھی یہی سزا ملے گی۔ آخرت کی شدید سزا تو اس کے علاوہ ہے۔

دوسری بات یہ کہی جاتی ہے لیکن اس کا سو فیصد حقیقت پر مبنی ہونا ہمیں ابھی تک معلوم نہیں ہے کہ زنا کرنے والوں کو کوڑے لگانا ایک طرح سے ان کا طبی علاج ہے۔ زنا کے باعث پیدا ہونے والے سوزاک اور دیگر گندے امراض کا اس طرح علاج ہو جاتا ہے۔ علاج یہی ہے کہ بدن پر چوٹ مار کر حرارت پیدا کی جائے اس حرارت کے باعث زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والے امراض کے جراثیم جو تازہ بدن میں وارد ہوئے ہوتے ہیں پھل پھول نہیں پاتے۔ ایک سو مرتبہ کوڑے لگنے سے بدن میں اتنی حرارت پیدا ہو جاتی ہے کہ ایسے تمام جراثیم مر جاتے ہیں۔

ایک اور نکتہ یہ ہے کہ زنا کے باعث سوزاک جیسے امراض نہ صرف پیدا ہوتے ہیں بلکہ زنا کرنے والے شخص کی بیوی یا زنا کرنے والی عورت میں بھی جماع کے وقت منتقل ہو جاتے ہیں اور وہ لوگ بھی ان امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے زنا کرنے والوں سے شادی کرنا ناپسندیدہ اور ممنوع ہے۔ البتہ اگر زانیہ عورت زنا کرنے والے شخص سے شادی کرے تو ظاہر ہے کہ کسی کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ زنا کے امراض کا برا اثر نسل پر بھی پڑتا ہے۔ آئندہ نسلیں عیب دار پیدا ہوتی ہیں کوئی نہ کوئی جسمانی نقص پیدائشی طور پر ان میں ہوتا ہے اسی لئے دینِ اسلام نے کیا خوب حکم دیا ہے:

I do not believe

اَلزَّانِیُ لَا یَنۡکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوۡ مُشۡرِکَۃً وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنۡکِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوۡ مُشۡرِکٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (سورۂ نور ۲۴: آیت نمبر ۳)

"زنا کرنے والا مرد تو زنا کرنے والی عورت یا مشرکہ ہی سے نکاح کرے گا، اور زنا کرنے والی عورت بھی بس زنا کرنے والے ہی مرد یا مشرک سے نکاح کرے گی۔ سچے مومنین پر تو اس قسم کے تعلقات حرام ہیں۔"

زنا، جب شرعاً ثابت ہو

اس بات کی وضاحت ضروری ہے اور اسے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ زنا کی حد اس وقت جاری کی جاتی ہے جب شرعی نکتۂ نظر سے زنا ثابت ہو جائے جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا کہ زنا ثابت ہونے کی متعدد شرائط ہیں۔ ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ چار عادل مردوں نے زنا ہوتے ہوئے دیکھا ہو۔ یہ عادل افراد ایک وقت، ایک ہی جگہ پر زنا واقع ہونے کی خبر دیں اور وہ زانیہ عورت کو پہچانتے بھی ہوں تاکہ یہ احتمال نہ رہے کہ کہیں وہ عورت، داخل کرنے والے مرد کی بیوی تو نہیں ہے۔

دو قابلِ ذکر نکات

۱۔ غیر شادی شدہ عورت، یا اس عورت سے جو طلاقِ رجعی کے عدّے (اس سے مراد طلاقِ رجعی دینے کے بعد عورت کا وہ عدہ ہے جس میں

شوہر بغیر نکاح کے رجوع کر سکتا ہے) میں نہ ہو، اس سے اگر کوئی شخص زنا کرے تو اس سے بعد میں شادی کر سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ عورت شادی شدہ ہو یا عدۂ رجعی میں ہو تو پھر زنا کرنے والا کبھی بھی اس سے عقد نہیں کر سکتا اور ایسی عورت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر ایسی عورت کا شوہر مر جائے یا طلاق دے دے پھر بھی وہ زنا کرنے والے شخص پر حرام رہے گی۔

۲۔۔۔۔ اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے تو اس عورت کی ماں اور بیٹی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ یہ قول زیادہ مشہور ہے۔ یعنی وہ ان سے کبھی شادی نہیں کر سکتا اور وہ اس کی محرم خواتین میں بھی شمار نہیں ہوتیں۔ اسی طرح عورت نے جس مرد سے زنا کیا ہو اس مرد کا باپ اس پر حرام ہو جاتا ہے، یعنی وہ کبھی اس سے شادی نہیں کر سکتی۔ یہ ایسی باتیں ہیں جن میں مجتہدین کا تھوڑا بہت اختلاف موجود ہے۔ اس لئے اگر عمل کرنا ہو تو اپنے اعلم مجتہد کا مسئلہ دیکھا جائے۔

کتاب "برہانِ قرآن" میں لکھا ہے کہ:

اسلام کے مخالف لوگ اسلام کی پابندیوں پر اعتراض کرتے ہیں اور فرانس، امریکہ یا یورپ کی جنسی آزادی کی حمایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ کے لوگ دل میں جو خواہش رکھتے ہیں اس کا کھل کر اظہار کر دیتے ہیں اور منافقت نہیں کرتے کہ دل میں کچھ خیال ہو اور ظاہر میں پارسا بن رہے ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ جنسی

تسکین انسان کی اہم ترین ضروریات میں سے ہے، اور اس ضرورت کو دبا کر رکھنا انسان کی نفسیات پر برا اثر ڈالتا ہے۔ پس جس طرح بھی ہو جنسی تسکین بقوے فراہم کر لینی چاہیے اور اس دباؤ سے آزاد ہو جانا چاہیے تاکہ روزانہ اپنا کام اور کاروبار آدمی یکسوئی سے کر سکے اور ترقی کی منزلیں جلد طے کر لے۔

یہ اسلام کے دشمن لوگوں کا مغالطے سے بھرا ہوا بیان تھا۔ وہ دوسری جنگ عظیم کا حال بھول گئے ہیں۔ جب جرمن فوج کے پہلے ہی حملے پر فرانس کے لوگوں نے گھٹنے ٹیک دیئے تھے۔ پھر جرمن فوجیوں نے جس درندگی سے اپنی وحشیانہ جنسی جذبات کی بے لگام تسکین کے لئے حرکتیں کی تھیں، اس سے خود فرانس کے لوگ امان مانگتے ہیں۔

آزادی کی کوئی حد ہونی چاہیئے۔ جنسی آزادی اگر بے لگام ہو تو آدمی درندوں سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ خود فرانس کی شکست دوسری جنگ عظیم میں اسی بے لگام جنسی آزادی کے باعث ہوئی تھی۔ کتاب "چرا فرانسہ شکست خورد" میں لکھا ہے کہ:

جب جرمن فوج کے بمبار طیارے فرانس کے شہروں کو بمباری کر کے تباہ کر رہے تھے اس وقت کے وزیر اعظم "پل رینو" نے چاہا کہ ٹیلی فون کے ذریعے مرکزی فوجی اڈے سے کچھ اور لڑاکا طیارے لڑنے کے لئے منگوالے۔ اس نے فوری طور پر اپنی میز پر رکھے ہوئے تینوں ٹیلی فون استعمال کئے تھے۔ لیکن ہر ٹیلی فون کو مرکزی اڈے میں موجود میجر کی محبوبہ مادام ڈولی نے اٹھایا تھا۔ مادام ڈولی اس

اہم ترین موقع پر جب خون کی ہولی کھیلی جارہی تھی اور فرانس کو جہنم کا نمونہ بنایا جارہا تھا، وزیراعظم سے ناز نخرے کی باتیں کرنے لگی تھی اور سیاسی اور فوجی معاملات میں کچھ ایسے مشورے دینے لگی تھی جن سے سرکاری پیمانے پر منعقد ہونے والی عیش و طرب کی محفلوں پر کوئی اثر نہ ہو۔

جہاں تک امریکہ کا تعلق ہے وہاں کی مڈل اسکول کی طالبات میں سے اڑتیس فیصد لڑکیاں حاملہ ہوتی ہیں! یعنی چھٹی ساتویں کی سو میں سے اڑتیس لڑکیوں کا یہ حال ہے! لیکن ہائی اسکولوں، کالجوں، اور یونیورسٹیوں کی لڑکیاں، جیسے جیسے جنسی مسائل کا تجربہ بڑھتا ہے، ان کے حاملہ ہونے کا تناسب کم ہوجاتا ہے اور وہ اپنے تجربے کی بنا پر حمل قرار ہونے ہی نہیں دیتیں۔

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ جنسی خواہشات کی تسکین اگر صحیح اصول کے تحت ہو اور بے لگام نہ ہو تو یہ فطری چیز ہے اسی لئے اسلام نے اس موضوع پر بہت تاکید کی ہے۔ امریکہ آج جنسی مسائل میں اتنا زیادہ گھرا ہوا ہے کہ اس کے قانون میں ان مسائل کو حل کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ آدمی جنسی خواہش کی تسکین نہ کرے اور افسردہ رہ کر ڈھنگ سے کاروبار یا کام نہ کرسکے۔

البتہ اسلام جنسی خواہش کی تسکین کا ایک ایسا لائحہ عمل دیتا ہے جس سے نہ تو لوگوں کی انفرادی حیثیت متاثر ہوتی ہو اور نہ ہی معاشرے میں کوئی خرابی پھیلتی ہو۔ اسلام اس معاملے میں چوپایوں کی طرح بے لگامی کا قائل نہیں ہے۔

بے شک جنسی خواہش کی تسکین سے آدمی کو خوشی حاصل ہوتی ہے لیکن ہر

چیز کی ایک حد ہوتی ہے اور اگر آدمی کسی نعمت کو حد سے بڑھ کر استعمال کرے تو وہ اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہو جاتی ہے۔ دستر خوان پر یا کھانے کی میز پر انواع و اقسام کے اشتہا انگیز کھانے چنے ہوں تو آدمی کو اچھا لگتا ہے۔ لیکن اگر آدمی یہاں عقل سے کام نہ لے تو اسے بد ہضمی ہو جائے گی اور وہ تکلیف کا شکار ہو جائے گا۔

اس بات میں شک نہیں ہے کہ یورپی اقوام مادی، سائنسی، صنعتی اور کاروباری اعتبار سے دیگر قوموں کی نسبت بہتر ہیں لیکن رفتہ رفتہ عیاشی اور جنسی بے لگامی ان کی اس مادی ترقی کو کھوکھلا کر رہی ہے۔ وہ قومیں حد سے بڑھی ہوئی فحاشی کے باعث فنا کے راستے پر چل رہی ہیں۔ مادی لحاظ سے بھی ان کا زور رفتہ رفتہ ٹوٹ رہا ہے۔ استعماری طاقتیں اپنی محکوم حکومتوں کے ساتھ مل کر محض سرکاری حکام اور انتہائی امیر لوگوں کی بھلائی کی سوچتی ہیں۔ ان کو بھلائی اسی میں نظر آتی ہے کہ ان کی حکومتیں برقرار رہیں اور عوام ان کے معاملات میں دخل نہ دیں۔ عوام کو اپنی عیاشی اور خود غرضی کی راہ سے ہٹانے کا طریقہ انھوں نے یہ اپنایا ہے کہ عوام کو عیش و عشرت، شراب، منشیات، کھیل کود اور جنسی بے لگامی ہی میں مست رکھا جائے۔

مغربی دنیا میں عورت ایک طرف مرد کی برابر کی شریک ہے اور ہر معاملے میں اس کا برابر سے ساتھ دیتی ہے لیکن دوسری جانب یہی عورت گھریلو لحاظ سے ایک برابر کی شریکِ زندگی کا کردار ادا نہیں کرتی۔ نہ تو وہ اپنے شوہر کے لئے ایک پاک دامن بیوی ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی وہ اپنے بچوں کے لئے عمدہ تربیت کرنے

والی ایک ماں کا کردار ادا کر پاتی ہے ۔ بلکہ آج مغربی دنیا کا یہ حال ہے کہ زیادہ تر جوڑے بغیر شادی کے ایک ہی ساتھ رہتے ہیں اور جب ایک دوسرے سے بے زار ہو جاتے ہیں تو اپنا کوئی اور ساتھی تلاش کر لیتے ہیں شادیاں بھی ہوتی ہیں تو زیادہ تر اسی جنسی بے لگامی کی وجہ سے طلاق پر ختم ہوتی ہیں ۔ شادی شدہ جوڑوں میں طلاق کا رجحان روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ آج امریکہ میں چالیس فیصد شادیوں کا نتیجہ طلاق ہی نکلتا ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ نہ تو مرد اپنی بیوی پر اکتفا کرتا ہے اور نہ ہی عورت اپنے شوہر پر ۔ اگر میاں بیوی شائستہ ہوتے تو کبھی ایسا تکلیف دہ حال نہ ہوتا ۔صرف جنسی تسکین ہی سب کچھ نہیں ہوتی ۔ ذہنی سکون ایسے مسائل میں گھر کر برباد ہو جاتا ہے ۔ بچوں کی صحیح تربیت تو کجا، تربیت ہی نہیں ہو پاتی اور وہ بھی بچپن اور لڑکپن ہی سے بے لگام ہوتے ہیں ۔ جب عورت دن بھر دفتر میں کام کرنے کے بعد ہر رات کسی نہ کسی عاشق کے ساتھ گذارے اور عاشق بدلتی رہے تو اسے بچوں کو مامتا دینے کا خیال کیا ہوگا! ایسی عورتیں اگر وزارت خانوں، اسمبلیوں، بڑے بڑے سرکاری یا غیر سرکاری دفتروں میں کام بھی کریں تو اس سے انسانیت کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ فسق و فجور اسی طرح ان دفتروں میں بھی ہوتا رہتا ہے ۔ یہ حقیقی خوشی کے اسباب نہیں ہیں ۔

حقیقی خوشی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب اپنی شریعت کے لحاظ سے مرد اور عورت شادی کریں اور ایک دوسرے ہی کے ہو جائیں پھر جب بچے ہوں تو باپ اپنے بچوں پر شفقت پدری کی اور ماں اپنی مامتا کی فراوانی کر دے ۔ ایک محبت بھرا خاندان

تشکیل دیں جس میں انسانیت بھی ہو، جنسی تسکین بھی ہو، ذہنی آسودگی بھی ہو، روحانی سکون بھی اور آئندہ نسلوں کا بھی بھلا ہو۔

پس اسلام نے جنسی تسکین کا جو طریقہ بتایا ہے اور جو حد معین کی ہے وہ معاشرے کے ہر فرد کے لئے پورے معاشرے کے لئے اور روحانی، جنسی، ذہنی، مادی غرض ہر طرح کی تسکین کے لئے بہترین ہے۔ بے شک بہترین راستہ بے لگامی نہیں ہے بلکہ درمیانی راستہ ہے۔ (ماخوذ از کتاب برہانِ قرآن)

ساتواں گناہ

قطعِ رحمی

گیارھواں گناہ

لواط

Man- man homosexual relation.

گیارہواں گناہ : لواط

گیارہواں ایسا گناہ ہے جس کے کبیرہ ہونے کی صداقت وارد ہوئی ہے لواط ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام اور امام علی رضا علیہ السّلام سے جو روایتیں منقول ہیں ان سے یہ چیز گناہِ کبیرہ ثابت ہے۔ بلکہ یہ زنا سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے اور اس کی سزا اور اس کا عذاب زنا سے بھی زیادہ شدید ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ حُرْمَةُ الدُّبُرِ اَعْظَمُ مِنْ حُرْمَةِ الْفَرْجِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَهْلَكَ اُمَّةً لِحُرْمَةِ الدُّبُرِ وَلَمْ یُهْلِكْ اَحَدًا لِحُرْمَةِ الْفَرْجِ (اصولِ کافی)

"پاخانے کے مقام میں شرم گاہ داخل کرنا پیشاب کے مقام میں داخل کرنے سے زیادہ برا ہے۔ خدائے تعالےٰ نے پوری ایک قوم (قومِ لوط) کو اسی لئے ہلاک کر دیا تھا کہ وہ لواط جیسے حرام کام میں مبتلا تھی۔ خدا نے کسی ایک شخص کو بھی زنا جیسے

حرام کام کی سزا کے طور پر ہلاک نہیں کیا۔"

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ جَامَعَ غُلَامًا جَآءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ جُنُبًا لَّا یُنَقِّیْہِ مَآءُ الدُّنْیَا "جو شخص کسی لڑکے کے ساتھ بدفعلی کرے گا اور وہ جنابت ایسی ہوگی جسے دنیا کا پانی دور نہ کر سکے۔" وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ لَعَنَہٗ وَاَعَدَّ لَہٗ جَہَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا " خدا اس پر غضب ناک ہوگا، اس پر لعنت کرے گا (اسے اپنی رحمت سے دور کر دے گا) اور اس کے لئے جہنّم کا فیصلہ کرے گا۔ وہ کیا ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔"

ثُمَّ قَالَ اِنَّ الذَّکَرَ یَرْکَبُ الذَّکَرَ فَیَھْتَزُّ الْعَرْشُ لِذٰلِکَ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا "جب کوئی مرد کسی دوسرے مرد پر شہوت کے ساتھ سوار ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے عرش لرز اٹھتا ہے!"، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیُؤْتٰی فِیْ حَقَبِہٖ فَیَحْبِسُہُ اللّٰہُ عَلٰی جِسْرِ جَہَنَّمَ حَتّٰی یَفْرُغَ اللّٰہُ مِنْ حِسَابِ الْخَلَائِقِ ثُمَّ یُؤْمَرُ بِہٖ اِلٰی جَہَنَّمَ فَیُعَذَّبُ بِطَبَقَاتِہَا طَبَقَۃً حَتّٰی یَرِدَ اَسْفَلَہَا وَلَا یَخْرُجُ مِنْہَا "اور جو شخص اپنے پیچھے کسی کو لواط کے لئے سوار ہونے دیتا ہے تو خدا اس کو جہنّم کے کنارے (سخت گرمی میں) اس وقت تک رکھے گا جب تک کہ خدا دیگر تمام لوگوں کے حساب سے فارغ نہ ہو جائے گا۔ پھر اس کے بارے میں حکم ہوگا کہ جہنّم میں ڈال دیا جائے۔ اس کو ایک ایک طبقہ کر کے جہنّم کے ہر طبقے کا عذاب دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ سب سے نچلے (اور سب سے شدید) طبقے میں پہنچ جائے گا تو پھر وہاں سے نہیں نکلے گا۔"

(فروعِ کافی۔ وسائل الشیعہ کتاب نکاح باب ۱۷، اور ۱۸)

لواط کفر ہے

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ: اَللِّوَاطُ مَادُوْنَ الدُّبُرِ وَالدُّبُرُ هُوَ الْكُفْرُ (فروغ کافی کتاب نکاح) "وہ لواط جو گناہانِ کبیرہ میں سے ہے اور جس کی ایسی سزائیں مقرر ہیں اس حد میں ہے کہ مرد کسی مرد پر شہوت سے سوار تو ہو لیکن داخل نہ کرے، اور اگر داخل بھی کر دے تو یہ کفر ہے!" مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص لواط کو اور دُبر (پاخانے کے مقام) میں داخل کرنے کو جائز سمجھے تو یہ کفر ہے اس لیئے کہ لواط کا حرام ہونا ضروریاتِ دین میں سے ہے اور جو شخص ضروریاتِ دین میں سے کسی کا انکار کر دے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ البتہ جو شخص جائز نہ سمجھتے ہوئے ایسی بدفعلی کرے اس کو جس شدت کا عذاب دیا جاتا ہے وہ کفر کے عذاب سے ملتا جلتا ہے ہمیشہ باقی رہتا ہے۔

حذیفہ ابن منصور کہتے ہیں کہ سَئَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ اللِّوَاطِ "میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس لواط کے بارے میں سوال کیا جو گناہِ کبیرہ ہے۔" فَقَالَ مَا بَيْنَ الْفُخْذَيْنِ امام نے فرمایا "دورانوں کے درمیان شرم گاہ کو حرام طریقے سے دبانا۔" وَسَئَلْتُهُ فِى الَّذِىْ يُوْقِبُ میں نے پوچھا کہ "وہ شخص کیسا ہے جو پاخانے کے مقام میں داخل بھی کر دیتا ہے؟" قَالَ ذَالِكَ الْكُفْرُ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ (وسائل الشیعہ) امامؑ نے فرمایا "خدا نے اپنے نبیؐ پر جو (قرآنِ مجید) نازل فرمایا یہ اس کا کفر اور انکار ہے۔"

موت کے وقت پتھر کا عذاب

امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ابوبصیر نے اس آیت کے بارے میں سوال کیا: وَاَمْطَرْنَا عَلَیْھَا حِجَارَۃً مِّنْ سِجِّیْلٍ (اور ہم نے اس بستی پر کھرنجے دار پتھر تابڑ توڑ برسائے۔ (سورۂ ہود ۱۱: آیت نمبر ۸۲) قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ یَخْرُجُ مِنَ الدُّنْیَا یَسْتَحِلُّ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ ـــــ وَفِیْ رِوَایَۃِ الْوَسَائِلِ مَنْ مَاتَ مُصِرًّا عَلَی اللِّوَاطِ ـــــ لَمْ یَمُتْ اِلَّا رَمَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِحَجَرٍ مِّنْ ذٰلِكَ الْحِجَارَۃِ تَکُوْنُ فِیْہِ مَنِیَّتُہٗ وَلٰکِنَّ الْخَلْقَ لَا یَرَوْنَہٗ (تفسیر قمی) "امام نے فرمایا دنیا سے کوئی بھی بندہ ایسا کوچ نہیں کرتا جو قومِ لوط کے عمل (لواط) کو جائز سمجھتا ہو اور وسائل الشیعہ میں یہ روایت ہے کہ اس کے لحاظ سے جو شخص بار بار لواط کرتا ہو اور توبہ کئے بغیر مرجائے خداوند تعالیٰ اس کی موت کے وقت اس پر انہی پتھروں میں سے کوئی پتھر مارتا ہے جو قوم لوط پر برسائے گئے تھے۔ اس کی موت وہی پتھر کھاکر واقع ہوتی ہے لیکن لوگ وہ پتھر نہیں دیکھتے"۔

ظالموں پر قومِ لوط کا عذاب

قرآنِ مجید میں قومِ لوط پر نازل ہونے والے عذاب تین اقسام کے بیان کیے گئے: ایک تو سخت چنگھاڑ اور چیخ سُنائی دی تھی، دوسرے یہ کہ بستی کے لوگوں پر پتھروں کی بارش ہوئی تھی اور تیسرا عذاب یہ تھا کہ بستی کی زمین زیر و زبر اور اوپر

نیچے ہو گئی تھی۔ یعنی اوپر کی زمین اندر دھنس گئی تھی اور اندر کی زمین باہر نکل آئی تھی۔

سورہ ہود میں اس عذاب کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہے وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ (سورۂ ہود ۱۱: آیت نمبر ۸۳)

"یہ سارے عذاب جو قومِ لوط پر نازل ہوئے ایسا ظلم کرنے والوں سے دور نہیں ہیں"۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ لواط کرنے والوں پر بھی ایسے عذاب نازل ہو سکتے ہیں!

ایک غلام جس نے اپنے آقا کو قتل کر دیا

حضرت عمر کے زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک غلام نے اپنے آقا کو قتل کر دیا۔ جب اس غلام نے قتل کا اقرار کر لیا تو حضرت عمر نے اسے قتل کر دینے کا حکم دے دیا۔ حضرت امیر المومنین عَلیٰ عَلَیہِ السَّلام نے غلام سے پوچھا "تو نے اپنے آقا کو کیوں قتل کیا؟" اس نے عرض کیا: "اس نے زبردستی میرے ساتھ لواط کیا تھا، پس میں نے اسے قتل کر دیا!" حضرت علی علیہ السّلام نے مقتول کے وارثوں سے پوچھا "کیا تم لوگوں نے اسے دفن کر دیا ہے؟" انھوں نے جواب دیا "جی ہاں ہم اسے ابھی دفن کر کے ہی آ رہے ہیں"۔ حضرت عمر نے حضرت علی علیہ السّلام کے مشورے سے حکم دے دیا کہ غلام کو تین دن تک محفوظ رکھا جائے اور مقتول کے وارث تین روز بعد حاضر ہوں۔

لواطت کرنے والا قومِ لوط کے ساتھ محشور ہوگا

تین دن گذر گئے۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السّلام، حضرت عمر اور مقتول کے کچھ وارث سب مل کر مقتول کی قبر تک گئے۔ وہاں حضرت علی علیہ السّلام نے پوچھا: "کیا یہ تمھارے آدمی کی قبر ہے؟" ان لوگوں نے کہا جی ہاں۔ حکم ملا کہ قبر کو کھول دیا جائے لیکن عجیب بات یہ تھی کہ قبر کے اندر جنازہ موجود نہیں تھا! حضرت علی علیہ السّلام نے تکبیر کہی اور فرمایا: "خدا کی قسم میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ میں نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو یہ فرماتے سُنا تھا کہ میری اُمّت کا جو شخص بھی قومِ لوط کے عمل کا ارتکاب کرے گا اور توبہ کئے بغیر ہی اس دُنیا سے چلا جائے گا تو اپنی قبر میں تین دن سے زیادہ باقی نہیں رہے گا۔ زمین اسے اپنے اندر دھنسائے گی اور وہ اس مقام پر پہنچ جائے گا جہاں قومِ لوط کی میتیں ہیں اور جہاں ان سب کو ہلاکت نصیب ہوئی تھی۔ پھر وہ شخص اُن ہی کے ساتھ محشور ہوگا!"

(کتاب معالم الزُّلفیٰ)

لواط فحاشی ہے

حضرت امام علی رضا علیہ السّلام کا ارشاد ہے: وَاتَّقِ الزِّنَا وَاللِّوَاطَ وَهُوَ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا وَهُمَا يُوَرِّثَانِ صَاحِبَهُمَا اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ دَاءً فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (فقہ الرضاؑ) "زنا اور لواط سے پرہیز کرو، اور یہ (لواط) تو زنا سے بدتر

ہے۔ یہ دونوں گناہ دنیا اور آخرت کے بہتر درد اور امراض کا باعث ہوتے ہیں ا"

قرآنِ مجید میں جہاں زنا کے لئے لفظ "فاحشہ" کا استعمال ہوا ہے تو وہاں اس قبیح کام کے لئے بھی "فاحشہ" کا لفظ آیا ہے۔ سورۂ اعراف میں ارشاد ہے کہ:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (سورۂ اعراف ۷: آیت نمبر ۸۰ اور ۸۱) " اور لوطؑ کو ہم نے رسول بنا کر بھیجا تو انھوں نے اپنی قوم سے کہا افسوس تم ایسی بدکاری (اغلام یا لواط) کرتے ہو کہ تم سے پہلے ساری خدائی میں ایسی بدکاری نہیں کی۔ تم عورتوں کو چھوڑ کر شہوت پرستی کے واسطے مردوں کی طرف مائل ہوتے ہو تم لوگ بہت ہی بے ہودہ کام کرنے والے ہو۔"

اس سے زیادہ بے ہودہ کام اور کیا ہوگا کہ آدمی اپنے نطفے کو عورت کے رحم میں قرار دینے کے بجائے ایسی جگہ ضائع کرے جہاں خدا نے منع کیا ہے۔ حالانکہ نطفہ بیج کی طرح ہے اور انسانی نسل کی بقا کا باعث ہے۔

لواط یا اغلام کی مذمت سورۂ اعراف کے علاوہ سورۂ ہُودؑ سورۂ نمل، سورۂ عنکبوت، سورۂ قمر اور سورۂ نجم میں بھی ہوئی ہے اور اس کے عذاب کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ شاید لوگ عبرت حاصل کریں۔

ایسے گندے کام سے لوگوں کو روکنے کے لئے حفاظتی اقدامات کے

طور پر خداوند تعالےٰ نے کچھ اور کام پہلے ہی حرام قرار دے دیے ہیں۔

نوعمر لڑکے پر نظرِ شہوت

۱- جوان لڑکے کو شہوت کی نظر سے دیکھنا حرام ہے، خاص طور پر ایسے لڑکے کو دیکھنا جس کے ابھی داڑھی نہیں اُگی ہو۔ زنا کے موضوع میں حرام نظر کے برے اثرات اور شدید عذاب کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے۔ بلکہ حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے یہاں تک مروی ہے کہ:

اِیَّاکُمْ وَاَوْلَادَ الْاَغْنِیَآءِ وَالْمُلُوْکَ الْمُرْدَ فَاِنَّ فِتْنَتَھُمْ اَشَدُّ مِنَ الْعَذَارٰی فِیْ خُدُوْرِھِنَّ (وسائل الشیعہ کتاب نکاح باب ۲۱ صفحہ ۴۴) یعنی "امیر لوگوں کے بچوں اور ایسے جوان غلاموں کو خوب دیکھنے سے پرہیز کرو جن کی ابھی داڑھی نہیں نکلی ہو ان کا فتنہ ان باکرہ لڑکیوں سے زیادہ ہوتا ہے جو چھپی رہتی ہیں"۔)

پس ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنی نگاہوں پر قابو رکھے اور خیال کرے کہ کہیں ایسا بڑا گناہ تو نہیں کر رہا۔

شہوت سے بوسہ اور آگ کی لگام

کسی جوان کا شہوت کے ساتھ بوسہ لینا حرام ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ "مَنْ قَبَّلَ غُلَامًا

بِشَهْوَةٍ اَلْجَمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ بِلِجَامٍ مِّنْ نَارٍ (اصولِ کافی) "جو شخص کسی نوجوان لڑکے کو شہوت کے ساتھ چومے گا تو خداوند تعالیٰ اس کے منہ میں قیامت کے دن آگ کی لگام ڈال دے گا!"

امام علی رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ: وَاِذَا قَبَّلَ الرَّجُلُ غُلَامًا بِشَهْوَةٍ لَعَنَتْهُ مَلٰئِكَةُ السَّمَآءِ وَمَلَآئِكَةُ الْاَرْضِ وَمَلَآئِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلٰئِكَةُ الْغَضَبِ وَاَعَدَّ لَهٗ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (فقہ الرضاؑ) "جب آدمی کسی لڑکے کا شہوت کے ساتھ بوسہ لیتا ہے تو اس پر آسمان کے فرشتے، زمین کے فرشتے، رحمت کے فرشتے اور غضب کے فرشتے سب لعنت کرتے ہیں اور خدا اسکے لئے جہنّم کا ٹھکانہ معین کر دیتا ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے!"

پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ: مَنْ قَبَّلَ غُلَامًا بِشَهْوَةٍ عَذَّبَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ اَلْفَ عَامٍ فِي النَّارِ (مستدرک الوسائل، کتاب نکاح، باب ۱۷، صفحہ ۵۷۰) "جو شخص کسی لڑکے کو شہوت کے ساتھ چومے گا خدائے تعالیٰ اسے جہنّم میں ایک ہزار سال تک عذاب میں مبتلا کرے گا۔"

اگر ثابت ہو جائے کہ کسی شخص نے کسی جوان کا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا ہے (یعنی دو عادل گواہ اسے ایسا کرتے دیکھ لیں اور شرعی قاضی کے سامنے گواہی دیں) تو شرعی طور پر اسے سزا ملتی ہے، اور وہ سزا تیس۳۰ سے لے کر نوّے کوڑوں تک جتنی سزا قاضی مناسب سمجھے۔

روایتوں میں ہے کہ ایسا کام کرنے والوں کو بھی شرعی سزا دی جاتی ہے اور وہ سزا وہی ہے جو زنا کی سزا ہے۔ یعنی ہر ایک کو ایک ایک سو کوڑے لگائے جاتے ہیں! البتہ مشہور یہ ہے کہ دو عورتیں اگر ایسا کریں تو شرعی حاکم انہیں سو کوڑوں سے کم کی سزا دے گا۔

دو مرد یا دو عورت کا ایک ساتھ سونا

بعض علمائے نے فرمایا ہے کہ چونکہ دو مردوں کا ایک ہی لحاف یا رچادر کے اندر ننگے ہو کر سو جانا شرعی سزا کا موجب ہے پس یہ بھی گناہانِ کبیرہ میں شامل ہے۔

اسی لئے مستحب ہے کہ ننگے ہوئے بغیر بھی میاں بیوی کے علاوہ بھلے برے کی تمیز رکھنے والے لوگ ایک ساتھ مل کر نہ سویا کریں یعنی لباس کے باوجود ایک ہی بستر پر ایک ہی لحاف یا چادر کے نیچے میاں بیوی کے علاوہ دیگر لوگوں کا اس طرح سونا پسندیدہ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ سگے بہن بھائیوں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ اَلصَّبِیُّ وَالصَّبِیُّ، وَالصَّبِیُّ وَالصَّبِیَّۃُ، وَالصَّبِیَّۃُ وَالصَّبِیَّۃُ یُفَرَّقُ بَیْنَھُمْ فِی الْمَضَاجِعِ لِعَشْرِ سِنِیْنَ (وسائل الشیعہ کتابِ نکاح، باب ۱۲۷، صفحہ ۳۰)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

دس سال کی عمر میں اپنے بچّوں کو الگ الگ بستروں پر سلاؤ۔ بھائی بھائی کے ساتھ نہ سوئے، بھائی بہن کے ساتھ نہ سوئے اور بہن بہن کے ساتھ نہ

سوئے"۔ یعنی بہن بھائی لگ کر نہ سوئیں اگر لحاف یا چادر اوڑھیں تو ہر ایک کی الگ الگ ہو۔

لواط کی سزا

چونکہ لواط زنا سے زیادہ بڑا گناہ ہے اور اس کے نقصانات زنا کے نقصانات سے زیادہ ہیں اس لئے لواط کی سزا بھی زنا کی شرعی سزا سے زیادہ ہے۔ لواط کرنے والا اور کروانے والا، ان دونوں کی سزا یہ ہے کہ ان کو شرعی طور پر قتل کردیا جاتا ہے۔ جب یہ دونوں عاقل و بالغ ہوتے ہیں اور اس کے باوجود ایسی حرکت کرتے ہیں تو دونوں قتل کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ داخل کرنے اور لواط کرنے والے شخص کو تلوار کے ذریعہ قتل کردیا جاتا ہے، سنگسار کردیا جاتا ہے، آگ میں زندہ جلا دیا جاتا ہے، یا ہاتھ پاؤں باندھ کر کافی بلندی مثلاً پہاڑ پر سے نیچے پھینک دیا جاتا ہے تاکہ اس کے زندہ رہنے کا امکان نہ رہے۔ مگر کس طریقے سے قتل کیا جائے۔ اس کا انتخاب شرعی حاکم خود کرتا ہے۔ اسی طرح جس شخص نے اپنی مرضی سے لواط یا اغلام کروالیا ہو اس کو قتل کرنے کا طریقہ بھی شرعی قاضی خود کرتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السّلام سے یہاں تک مروی ہے کہ "ایسے شخص کو قتل کرنے کے بعد آگ میں جلا دو!"

البتہ زنا کی طرح لواط جیسا بڑا گناہ بھی دو طریقوں سے ثابت ہوتا ہے۔ ایک

تو یہ کہ اغلام کرنے اور کروانے والے دونوں آدمی یا دونوں میں سے کوئی ایک چار مرتبہ قاضی کے سامنے اپنی بدکاری کا اقرار کرے۔ اگر چار سے کم مرتبہ اقرار کرے۔ تو اس پر شرعی حد جاری نہیں ہوتی بلکہ محض "تعزیر" کی جاتی ہے یعنی اتنا ڈانٹا یا مارا جاتا ہے کہ وہ آئندہ ایسا بُرا کام نہ کرے۔ بعض مجتہدین نے فرمایا ہے کہ چار مرتبہ کا اقرار چار مختلف مقامات پر ہونا چاہیئے۔ اقرار کرنے والے کے لئے بالغ، عاقل، آزاد اور با اختیار ہونا شرط ہے۔ یعنی اگر نابالغ بچّہ چار مرتبہ بھی اقرار کرے تو اسے محض اس حد تک ڈانٹا یا مارا جاتا ہے کہ وہ آئندہ ایسا کام نہ کرے۔ اسی طرح دیوانہ آدمی اور غلام بھی ہے۔ اس کے علاوہ اگر کسی آدمی کے ساتھ زبردستی بُرا کام ہو گیا ہو اور وہ بچنے کی کوشش کرنے کے باوجود عملی طور پر بچ نہ سکا ہو تو اس پر کوئی شرعی حد جاری نہیں ہوتی۔

لواط کے شرعی ثبوت کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ چار عادل مرد اتفاق سے خود اپنی آنکھوں سے کسی کو کسی کے ساتھ لواط کرتے دیکھ لیں۔ اگر گواہ چار سے کم ہوں تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جاتی اور لواط کی حد جاری نہیں ہوتی۔ اگر چار سے کم عادل آدمیوں نے دیکھا ہو تو انہیں گواہی نہیں دینی چاہیئے ورنہ خود ان پر قذف یا تہمت کی حد جاری ہو جاتی ہے۔ اس کا ذکر ابھی ہونے والا ہے۔ اگر لواط اور داخل کرنے والا شخص عادل گواہوں کی گواہی سے پہلے ہی توبہ کرلے تو اس پر شرعی حد جاری نہیں ہوتی اور اسے قتل نہیں کیا جاتا۔ اقرار یا گواہی کا موضوع پاخانے کے مقام میں شرمگاہ داخل کرنا ہو تب قتل والی حد جاری ہوتی ہے۔ اور اگر داخل کئے بغیر ہی دو

مردوں نے منی نکالی ہو، مثلاً دوسرے کی ران میں دبا کر یا کولہوں سے لگا کر، تو اس کی حد ایک سو کوڑوں کی سزا ہے۔

لواط کی سزا قتل کیوں؟

دو ایسے آدمی جنھوں نے شرم و حیا کھودی ہو، انسانیت کے اصول بھلا دیئے ہوں اور اس حد تک بے حیا ہو گئے ہوں کہ چار عادل مرد انہیں جنسی انحراف میں مبتلا ہوتے ہوئے دیکھ لیں تو یقیناً ایسے لوگ معاشرے کے لئے بد ترین ناسور کے سوا اور کیا ہیں؟ اگر ایسے لوگ زندہ رہ جائیں تو پورے معاشرے کو اپنی طرح آلودہ اور منحرف کرتے رہیں۔ قومِ لوط کا حال یہی تو ہوا تھا۔ پہلے شیطان اس قوم کے ایک آدمی کو اس گناہ میں آلودہ کیا تھا۔ پھر اس بد بخت نے دوسروں کو بھی ایسا کرنے پر اکسایا۔ یہاں تک کہ قومِ لوط کا یہ حال ہو گیا تھا کہ دوسروں کی نظروں کے سامنے مرد مرد پر سوار ہو جاتے تھے اور جنسی بد فعلی کر بیٹھتے تھے اور عورتیں عورتوں کے ساتھ جنسی ملاپ کر لیتی تھیں! یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر آدمی پشیمان نہ ہو اور توبہ نہ کرے۔ تو درحقیقت خدا کا انکار کرنے والے کافر کی طرح ہو جاتا ہے اور آخرت میں اسی کے جیسے ہمیشہ کے عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ بہر حال ایسے شخص کو قتل کر دینے اور جلا دینے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

اسلام زنا اور لواط جیسے بڑے بڑے گناہوں پر قابو پانے کے لئے بڑی سزائیں مقرر کرتا ہے لیکن ساتھ ساتھ اسلام یہ بھی چاہتا ہے کہ یہ کام کھلے عام

نہ ہونے پائے۔ اسی لئے زنا اور لواط کا جرم ثابت ہونے کے لئے چار گواہوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ دو بلکہ تین عادل گواہوں سے بھی یہ جرم ثابت نہیں ہوتا۔ قتل جیسی بڑی سزا رکھنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگ اپنی جان بچانے کے لئے یا تو ایسی بدکاری کریں ہی نہیں، یا پھر اگر کریں بھی تو لوگوں کی نظروں سے چھپ کر کریں۔ گناہوں کو پھیلنے سے بچانے کا یہ شرعی طریقہ ہے، اور یہ ڈھیل بھی ہے کہ گواہی سے پہلے اگر بدکاری کرنے والے لوگ پشیمان ہو جائیں اور توبہ کرلیں تو انہیں قتل نہیں کیا جاتا۔ البتہ گواہی کے ذریعے جرم ثابت ہونے کے بعد توبہ کرنے سے شرعی حد ساقط نہیں ہوتی اور قتل کرنا ہی پڑتا ہے۔

جہاں تک اقرار کا تعلق ہے، آدمی اگر خود اقرار کرے کہ اس نے زنا یا لواط کیا ہے تو تین مرتبہ کے اقرار سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر اقرار کرنا ہے تو قاضی کے سامنے چار مرتبہ اقرار کرنا پڑتا ہے۔ اس بات کا بھی خیال کیا جاتا ہے کہ اقرار کرنے والے نے صاف الفاظ میں کھل کر اقرار کیا ہو۔ اشارے کنایئے میں بات نہ کی ہو۔ اس کے ساتھ مذاق، مزاح یا نفسیاتی بیماری وغیرہ کا احتمال بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ آدمی ایسے ہی نہ کہہ رہا ہو اور حقیقت میں اس نے ایسا کچھ نہ کیا ہو۔ ایسا اس لئے ہے کہ آدمی کو اپنے گناہ کی انتہائی خرابی کا اندازہ ہو جائے اور وہ یا تو اقرار نہ کرکے اپنی جان بچالے لیکن آئندہ ایسے کام سے بچا رہے یا پھر اپنے خلاف اقرار کرکے اگر جان دے بھی دے تو بھی معاشرے کو عبرت ہو۔ اصل مقصد یہ ہے کہ معاشرے میں ایسا برا کام نہ پھیلے۔ اصل مقصد بدفعلی کرنے والے کی جان لینا نہیں ہے۔

اسی لئے چار عادل گواہوں یا چار مرتبہ اقرار کرنے کی شرط ہے۔ البتہ اقرار کرنا اگرچہ شرعی حاکم کے سامنے ہو، مکروہ ہے۔

یہ بات ثابت ہے کہ اقرار کر کے شرعی طریقے سے اپنی جان دیدینے والے شخص پر آخرت میں کوئی عذاب نہیں ہوتا۔ دنیا میں شرعی سزا پالینے کے بعد یقیناً وہ گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے راز کو فاش نہ کرے اور بس اپنے پروردگار ہی کی بارگاہ میں اپنا معاملہ پیش کردے۔ توبہ کرے، روئے خدا کے سامنے تضرّع وزاری اور پشیمانی کا اظہار کرے۔ انشاء اللہ خدا خود اسے معاف کردے گا اور اس کی زندگی اس کے بعد نیک کاموں میں صرف ہوگی۔ البتہ توبہ کرلینے کے بعد بھی آدمی کو مطمئن نہیں ہوجانا چاہیے کہ خدا آخرت میں اس پر عذاب نہیں کرے گا۔ یہ اُمید رکھنی تو چاہیئے۔ مگر اس کے ساتھ ہی برابر کا خوف بھی رکھنا چاہیئے۔

آخر میں ہم کچھ روایتیں پیش کر رہے ہیں:۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام سے مروی ہے کہ: (قَالَ اَمِیْرُ الْمُوْمِنِیْنَ لَوْ کَانَ یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یُرْجَمَ مَرَّتَیْنِ لَرُجِمَ اللُّوْطِیُّ (فروغ کافی کتاب الحدود صفحہ نمبر ۱۹۹)

"اگر کوئی شخص دو بار سنگسار ہونے کا مستحق ہوتا تو یقیناً وہ لواط کرنے والا شخص ہوتا!"

آسمانی شریعتیں سب اس بات پر متفق ہیں کہ لواط کے خلاف سختی سے کام لینا چاہیئے۔ ایک طرف تو لواط کی وجہ سے نسلِ انسانی کا سلسلہ ختم ہونے کا اندیشہ

رہتا ہے۔ تو دوسری طرف معاشرہ طرح طرح کی جسمانی بیماریوں اور روحانی و اخلاقی خرابیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ لڑکے کی مردانگی کی صفت ختم ہو جاتی ہے اور وہ معاشرے کے اہم کام مردانہ وار طریقے سے انجام نہیں دے سکتا۔ اس طرح بھی معاشرہ نقصان کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی لئے لازمی ہے کہ مرد اور عورت شادی کر کے نہ صرف اپنے جنسی جذبات کی تسکین کریں۔ بلکہ انسانی نسل کی بقاء کا انتظام بھی صحیح روش پر کریں۔ اور اس سلسلے کو کمزور نہ ہونے دیں۔

توبہ کرنے والے کو آگ نہیں جلا سکی

فروعِ کافی کتاب الحدود (شرعی حد والے موضوع) میں امام صادق علیہ السّلام کی یہ روایت موجود ہے کہ:

ایک دن امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے آکر کہا: "یا امیر المومنینؑ! میں نے ایک لڑکے کے ساتھ لواط کر لیا ہے! مجھے پاک کر دیجئے! (یعنی مجھ پر شرعی حد جاری کر دیجئے!)"
حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا: "اپنے گھر چلے جاؤ شاید تم سے اشتباہ ہوا ہے۔"

اگلے دن وہ پھر آ گیا۔ اس نے ایک بار پھر اقرار کیا اور حد جاری کرنے پر اصرار کیا۔ حضرت نے دوسری مرتبہ بھی فرمایا "اپنے گھر چلے جاؤ شاید اس وقت تم ہوش میں نہیں ہو۔" وہ چلا گیا لیکن تیسری مرتبہ پھر آیا اور اقرار کر کے شرعی

حد جاری کرنے کا تقاضا کیا۔

آخر کار جب چوتھی مرتبہ وہ آیا تو حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا:

"پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے موقعے کے لئے تین طریقے بیان فرمائے ہیں، تم جس طریقے کو چاہو اس کے مطابق تمھیں قتل کر دیا جائے گا۔ یا تو ہاتھ پاؤں باندھ کر اونچے پہاڑ پر سے پھینک دیا جائے، یا تجھے تلوار سے قتل کر دیا جائے یا آگ میں زندہ جلا دیا جائے؟"

اس نے عرض کیا: "یا علیؑ! ان میں سے کون سا طریقہ زیادہ سخت ہے؟" امام نے فرمایا: "آگ میں جلا دینا۔" اس نے کہا "میں نے اسی کو پسند کر لیا!"

پھر وہ شخص حضرت علی علیہ السّلام کی اجازت سے کھڑا ہوا، اس نے دو رکعت نماز پڑھی اور کہنے لگا:

"خدایا! مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا تھا، تو اس سے بخوبی واقف ہے۔ میں اپنے اس گناہ سے ڈر گیا اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی کے پاس آکر میں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ مجھے گناہ سے پاک کر دے۔ اس نے مجھے تین طریقے کی سزاؤں میں اختیار دیا۔ خداوندا! میں نے ان میں سے سخت ترین سزا کا اختیار کر لیا ہے اور اب تجھ سے چاہتا ہوں کہ اس سزا کو میرے گناہوں کا کفارہ قرار دے دے اور جہنم میں تو نے جو آگ بھڑکائی ہے اس سے مجھے نہ جلانا۔"

ساتواں گناہ : قطعِ رحمی

گناہانِ کبیرہ میں سے ساتواں گناہ، قطعِ رحمی ہے۔ اس کی وضاحت حضرت امام جعفرِ صادقؑ، امام موسیٰ کاظمؑ، امام علی رضاؑ اور امام محمد تقی علیہم السّلام نے فرمائی ہے۔ قرآنِ مجید نے بھی قطعِ رحمی کرنے والوں کو آتشِ جہنّم اور خدا کی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے۔ ایسے لوگ نقصان اٹھانے والے بتائے گئے ہیں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ:

قطعِ رحمی کرنے والوں سے بچّو کیوں کہ میں نے انہیں قرآنِ مجید میں تین مقامات پر ملعون پایا ہے۔

۱۔ سورۂ بقرہ میں پروردگارِ عالم ارشاد فرماتا ہے کہ: وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ [1] "وہ لوگ جو خدا سے عہد و پیمان کرنے کے بعد اسے توڑ

---

[1]: سورۂ بقرہ ۲: آیت نمبر ۲۵

پھر وہ روتا ہوا اٹھا اور اس گڑھے میں کود گیا جس میں ایندھن جلا کر آگ بھڑکا دی گئی تھی۔ وہ آگ میں بیٹھ گیا اور آگ نے اسے ہر طرف سے گھیر لیا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام نے اس کی حالت دیکھ کر گریہ فرمایا۔ دیگر تمام اصحاب بھی رو رہے تھے پھر حضرتؑ نے فرمایا "اٹھ جا اے مرد کہ جس نے آسمان اور زمین کے فرشتوں کو رُلا دیا! یقیناً خدا نے تیری توبہ قبول کر لی ہے۔ اٹھ جا البتہ اس گناہ کی طرف واپس نہ جا جو تو نے کیا تھا!"

پھر یہ ہوا کہ توبہ کرنے والا وہ مرد آگ کے شعلوں میں سے صحیح و سالم باہر نکل آیا۔ توبہ کرنے والے کو آگ جلا نہیں سکی۔

ایک قابلِ توجّہ نکتہ

مجتہدین کے درمیان مشہور ہے کہ اگر اقرار کے بعد شرعی حد جاری کرنے کے لئے گناہگار آدمی پہنچ جائے اور قتل کئے جانے سے پہلے توبہ کرلے تو امامؑ کو اختیار ہے کہ اس پر حد جاری کریں یا نہ کریں۔ اوپر والی حدیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امام علیہ السّلام نے اس پر حد جاری ہونے نہیں دی۔ البتہ چار گواہوں کی گواہی کے بعد توبہ کرنے سے حد پر عمل درآمد رُک نہیں سکتا۔

لواطت کرنے والے کی ماں، بہن اور بیٹی کا حکم

یہ بات جان لینی چاہیئے کہ اگر آدمی کسی لڑکے کے ساتھ اغلام کرے یعنی اس کے پاخانے کے مقام میں داخل کرے تو اس لڑکے کی ماں، بہن اور بیٹی ہمیشہ کے لئے اس آدمی پر حرام ہو جاتی ہیں۔ یعنی کبھی وہ آدمی اس لڑکے کی ماں، بہن یا بیٹی سے شادی نہیں کر سکتا۔

بارھواں گناہ

قذف

How many of us indulge in this sin, every day!! And think we are doing a very holy duty!!!

بارہواں گناہ : قذف

(پاک دامن مرد یا عورت پر تہمتِ زنا یا لواط)

بارہواں گناہِ کبیرہ قذف ہے، یعنی مسلمان اور پاک دامن عورت یا مرد پر زنا یا لواط کی تہمت لگانا۔ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم، امام علی رضا اور امام محمد تقی علیہم السّلام سے جو احادیث اس موضوع پر وارد ہوئی ہیں ان میں صاف موجود ہے کہ یہ ایک گناہِ کبیرہ ہے۔ قرآنِ مجید میں اس گناہ پر عذاب کی بات بھی ذکر ہے۔ سورۂ نور میں ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ یَّوْمَ تَشْھَدُ عَلَیْھِمْ اَلْسِنَتُھُمْ وَاَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (سورۂ نور ۲۴: آیت نمبر ۲۳ اور ۲۴)

"یعنی بے شک جو لوگ پاک دامن، بے خبر اور ایمان دار عورتوں پر زنا

کی تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان پر بڑا سخت عذاب ہوگا اُس دن جب ان کے خلاف ان کی زبانیں گواہی دیں گی اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کی کارستانیوں کی گواہی دیں گے"۔

ان کو رد کر دیا جائے

یعنی جو لوگ پاک دامن مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں وہ ملعون ہیں۔ دنیا میں بھی وہ جب تک ہیں خُدا کی لعنت کے مستحق ہیں اور آخرت میں بھی وہ خُدا کی رحمت سے محروم رہیں گے اور طرح طرح کے عذاب جھیلیں گے۔ خُدا کے بندوں کو بھی چاہیئے کہ وہ ایسے ملعون اور خُدا کے غضب کا نشانہ لوگوں کو اپنے پاس بھٹکنے نہ دیں اور ان کی تہمت کو درست تسلیم نہ کریں۔ ایسے لوگوں پر دنیا میں بھی شرعی حد عائد ہوتی ہے اور ان کی گواہی تہمت ثابت ہو جانے کے بعد پھر کبھی کسی بھی موضوع میں قبول نہیں ہوتی۔

جہنّمی شخص کے اعضاء

امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ:

وَلَيْسَتْ تَشْهَدُ الْجَوَارِحُ عَلٰى مُؤْمِنٍ اِنَّمَا تَشْهَدُ عَلٰى مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ (کافی)

"یعنی اعضاء جوارح حقیقی مومن کے خلاف گواہی نہیں دیں گے بلکہ

یہ تو صرف ایسے شخص کے خلاف گواہی دیں گے جس کو جہنم میں بہر حال جلنا ہو۔"
زنا یا لواط کی تہمت لگانے والا شخص ایسا ہی ہے۔ یعنی چونکہ وہ جہنم میں داخل
ہونے کا مستحق ہے اسی لئے قرآنِ مجید کی نص کے مطابق اس کے اعضاء اس کے
خلاف گواہی دیں گے۔

قذف کی سزا ـــــ ردّ شہادت اور فسق

سورۂ نور میں یہ بھی ارشاد ہے کہ:
وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ
فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (سورۂ نور آیت نمبر ۴)
"اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر اپنے دعوے
پر چار گواہ پیش نہ کریں تو انہیں اسّی کوڑے مارو اور پھر آئندہ کبھی ان کی گواہی
قبول نہ کرو اور یاد رکھو کہ یہ لوگ خود بدکار ہیں"
اس آیۂ شریفہ میں قذف لگانے یعنی زنا یا لواط کی تہمت لگانے والے
کے لئے تین حکم موجود ہیں، ایک تو یہ کہ اس پر شرعی حد لگائی جائے دوسری
بات یہ کہ اس کی گواہی آئندہ کبھی بھی قبول نہ کی جائے اور تیسرا حکم یہ ہے کہ ایسے
شخص کو ہمیشہ کے لئے فاسق اور غیر معتبر سمجھا جائے۔
اسلامی معاشرے میں عفّت و عزّت کی حفاظت پر کافی زور دیا جاتا

ہے اسکا طریقہ یہ ہی ہے کہ تہمت لگانے والے کو سزا دی جائے ظاہر ہے جب قوم میں تہمتوں کا رواج بڑھ جائے گا تو پوری قوم اور ملّت کا استقلال محفوظ نہیں رہ سکے گا اور قوم جب اپنے افراد کا دفاع نہیں کر سکتی تو وطن کا دفاع بھی کرنے کے قابل نہیں رہتی (ماخوذ از "برھانِ قرآن")

کتاب "اسلام و صلحِ جہان" میں لکھا ہے کہ نامناسب تہمتوں کی روک تھام کے لئے خود ایسی تہمت لگانے والوں کو شرعی لحاظ سے اسّی کوڑے لگائے جاتے ہیں جو مجموعی طور پر چار عادل گواہ فراہم نہ کر سکیں۔ یہاں تک کہ تین عادل گواہ بھی گواہی دیدیں اور چوتھا عادل گواہ نہ ملے جس نے بدکاری کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہو تو ان تینوں کو اسّی اسّی کوڑے لگ جاتے ہیں۔ البتہ اگر شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے پاس گواہ موجود نہ ہوں تو گھریلو فضا کو درست رکھنے کے لئے اس سے گواہوں کو طلب نہیں کیا جاتا۔ بس اسے چار مرتبہ اپنی سچّائی پر خُدا کو گواہ بناتے ہوئے کہنا ہوتا ہے کہ اس کی بیوی نے زنا کیا ہے اور پانچویں بار یہ کہنا ہوتا ہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو خُدا کی لعنت خود اس پر ہو۔ پھر عورت کو شرعی سزا دے دی جاتی ہے۔ البتہ خود عورت کو بھی اسی طرح حق دیا جاتا ہے کہ وہ چار مرتبہ خُدا کو گواہ بناتے ہوئے یہ کہے کہ اس کا شوہر جھوٹ بول رہا ہے اور پانچویں بار عورت کو یہ کہنا ہوتا ہے کہ اس کا شوہر سچ کہہ رہا ہے تو خدا کا قہر و غضب اور لعنتِ خُدا اس (عورت) پر ہو تو وہ سزا سے بچ جاتی ہے۔ یہ احکام سورۂ نوح کی آیت نمبر ۶ اور ۷ سے ثابت ہیں۔

یہ بات جان لینا چاہیئے کہ تہمت ہو یا حقیقت ہر لحاظ سے کسی پر زنا یا لواط کا حکم لگا دینا اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ آدمی خود اپنی آنکھوں سے ایسا ہوتے ہوئے اور شرمگاہ کو داخل ہوتے ہوئے نہ دیکھے۔ البتہ آنکھوں سے دیکھ لینے کے باوجود قاضی کے سامنے اس وقت تک گواہی دینا حرام ہے جب تک اس کے علاوہ تین عادل گواہوں نے (جب کہ وہ خود بھی عادل ہو) ایسا منظر نہ دیکھا ہو۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا چار سے کم گواہوں کو فاسق قرار دیا جاتا ہے اور زنا یا لواط کرنے والے شخص کے بجائے خود ان گواہوں کو سزا دے دی جاتی ہے اور ہر ایک کو اسّی اسّی کوڑے لگ جاتے ہیں۔

زنا یا لواط کی تہمت لگانے والے مومن نہیں

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ "جو شخص قذف کرتا ہے خداوند تعالٰے اسے مومنین کی صف سے نکال دیتا ہے اور اس کو فاسق قرار دیتا ہے۔ فاسق بھی مومن کی ضد ہے۔ جس طرح کہ خدا خود فرماتا ہے:

اَفَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا کَمَنْ کَانَ فَاسِقًا لَّا یَسْتَوُوْنَ (سورۂ سجدہ ۳۲: آیت نمبر ۱۸) "آیا جو شخص مومن ہو ایسے شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو فاسق ہو؟ ہرگز نہیں، ایسے لوگ برابر نہیں ہو سکتے"۔

حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ قول ہے کہ:

مَنْ رَمٰی مُحْصِنًا اَوْ مُحْصِنَۃً اَحْبَطَ اللّٰہُ عَمَلَہٗ وَجَلَدَہٗ یَوْمَ

دیتے ہیں، اُس تعلق کو قطع کر دیتے ہیں جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے (قطع رحمی کرتے ہیں) اور زمین میں فساد پیدا کرتے ہیں یہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔"

قرآنِ مجید کی اصطلاح میں "خاسر" یعنی نقصان اٹھانے والا اسے کہا جاتا ہے جس پر آخرت میں عذاب ہو اور بعد میں آنے والی دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قطع رحمی کرنے والا ملعون ہے۔

۲۔ سورۂ رعد میں ارشاد ہوا: وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ[1] "وہ لوگ جو خدا سے عہد و پیمان کرنے کے بعد اسے توڑ دیتے ہیں، اس تعلق کو قطع کر دیتے ہیں جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے (قطع رحمی کرتے ہیں) اور زمین میں فساد پیدا کرتے ہیں ان پر خدا کی لعنت ہے اور ان کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے۔"

۳۔ سورۂ محمدؐ میں ارشاد ہوا: فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓی اَبْصَارَهُمْ[2] "یعنی کیا اس بات کی توقع نہیں کہ اگر تم لوگوں کے نگران بن جاؤ تو زمین میں فساد پیدا کرنے لگو اور اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے لگو؟ ایسا کرنے والے وہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور ان کو بہرا اور اندھا کر دیا ہے۔"

---

[1]: سورۂ رعد ۱۳: آیت نمبر ۲۶

[2]: سورۂ محمد ۴۷: آیت نمبر ۲۴-۲۵

الْقِيٰمَةِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ ثُمَّ يُؤْمَرُ بِهٖ اِلَى النَّارِ (وسائل الشیعہ کتاب الحدود)

"جو شخص پاک دامن مرد یا پاک دامن عورت پر بدکاری کا الزام لگائے گا خدا اس کے تمام نیک اعمال حبط کرے گا (کوئی ثواب نہیں دے گا) اور قیامت کے دن اسے ستر ہزار فرشتے سامنے اور پیچھے سے اس وقت تک کوڑے مارتے رہیں گے جب تک اسے جہنّم میں ڈال دینے کا حکم نہیں ملے گا"۔

قذف کی حد

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً (سورۂ نور ۲۴: آیت نمبر ۴)

اس آیۂ شریفہ سے، بہت سی روایتوں سے اور تمام مجتہدوں کے فتووں سے استفادہ ہوتا ہے کہ زنا یا لواط کا الزام لگانے والوں میں سے ہر ایک کو (بشرطیکہ وہ چار عادل گواہ بیک وقت نہ ہوں) اسّی اسّی کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ البتہ اس کی چند شرطیں ہیں:

۱ــــ الزام لگانے والا شخص بالغ اور عاقل ہو۔ پس اگر نابالغ بچّہ یا دیوانہ آدمی اتنا بڑا الزام لگائے تو اُسے اسّی کوڑے نہیں لگائے جاتے بلکہ کوئی سزا نہیں دی جاتی۔ ایک اور شرط یہ ہے کہ عاقل و بالغ شخص نے سوچ سمجھ کر اپنے اختیار سے الزام لگایا ہو۔ پس اگر ثابت ہو جائے کہ بھول

ہو گئی تھی یا محض مذاق میں ایسی بات کہی گئی تھی تو شرعی حد جاری نہیں ہوتی۔

۲ــــــ جس شخص پر زنا یا لواط کی تہمت لگائی گئی ہو اس میں پانچ صفات دیکھی جاتی ہے: ایک تو یہ کہ وہ بالغ ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ عاقل ہو اور دیوانہ نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ وہ آزاد ہو غلام نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ وہ مسلمان ہو اور کافر نہ ہو اور پانچویں یہ کہ وہ بظاہر پاک دامن ہو۔ پس اگر کوئی شخص متجاہر بالفسق ہو یعنی بُرے کام کُھل کر کرتا ہو تو اس کے خلاف الزام لگانے سے الزام لگانے والے پر شرعی حد جاری نہیں ہوتی۔ الغرض جو شخص اس بات کو پسند نہ کرتا ہو کہ اس پر زنا یا لواط کی تہمت لگائی جائے تو اسے پاک دامن شمار کیا جائے گا۔ بہرحال ان پانچ شرطوں میں سے کوئی شرط اگر ملزم میں موجود نہ ہو تو الزام لگانے پر شرعی حد نہیں لگائی جاتی۔

۳ــــــ تہمت صاف الفاظ میں زنا اور لواط کی ہو۔ پس اگر تہمت لگانے والا اشارے کنارے میں بات کرے یا جس شخص پر الزام لگا رہا ہے اسے " اے لواط کرنے والے، اے لواط کرانے والے یا اے زنا کرنے والے " جیسے الفاظ سے پکارے تو اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ ایسی صورت میں ملزم کو حق ہوتا ہے کہ وہ الزام لگانے والے شخص پر شرعی حد لگانے کا مطالبہ کرے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ الزام مخاطب کے علاوہ کسی اور شخص پر ہوتا ہے۔

مثلاً الزام لگانے والا کہے کہ "تمہارا باپ لواطت کرتا تھا یا زنا کرتا تھا" تو ایسی صورت میں الزام لگانے والے شخص کو سزا دلانے کا حق مخاطب کے باپ کو ہے۔ البتہ کیوں کہ ملزم خود مخاطب کا باپ ہے اور اس طرح مخاطب کی بھی ہتکِ عزّت ہو رہی ہے اس لئے وہ شرعی حد (اسّی کوڑے) کی سزا تو نہیں دلوا سکتا لیکن تعزیز (اس حد تک ڈانٹ یا مار کہ آدمی آئندہ الزام نہ لگائے) دلوا سکتا ہے جو کہ شرعی حد سے کم ہوتی ہے۔

اسی طرح اگر کوئی کہے "اے حرام زادے، اے زنا کے نطفے سے پیدا ہونے والے" وغیرہ وغیرہ تو ایسی صورت میں شرعی حد کے مطابق سزا دلوانے کا حق خود اس کو ہے جس پر زنا کی تہمت لگی ہے اور خود مخاطب کو تعزیز کا مطالبہ کرنے کا حق ہے۔

۴ــــ الزام لگانے والا اپنے سمیت کل چار عادل گواہ پیش نہ کر سکے جنہوں نے زنا یا لواط کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔

احترامِ حکمِ الٰہیٰ اور حفظِ آبرو

زنا اور لواط کا جرم ثابت کرنے کے لئے چار عادل گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ دیگر جرائم اور گناہ ثابت کرنے کے لئے صرف دو عادل گواہ کافی ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ زنا اور لواط جیسا اتنا بڑا الزام لگانے کی کوئی جرأت ہی نہ کرے اور صرف اس صورت میں جرأت کرے جب چار

عادل گواہ موجود ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ جس پر تہمت لگانے اور جسے رسوا کرنے کا ارادہ تھا وہ خود ہی توبہ کرے اور آئندہ ایسا بُرا کام نہ کرے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ محض کسی بات سے ڈر کر گناہ نہیں کرتا کہ لوگ اسے نہ دیکھ لیں اور گواہی نہ دیں ایک اور بات یہ ہے کہ زنا اور لواط کے موقعے پر کیوں کہ سزا قتل کرنے کی حد تک پہنچ جاتی ہے اس لئے گواہوں کی تعداد بھی زیادہ رکھی گئی ہے۔ دراصل زنا یا لواط دو آدمیوں کے درمیان ہوتا ہے اس لئے دو عادل گواہ فاعل کے لئے اور دو عادل گواہ مفعول کے لئے، اس طرح کل چار عادل گواہ درکار ہوتے ہیں۔

۵ ـــــ جس شخص پر الزام لگایا گیا ہو اگر وہ اپنے الزام سے انکار کردے تو الزام لگانے کی حد الزام لگانے والے پر جاری ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ خود ملزم ایسا چاہے۔ پس اگر ملزم الزام لگانے والے کو معاف کردے تو اس پر الزام لگانے کی حد جاری نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر ملزم تصدیق کرے اور اقرار کرے تب بھی الزام لگانے کی سزا نہیں ملتی۔

بروزِ قیامت گناہ کی تلافی

ایک عورت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا یارسول اللہ اِنِّیْ قُلْتُ لِاَمَتِیْ یَازَانِیَۃُ "یارسول اللہ! میں نے اپنی کنیز سے کہہ دیا تھا اے زانیہ! (زنا کرنے والی)"

فَقَالَ ھَلْ رَاَیْتِ عَلَیْھَا زِنًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: "کیا تم نے کبھی اس کو زنا کرتے دیکھا؟" فَقَالَتْ لَا اس نے کہا" جی نہیں" فَقَالَ اَمَا اِنَّهَا سَتُقَادُ مِنْكِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ کہ قیامت کے دن تمہارے اعمال میں سے اس کنیز کو صلہ مل جائے گا اور تلافی ہو جائے گی"۔

فَرَجَعَتْ اِلٰى اَمَتِهَا فَاَعْطَتْهَا سَوْطًا ثُمَّ قَالَتْ اِجْلِدِيْنِيْ وہ عورت واپس لوٹ کر اپنی کنیز کے پاس گئی اور اس کے ہاتھ میں ایک کوڑا تھما دیا اور کہا کہ مجھے کوڑے مارو! فَاَبَتِ الْاَمَةُ فَاَعْتَقَتْهَا ثُمَّ اَتَتْ اِلَى النَّبِيِّ فَاَخْبَرَتْهُ لیکن کنیز نے انکار کیا تو اس عورت نے اسے آزاد کر دیا۔ پھر وہ عورت نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور یہ ماجرا سنایا فَقَالَ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ بِهٖ (وسائل الشیعہ کتاب الحدود) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا "ہو سکتا ہے تمہارا یہ عمل تمہارے اُس کہے کی تلافی بن جائے اور آخرت میں تمہیں کوئی عذاب یا نقصان نہ ہو"۔

قذف سے توبہ

جو شخص کسی مسلمان کو زنا یا لواط کی نسبت دیتا ہو اسے جان لینا چاہیئے کہ قذف یا تہمت لگانا ایسے گناہوں میں سے ہے جس کے دو پہلو ہیں۔ ایک حق الناس اور ایک حق اللہ۔ جہاں تک حق الناس یا انسانی حقوق کا تعلق ہے، کیونکہ تہمت کے ذریعے ایک مسلمان کی آبرو پر زد آئی ہے اِس لئے اُس مسلمان کو حق

ہے کہ وہ شرعی حاکم کے پاس اُسے لے کر جائے۔ پس اگر تہمت لگانے والا اقرار کرے
کہ اس نے تہمت لگائی ہے یا دو عادل گواہی دیں کہ انھوں نے اُسے تہمت لگاتے
سنا ہے تو حاکمِ شرعی اُسے اسّی کوڑے لگانے کا حکم دیدے گا۔ تہمت لگانے والے
پر واجب ہے کہ وہ خود کو اس شخص کے حوالے کر دے جس پر اس نے تہمت لگائی
تھی اور جو اُسے سزا کے لئے قاضی کے پاس لے جانا چاہ رہا ہو۔ البتہ تہمت لگانے والے
کو یہ حق ہے کہ وہ اس سے معاف کر دینے کا تقاضا کرے اور اُسے راضی کرے۔ اگر
وہ بخش دے تو زنا یا لواط کی تہمت لگانے والے کو شرعی سزا نہیں ملتی، اور اگر وہ
معاف نہ کرے اور اس وقت تک اس پر شرعی حد بھی جاری نہ ہو کہ تہمت لگایا
جانے والا شخص مَر جائے تو اُسے سزا دلانے کا حق مرحوم کے وارثوں کو منتقل ہو جاتا
ہے۔ اب تہمت لگانے والے شخص کا فرض ہو جاتا ہے کہ یا تو شرعی حاکم کے پاس
جانے کے لئے وہ خود کو وارثوں کے حوالے کر دے یا اُن سے معافی مانگ لے۔ اگر
مرحوم کے وارث معاف کر دیں تو وہ سزا سے بچ جائے گا۔

سماعہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ایسے شخص کے
بارے میں پوچھا جو دوسرے شخص کو زنا کی تہمت دیتا ہو لیکن تہمت لگایا جانے
والا شخص اُسے معاف کر دیتا ہو لیکن بعد میں معاف کر دینے پر اُسے پشیمانی ہوتی
ہو (کہ کاش اُسے معاف نہ کرتا اور سزا دلاتا) تو آیا اُسے سزا دلانے کا حق ہے؟
فَقَالَ لَيْسَ لَهُ حَدٌّ بَعْدَ الْعَفْوِ امامؑ نے فرمایا: "معاف کر دیئے جانے
کے بعد پھر اُسے کوئی سزا نہیں مل سکتی"۔

سماعہ کہتے کہ: اگر وہ شخص کہے اے زنا کرنے والی کے بیٹے! لیکن وہ اُسے معاف کر دے اور معاملہ خدا پر چھوڑ دے تو کیا حکم ہے؟"

فَقَالَ اِنْ کَانَتْ اُمُّہٗ حَیَّۃً فَلَیْسَ لَہٗ اَنْ یَّعْفُوْ امامؑ نے فرمایا: اگر اسکی کی ماں زندہ ہے تو اس بیٹے کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ خود معاف کر دے"۔ اَلْعَفْوُ اِلٰی اُمِّہٖ مَتٰی شَآءَتْ اَخَذَتْ بِحَقِّھَا" معاف کر دینا اس کی ماں کا حق ہے جب چاہے اپنا یہ حق استعمال کرے"۔ قَالَ، فَاِنْ کَانَتْ اُمُّہٗ قَدْمَاتَتْ فَاِنَّہٗ وَلِیُّ اَمْرِھَا یَجُوْزُ عَفْوُہٗ (وسائل الشیعہ کتاب الحدود ابواب القذف باب ٣٠) پھر امامؑ نے فرمایا "اگر اس کی ماں مرچکی ہو تو پھر ماں کا حق اُسے حاصل ہو جاتا ہے اور پھر اس کے لئے معاف کر دینا جائز ہے"۔

تہمت لگانے والے شخص پر واجب ہے کہ شرعی سزا پالینے یا تہمت لگائے جانے والے شخص کی جانب سے معافی حاصل کر لینے کے بعد شرعی حاکم اور دیگر مسلمانوں کے سامنے اپنی تہمت کا ازالہ کرے اور اقرار کرے کہ اُس نے جھوٹ بولا تھا۔ مثلاً وہ کہے کہ میں نے فلاں شخص کو زنا کی جو تہمت دی تھی وہ جھوٹ تھی۔ اس حد تک اسے اپنی تہمت کی تردید کرنی ہو گی کہ وہ تمام لوگ یہ خبر ہو جائیں جنھوں نے وہ تہمت سُنی تھی۔

فِی الصَّحِیْحِ عَنِ ابْنِ سِنَانٍ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ الْمَحْدُوْدِ اِذَا تَابَ اَتُقْبَلُ شَھَادَتُہٗ؟ ابن سنان سے یہ صحیح روایت مروی ہے کہ انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے پوچھا: "ایک تہمت لگانے والے شخص پر

تہمت کی شرعی حد جاری ہو چکی ہو اور پھر وہ توبہ کرے تو کیا آئندہ اُس کی گواہی قبول ہوگی؟" فَقَالَ اِذَا تَابَ وَتَوْبَتُهٗ اَنْ يَّرْجِعَ فِيْمَا قَالَ وَيُكَذِّبَ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْاِمَامِ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِيْنَ اگر وہ توبہ کرے، اور اس کی توبہ یہ ہے کہ جو کہا تھا وہ الفاظ واپس لے لے اور امام کے سامنے اور مسلمانوں کے ساتھ اپنے آپ کو جھوٹا قرار دے۔" فَاِذَا فَعَلَ فَاِنَّ عَلَى الْاِمَامِ اَنْ يَّقْبَلَ شَهَادَتَهٗ بَعْدَ ذَالِكَ" اگر وہ ایسا کرے تو اسکے بعد امام کا فرض ہوگا کہ وہ اس کی گواہی قبول کرے اور اسے عادل جانے۔"

کتاب "تہذیب" اور کتاب "کافی" میں اِس مضمون کی کچھ اور روایات نقل ہوئی ہیں۔ اگر واقعی اُس نے زنا یا لواط کی نسبت جھوٹی دی تھی تو اپنی تہمت کو جھٹلانا ظاہر ہے سچ ہے اور اگر اُس نے واقعی اپنی آنکھ سے زنا یا لواط کرتے دیکھا تھا اور کُل چار عادل گواہ فراہم نہ ہو سکنے کی وجہ سے اُس پر تہمت کی شرعی حد جاری ہوئی ہو یا اُسے معافی مانگنی پڑی ہو تب بھی اُسے اپنی بات کو جُھٹلانا پڑے گا۔ اب وہ قصد کرے گا کہ اسلامی شریعت کی رو سے زنا یا لواط ثابت نہیں ہے اِس لئے شرعی لحاظ سے وہ جھوٹا قرار پاتا ہے اگرچہ حقیقت میں وہ سچا ہو۔ پس اپنے آپ کو جھٹلانا آیت کی رو سے صحیح ہے۔ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَاءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ. (سورۂ نور ۲۴: آیت نمبر ۱۳) "پس اگر وہ چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو خدا کے نزدیک یہی لوگ جھوٹے ہیں۔"

کتاب "نہایہ" میں شیخ نے فرمایا ہے "تہمت لگانے والے کی توبہ یہ ہے کہ وہ اس جگہ حاضر ہو جہاں اُس نے تہمت لگائی تھی اور وہاں مسلمانوں کے مجمع میں

اپنی تہمت کو جھٹلائے۔ تاکہ جن لوگوں نے وہ تہمت سنی ہو وہ اس کے جھوٹے ہونے کی بھی سن لیں اور اس طرح جس مسلمان پر الزام لگایا گیا تھا اس پر سے لوگوں کی بدگمانی ختم ہو جائے۔"

جہاں تک حق اللہ اور خدا کے حق کا تعلق ہے، خدا نے قرآن مجید میں زنا یا لواط کی تہمت لگانے کو حرام قرار دیا ہے اور شدت سے منع فرمایا ہے۔ پس تہمت لگانے والا شخص حکمِ خدا کی مخالفت کرنے والا ہے۔ اسی لئے وہ دنیاوی سزا کے علاوہ آخرت کے عذاب کا بھی مستحق ہے۔ البتہ اگر وہ سچے دل سے وہ توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے تو خدا بڑا غفور رحیم ہے: اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ وَ اَصۡلَحُوۡا ۚ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (سورۂ نور ۲۴: آیت نمبر ۵) "مگر ہاں جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کی تو بے شک خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔" یہاں اصلاح سے مراد یہ ہے کہ آدمی کی توبہ برقرار رہے اور اس کے کردار میں نیکی اور خیر کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دے۔

کتاب "مبسوط" میں شیخ فرماتے ہیں! توبہ کے بعد آدمی سے نیک اعمال ہی دیکھے جانے چاہئیں۔

اصلاح سے ممکن ہے یہ بھی مراد ہو کہ تہمت لگانے والا شخص، تہمت لگائے جانے والے شخص کے ساتھ صلح کرے یعنی یا تو اُس سے معافی حاصل کرے یا پھر شرعی حد کے لئے خود کو اس کے حوالے کردے۔ نیز اپنی تہمت کو جھٹلائے۔ یہ سب کرنے کے بعد وہ فاسق و کاذب نہیں رہتا۔ اُس کی گواہی قبول ہو سکتی ہے اور

وہ شرعی لحاظ سے عادل بن جاتا ہے۔

قذف اور دوسرے مسلمانوں کی ذمّہ داری

تہمت سُننے والے پر کچھ چیزیں واجب ہیں اور کچھ چیزیں حرام ہیں۔

اگر کوئی مسلمان سُنے کہ ایک شخص کسی دوسرے مسلمان کو زنا یا لواط کی نسبت دے رہا ہے تو اُس پر حرام ہے کہ وہ اس کی بات سُنے اور درست مان لے۔ ایسی نامناسب نسبت کو درست ماننا بھی حرام ہے اور جس مسلمان پر یہ تہمت لگائی گئی ہے اُس سے بدگمان ہونا اور اُسے بُرا سمجھنا بھی حرام ہے یہ بھی حرام ہے کہ ایسی سُنی سنائی بات کو دوسروں تک پہنچائے۔ جب تک چار عادل گواہ ایسا کرتے نہ دیکھ لیں اور شرعی قاضی کے پاس گواہی نہ دے دیں، یہ نسبت دینا حرام ہے۔ اگرچہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو یا اُسے تہمت لگانے والے کی بات پر یقین آگیا ہو۔ ظاہر ہے اگر سُننے والا آدمی دوسروں کو بھی بتائے گا تو تہمت لگایا جانے والا شخص بات پھیل جانے کی وجہ سے بے آبرو اور بدنام ہو جائے گا جو اسلام کو منظور نہیں ہے۔

تہمت سُننے والے پر واجب ہے کہ وہ تہمت لگانے والے شخص کو تہمت لگانے سے منع کرے اور اُسے ڈانٹے اِس لئے کہ جب تک چار عادل گواہ اُسے فراہم نہ ہو جائیں وہ جھوٹا اور فاسق ہی شمار ہوتا ہے۔ آدمی پر واجب ہے کہ چار عادل گواہوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے، اگرچہ بات حقیقت کے مطابق ہو، تب بھی اُسے تہمت ہی سمجھے اور ایسی نسبت دینے والے شخص کو جھوٹا اور فاسق قرار

روایات میں قطع رحمی کی مذمت

قطع رحمی کی مذمت میں بہت سی روایتیں آئی ہیں اُن میں سے بعض کو یہاں ذکر کیا جا رہا ہے۔ پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَلَا اِنَّ فِی التَّبَاغُضِ الْحَالِقَةُ لَا اَعْنِیْ حَالِقَةَ الشَّعْرِ وَلٰکِنْ حَالِقَةَ الدِّیْنِ[1]

"یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ آپس کی دشمنی (خاص طور پر رشتہ داروں کی دشمنی) میں تباہی ہے۔ میری مُراد سَر کے بالوں کی تباہی نہیں[2] بلکہ دین کی تباہی و بربادی ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں: اِتَّقُوا الْحَالِقَةَ فَاِنَّمَا تُمِیْتُ الرِّجَالَ قُلْتُ وَمَا الْحَالِقَةُ؟ قَالَ قَطِیْعَةُ الرَّحِمِ[3] "یعنی حالقہ سے بچو کیونکہ یہ لوگوں کو ہلاک کر دیتی ہے۔ راوی نے دریافت کیا کہ آخر حالقہ سے کیا مُراد ہے؟ امامؑ نے فرمایا: قطع رحمی کرنا۔"

خدا کے نزدیک بدترین کام

"جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ فَقَالَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَبْغَضُ اِلَی اللّٰہِ؟ فَقَالَ: اَلشِّرْکُ بِاللّٰہِ قَالَ ثُمَّ مَاذَا؟ فَقَالَ قَطِیْعَةُ الرَّحِمِ، قَالَ ثُمَّ مَاذَا؟ فَقَالَ: اَلْاَمْرُ بِالْمُنْکَرِ وَالنَّھْیُ عَنِ الْمَعْرُوْفِ[4] "یعنی ایک شخص نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1]: کتاب "کافی"، بابِ قطیعۃ الرحم

[2]: آپس کی دشمنی کے نتیجے میں صرف سَر کے بالوں اور جسم ہی کو نقصان نہیں پہنچتا بلکہ دین و ایمان بھی تباہ ہو جاتا ہے

[3]: کافی

دے۔ واجب ہے کہ ایسے آدمی کی گواہی قبول نہ کی جائے، مگر یہ کہ وہ مذکورہ طریقے سے توبہ واصلاح کرلے اور اپنی تہمت جھٹلادے۔ آدمی کو تہمت لگانے والے شخص سے کہنا چاہیئے کہ یہ بہت بڑا بہتان ہے اور ہم تمھاری بات کو شرعاً درست نہیں مان سکتے۔ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۱۲ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۱۲ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۱۳ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۱۴ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۱۵ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۱۶ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۱۷ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۱۸ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۂ نور ۲۴: آیت نمبر ۱۱ سے آیت نمبر ۱۹ تک)

یعنی" اور جب تم لوگوں نے اس کو سُنا تو اسی وقت ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں نے اپنے لوگوں پر بھلائی کا گمان کیوں نہ کیا اور یہ کیوں نہ بول اٹھے کہ یہ تو کھلا ہوا بہتان ہے، اور جن لوگوں نے تہمت لگائی تھی اپنے دعوے کے ثبوت میں چار گواہ کیوں نہ پیش کئے پھر جب ان لوگوں نے گواہ نہ پیش کئے تو

خدا کے نزدیک یہی لوگ جھوٹے ہیں اور اگر تم لوگوں پر دنیا اور آخرت میں خدا کا فضل (و کرم) اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس بات کا تم لوگوں نے چرچا کیا تھا اس کی وجہ سے تم پر کوئی بڑا (سخت) عذاب آن پہنچتا۔ کہ تم اپنی زبانوں سے اس کو ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے اور تم اپنی زبان سے اس کو ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تمہیں علم ویقین نہ تھا، اور (لطف تو یہ ہے کہ) تم نے اس کو ایک آسان بات سمجھی تھی حالانکہ وہ خدا کے نزدیک بڑی (سخت بات) تھی اور جب تم نے ایسی بات سنی تھی تو تم نے لوگوں سے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمکو ایسی بات منہ سے نکالنی مناسب نہیں۔ سبحان اللہ یہ بڑا بھاری بہتان ہے۔ خدا تمھاری نصیحت کرتا ہے اگر تم سچے ایماندار ہو تو خبردار پھر کبھی ایسا نہ کرنا۔ اور خدا تم سے (اپنے) احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور خدا تو بڑا واقف کار حکیم ہے۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمانداروں میں بدکاری کا چرچا پھیل جائے بے شک ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اور خدا اصل حال کو خوب جانتا ہے اور تم لوگ نہیں جانتے ہو۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ مَنْ قَالَ فِیْ مُؤْمِنٍ مَّا رَأَتْہُ عَیْنَاہُ وَسَمِعَتْہُ اُذُنَاہُ فَھُوَ مِنَ الَّذِیْنَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اِلٰی آخِرِ الْاٰیَۃِ۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں: "جو شخص کسی مومن کے بارے میں ایسی غلط بات کرے جس کو اس کی آنکھوں نے دیکھا ہو اور نہ کانوں نے سنا ہو تو وہ ایسے لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں خداوند تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ لا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ط وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۂ نور ۲۴: آیت نمبر ۱۹)

یعنی "جو لوگ چاہتے ہیں کہ مومنین کے درمیان بدکاری پھیلے (اور بدکاری کی تہمت پھیلاتے ہیں) ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے خدا مصلحت کو بہتر جانتا ہے اور تم لوگ نہیں جانتے۔" خلاصہ یہ ہے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھے بغیر زنا یا لواط کی نسبت لگانا حرام ہے، بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لے تو جب تک کُل چار عادل گواہوں نے نہ دیکھا ہو اسے بیان کرنا حرام ہے۔

البتہ اگر زنا کی تہمت بیوی پر شوہر لگائے تو اس کا حکم گذر چکا ہے کہ چار گواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ قاضی کے سامنے وہ شرعی طریقے سے کہتا ہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر خدا کی لعنت ہو، تو اس کی بات مان لی جاتی ہے۔ اس حکم کو "لعان" کہتے ہیں، اور جیسا کہ پہلے ذکر ہوا تہمت لگائے جانے والے شخص کی پانچ شرطیں ہیں۔ اگر وہ پانچ شرطیں نہ پائی جائیں تو دو عادل آدمیوں کے گواہی پر اسے تہمت لگانے کی سزا (اسّی کوڑے کی سزا) مل جائے گی۔ لیکن یہ کوڑے زنا اور شراب پینے کے جرم میں لگائے جانے والے کوڑوں سے ہلکے لگیں گے اور تہمت لگانے والے شخص کو زنا کرنے یا شراب پینے والے شخص کی طرح برہنہ پیٹھ پر نہیں لگائے جائیں گے، بلکہ کوڑے لگتے وقت قمیض اس کی پیٹھ پر موجود ہوگی۔

اگر قذف کے شرائط موجود نہ ہوں

اگر تہمت لگائے جانے والے شخص میں قذف کی مذکورہ پانچ شرطیں نہ ہوں تب بھی زنا یا لواط کی نسبت اسے دینا حرام ہے۔ بعض موقعوں پر ایسے شخص کو تعزیز (ڈانٹ پھٹکار) بھی کی جاتی ہے۔ البتہ اگر کوئی آدمی کسی مسلمان کو "حرام زادہ" کہہ دے تو اس پر تہمت کی شرعی حد لگائی نہیں جاتی۔ اس لئے کہ حرام زادہ کہنے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے کہ وہ زنا سے پیدا ہوا ہے، بلکہ یہ بھی امکان رہتا ہے کہ حرام زادہ کہنے سے یہ مُراد ہو کہ اس کا نطفہ ایسی حالت میں قرار پاتا تھا جب اس کی ماں حیض کے عالم میں تھی۔ ایسی صورت میں بھی اس کے باپ کے لئے حرام ہوتا ہے کہ وہ جماع کرے۔ اسی طرح اگر کوئی کسی کو "خبیث" یا "بدکردار" کہے تو بھی اس سے زنا یا لواط کی تہمت ثابت نہیں ہوتی۔ البتہ بے عزتی کرنے کے جُرم میں اس کو تعزیر اور تنبیہہ دلانے کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔

اِسی طرح اگر ایک مسلمان آدمی کسی غیر مسلم شخص کو زنا یا لواط کی نسبت دے تو بھی قذف کی حد (اسّی کوڑے والی سزا) اس پر جاری تو نہیں ہوتی۔ البتہ پھر بھی ایسی نسبت حتّٰی کافر کو بھی دینا حرام ہے۔ نہ تو کُھلے الفاظ میں ایسی نسبت دینا جائز ہے اور نہ ہی اشارے کنائے میں۔ ہاں البتہ اگر شرعاً ثابت ہو جائے کہ اُس نے اپنے مذہب کی رُو سے بھی زنا کیا ہے تب ایسی نسبت لگائی جاسکتی ہے۔

۷/۷/۱

کفّار کو زنا کی نسبت

عمرو ابن نعمان جعفی کہتے ہیں کہ: حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السّلام کا ایک دوست تھا۔ امام جہاں بھی جاتے تھے وہ امامؑ سے جُدا نہیں ہوتا تھا۔ اُس شخص کا ایک غلام تھا جو سندھ سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک دن وہ دوست امام کے ساتھ موچیوں کے بازار سے گذر رہا تھا اور اس کا غلام اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ آقا نے ایک مرتبہ پیچھے مڑ کر دیکھا تو غلام نظر نہیں آیا۔ اُسے کسی کام سے بھیجنا تھا، مگر وہ غائب ہوگیا تھا۔ اس نے کل تین مرتبہ پیچھے مڑ کر دیکھا۔ مگر غلام نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد جب چوتھی مرتبہ اُس نے مڑ کر دیکھا تو وہ نظر آگیا۔ آقا نے غلام سے غصّے میں کہا: یَابْنَ الْفَاعِلَۃِ! (اے زنا کرنے والی عورت کے بیٹے!) اَیْنَ کُنْتَ "تو کہاں تھا!"

قَالَ فَرَفَعَ اَبُوْعَبْدِاللّٰہِ یَدَہٗ فَصَکَّ بِھَا جَبْھَتَہٗ نَفْسِہٖ راوی کہتا ہے کہ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اپنی پیشانی مُبارک پر مارلیا۔ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ، تَقْذِفُ اُمَّہٗ، قَدْ کُنْتُ اَریٰ اَنَّ لَکَ وَرَعًا فَاِذَا لَیْسَ لَکَ وَرْعٌ پھر امامؑ نے فرمایا: سبحان اللہ، اس کی ماں پر زنا کی تہمت لگا رہے ہو۔ میں تو تم میں کچھ تقویٰ دیکھتا تھا، لیکن اب تم میں ذرا بھی زہد و تقویٰ نہیں ہے!"

فَقَالَ جُعِلْتُ فِدَاکَ اِنَّ اُمَّہٗ سِنْدِیَّۃٌ مُّشْرِکَۃٌ صحابی نے کہا

"میں آپ پر قربان جاؤں، اس کی ماں سندھ (ہندوستان) کی رہنے والی ہے اور مشرکہ ہے!"

فَقَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ لِکُلِّ اُمَّۃٍ نِکَاحًا، تَنَحَّ عَنِّیْ! امامؑ نے فرمایا: "کیا تم نہیں جانتے کہ ہر قوم کا اپنے طرز کا نکاح ہوتا ہے! دور ہو جاؤ میرے پاس سے!"

راوی کہتا ہے کہ پھر امامؑ کی حیات میں میں نے کبھی اُسے امام کے ساتھ چلتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی) اَنَّ لِکُلِّ اُمَّۃٍ نِکَاحًا یَحْتَجِزُوْنَ بِہٖ عَنِ الزِّنَا "ہر قوم کا اپنے طرز کا نکاح ہوتا ہے جس کی وجہ سے لوگ زنا سے بچتے رہتے ہیں۔" (اصولِ کافی باب البذاء گالی کے موضوع میں)

عَنْ اَبِی الْحَسَنِ الْحَذَّآءِ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ فَسَأَلَنِیْ رَجُلٌ مَّا فَعَلَ غَرِیْمُکَ۔

ابو الحسن الحذّاء کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السّلام کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ "تمھارے قرض دار نے کیا کیا؟"

قُلْتُ ذَاکَ ابْنَ الْفَاعِلَۃِ؟ میں نے کہا: "اس زنا کرنے والی عورت کے بیٹے کی بات کر رہے ہو؟"

فَنَظَرَ اِلَیَّ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ نَظْرًا شَدِیْدًا یہ سن کر امام جعفر صادق علیہ السّلام نے مجھے تیز نظروں سے دیکھا۔

فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاکَ اِنَّہٗ مَجُوْسِیٌّ اُمُّہٗ اُخْتُہٗ میں نے کہا: "میر

آپ پر قربان جاؤں، وہ مجوسی (آتش پرست) ہے۔ اس کی ماں اس کی بہن ہے" (یعنی اس کے باپ نے اپنی بہن سے شادی کرلی تھی) فَقَالَ اَوَلَيْسَ ذَالِكَ فِي دِيْنِهِمْ نِكَاحًا؟ (وسائل الشیعہ، کتاب الحدود، صفحہ ۴۳۹) امام نے فرمایا "کیا ان کے دین میں ایسا نکاح جائز نہیں ہے؟"

گالی دینا حرام ہے

زنا یا لواط کی تہمت لگانے کے علاوہ کسی مسلمان کو، جو کھلے عام بدکاری نہ کرتا ہو برے الفاظ سے پکارنا بھی حرام ہے۔ ایسے شخص کو بھی برے الفاظ سے پکارنا حرام ہے جسے اپنے لئے ایسے الفاظ سُنکر اذیت ہوتی ہو۔ مثلاً اے فاسق! کُتے! شرابی! سوّر! جیسے الفاظ سے پکارنا بھی حرام ہے اگر پکارا جانے والا شخص کھلے عام بدکاری نہ کرتا ہو اور اسے ایسے الفاظ اپنے لئے برے لگتے ہوں۔ ایسا پکارنے والے شخص کو تعزیز اور تنبیہ کرنا شرعی شرائط کی موجودگی میں واجب ہے۔ اسی طرح کسی کو کسی بیماری یا معذوری سے نسبت دینا بھی حرام ہے جبکہ وہ ایسا نہ ہو اور اسے برا لگتا ہو۔ مثلاً اندھے! لنگڑے! بہرے وغیرہ کہنا بھی ایسی صورت میں حرام ہے۔

مستدرک الوسائل میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السّلام نے فرمایا "اگر ایک آدمی دوسرے آدمی کو فاسق، خبیث، کافر، منافق یا گدھا کہے تو اُسے انتالیس کوڑے مارے جانے چاہئیں!"

ایسی گالی کے حرام ہونے کے سلسلے میں فرق نہیں ہے کہ ایسے الفاظ رشتہ دار سے کہے جائیں یا کسی اور سے، شاگرد کو کہے جائیں یا خادم کو، یا کسی اور کو۔ البتہ ایسی گالی جس میں شرمگاہوں کے نام لئے جاتے ہیں یا بدکاری کا تذکرہ ہوتا ہے وہ ہر صورت میں حرام ہے چاہے مخاطب کھلے عام بدکاری کرتا ہو یا نہیں، اور چاہے اُسے بُرا لگے یا نہیں۔

گالی دینے کی مذمت میں روایات

گالی دینے یا دوسروں کو بُرے الفاظ سے پکارنے کے موضوع پر کئی روایتیں وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ (امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا) اَلْبَذَآءُ مِنَ الْجَفَآءِ وَالْجَفَآءُ فِی النَّارِ (اصولِ کافی بابُ البذآء گالی دینے کا باب) "گالی دینا ایک قسم کی جفا ہے، اور جفا کے نتیجے میں جہنّم ہے"

عَنِ النَّبِیِّ (نبیٔ کریم صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ:

اَرْبَعَۃٌ یَزِیْدُ عَذَابُھُمْ عَلٰی عَذَابِ اَھْلِ النَّارِ "چار ایسے لوگ ہیں کہ دوزخ میں اُن کے عذاب کی شدّت سے دیگر دوزخیوں کو بھی مزید تکلیف ہوگی!"

اِلٰی اَنْ قَالَ یہاں تک کہ آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:

وَرَجُلٌ یَسْتَلِذُّ الرَّفَثَ وَالْفُحْشَ فَیَسِیْلُ مِنْ فِیْہِ قَیْحٌ وَّ دَمٌ "اور ایک شخص ایسا ہوگا جو (دنیا میں) مزے سے بدکلامی کیا کرتا ہوگا اور گالیاں دیا کرتا ہوگا۔ جہنّم میں اس کے منہ سے پیپ اور خون بہتا رہے گا!" اِس موضوع کی مزید روایات

گالی کے موضوع میں ذکر ہوئی ہیں۔

گالی کا جواب

ضمنی طور پر یہ بات بھی جان لینی چاہیئے کہ جس طرح ابتدائی طور پر خود گالی دینے یا بُرے الفاظ سے پکارنے میں پہل کرنا حرام ہے اُسی طرح گالی کا جواب گالی سے دینا بھی حرام ہے۔ ہاں البتہ اُسی بات کو اگر وہ گالی یا قذف (زنا یا لواط کی تہمت) نہ ہو تو دُہرانا اور لوٹا دینا جائز ہے۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ "اے جاہل، احمق، ظالم!" تو جواب میں آدمی کہہ سکتا ہے "تم ہو جاہل، تم ہو احمق، اور تم ہی ظالم ہو!" (مستدرک الوسائل، ابواب جہاد النفس۔ اپنے نفس کے خلاف جہاد کے ابواب، باب نمبر۱۷) قرآنِ مجید میں بھی اس بات کی اجازت موجود ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ (سورۂ بقرہ ۲: آیت نمبر ۱۹۴) "جو شخص تم پر ظلم کرے تو تم اس کی تلافی اُسی کے انداز میں اُس پر ظلم کر کے کر لو۔" اسی طرح ارشاد ہے: وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِہٖ فَاُولٰٓئِکَ مَا عَلَیْہِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ (سورۂ شوریٰ ۴۲: آیت نمبر ۴۱) "اگر مظلوم ظلم سہنے کے بعد اس کی تلافی پر اُتر آئے ایسے لوگوں کے خلاف کچھ نہیں کیا جائے گا۔"

اسی طرح ارشاد ہے: وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ (سورۂ نحل ۱۶: آیت نمبر ۱۲۶) "اگر تم تلافی کرنا چاہو تو اُسی انداز میں بدلہ لے لو جس انداز میں تمھارے ساتھ ظلم ہوا ہے۔"

اگر زیادتی نہ کرے

امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نے دو نفر ایک دوسرے کو گالی دینے والے آدمیوں کے بارے میں فرمایا: (عَنْ اَبِی الْحَسَنِ مُوسیٰؑ فِی رَجُلَیْنِ یَتَسَابَّانِ فَقَالَ اَلْبَادِیْ مِنْھُمَا اَظْلَمُ وَوِزْرُہٗ وَوِزْرُ صَاحِبِہٖ عَلَیْہِ مَالَمْ یَتَعَدَّ الْمَظْلُوْمُ۔ (اصولِ کافی باب السفہ۔ بیہودہ گوئی کا باب)" ان دونوں میں سے پہل کرنے والا شخص زیادہ ظالم ہے۔ اُس کے گناہ میں گالی کا جواب گالی سے دینے والے شخص کا گناہ اس کو بھی ملتا رہتا ہے بشرطیکہ مظلوم حد سے آگے نہ بڑھے"۔ یعنی جس حد تک جواب دینے سے برابر کا بدلہ ہو جاتا ہے اُس سے زیادہ سخت جواب نہ دے، ورنہ اُس کا گناہ بھی گالی کے پہل کرنے والے شخص کی طرح ہوگا۔

مثال کے طور پر ایک شخص دوسرے کو کہے!" اے گدھے!" تو دوسرا شخص جواب میں کہہ دے!" اے کُتّے!" تو یہ دوسرے شخص کا حد سے زیادہ بڑھ جانا ہوگا۔ اسی طرح ایک شخص ایک مرتبہ "گدھے" کہے تو دوسرا شخص اُسے دو یا دو سے زیادہ مرتبہ اُسی لفظ سے پکارے۔ ہاں اگر گالی دینے والا شخص جواب میں گالی سننے سے پہلے ہی معذرت کرلے اور معافی مانگ لے تو معاف کر دینا چاہئیے اور ایسی صورت میں یعنی معافی مانگنے کی صورت میں گالی کا جواب گالی سے دینا جائز نہیں ہے۔

ایک اور روایت میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کا یہ ارشاد موجود

کی خدمت میں آکر سوال کیا کہ "خدا کے نزدیک سب سے بدترین عمل کون سا ہے"، حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جواب میں فرمایا "خدا کا شریک قرار دینا"۔ اُس شخص نے پوچھا "اس کے بعد سب سے بُرا کام کیا ہے؟" آنحضرتؐ نے فرمایا: "قطع رحمی کرنا"۔ اُسی سوال کرنے والے نے پھر دریافت کیا کہ "اس کے بعد سب سے بُرا کام کون سا ہے؟" آپؐ نے فرمایا: "بُرائی کا حکم دینا اور اچھائی سے روکنا"۔

رشتہ دار کی بُرائی کے جواب میں نیکی

جَاءَ رَجُلٌ فَشَكَىٰ إِلَىٰ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَقَارِبَهُ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اُكْظُمْ غَيْظَكَ وَافْعَلْ، فَقَالَ إِنَّهُمْ يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ فَقَالَ أَتُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِثْلَهُمْ فَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْكُمْ[1] "یعنی ایک شخص نے امام جعفرِ صادق علیہ السّلام کی خدمت میں اپنے رشتہ داروں کی شکایت کی۔ امامؑ نے فرمایا کہ "اپنا غصّہ پی لو اور اُن کے ساتھ (رشتہ داروں کے ساتھ) اچھا سلوک کرو"۔ اُس شخص نے کہا: "میرے رشتے دار مجھے کیسی کیسی تکلیفیں پہنچاتے رہتے ہیں۔ کوئی ایسی بُرائی نہیں جو انھوں نے میرے ساتھ نہ کی ہو"۔ حضرتؑ نے جواب میں فرمایا کہ "کیا تم بھی انھیں کی طرح قطع رحمی کرنا چاہتے ہو؟ ان کے ساتھ حُسنِ سلوک سے ہاتھ کھینچ لینا چاہتے ہو؟ اگر ایسا کرو گے تو تم بھی انھی کی طرح

ہے۔ اَلْبَادِیْ مِنْہُمَا اَظْلَمُ وَوِزْرُہٗ وَوِزْرُ صَاحِبِہٖ عَلَیْہِ مَالَمْ یَعْتَذِرْ اِلَی الْمَظْلُوْمِ (اصولِ کافی، گالی کا باب) یعنی "اُن دونوں میں سے پہل کرنے والا شخص زیادہ ظالم ہے۔ پہل کرنے والے شخص کے گناہ کے ساتھ اُس کو جواب دینے والے کا گناہ بھی ملتا ہے بشرطیکہ وہ مظلوم سے معافی نہ مانگ لے۔

خاموشی بہتر ہے

یہ بات کہے بغیر نہ رہ جائے کہ اگرچہ بُری بات کا برابری کرتے ہوئے جواب دینا جائز ہے لیکن خاموشی اختیار کرلینا زیادہ بہتر ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے: وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُہَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ (سورۂ شوریٰ ۴۲: آیت نمبر ۴۰) "اور برائی کا بدلہ تو ویسی ہی برائی ہے اِس پر بھی جو شخص معاف کر دے اور (معاملہ کی) اصلاح کر دے تو اس کا ثواب خدا کے ذمّہ ہے۔ بے شک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔"

ایک اور جگہ ارشادِ خداوندی ہے: وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (سورۂ بقرہ ۲: آیت نمبر ۲۳۷) "اگر تم بخش دو اور معاف کر دو تو یہ پرہیزگاری سے قریب ترین کام ہے۔"

گالی دینے والا خود ذلیل و خوار ہو گا

حضرت جابر کی روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام نے ایک شخص کو دیکھا جو حضرت قنبر کو گالی دے رہا تھا۔ حضرت قنبرؓ اسے برابر کا جواب دینا ہی چاہتے تھے کہ امیر المومنینؑ نے انھیں پکارا (وَقَدْ دَامَ قَنْبَرُ اَنْ یَرُدَّ عَلَیْهِ فَنَادَاهُ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ) مَهْلاً یَا قَنْبَرُ! دَعْ شَاتِمَكَ مُهَاناً، تُرْضِی الرَّحْمٰنَ وَتُسْخِطُ الشَّیْطَانَ "رک جاؤ اے قنبر! تمھیں گالی دینے والے شخص کو اسی طرح خاموش رہ کر ذلیل کر دو۔ اِس طرح رحمان تم سے راضی ہو جائے گا اور تم شیطان کو غصّہ دلا دو گے"۔ وَتُعَاقِبُ عَدُوَّكَ "اور اس طرح اپنے دشمن کو اذیت دو گے"۔ هُوَ الَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ "اُس خدا کو راضی کر لو گے جس نے صبح کو شگافتہ کیا اور خوشگوار ہوائیں چلائیں"۔ مَا اَرْضَی الْمُؤْمِنُ رَبَّهٗ بِمِثْلِ الْحِلْمِ وَلَا اَسْخَطَ الشَّیْطَانَ بِمِثْلِ الصَّمْتِ "کوئی مومن اپنے پروردگار کو حلم (برداشت اور بردباری) سے بڑھ کر کسی اور چیز سے اتنا راضی نہیں کر سکتا، اسی طرح شیطان کو گالی کے جواب میں خاموشی سے بڑھ کر کسی اور چیز سے اتنا غصّہ نہیں دلا سکتا"۔ وَلَا عُوْقِبَ الْاَحْمَقُ بِمِثْلِ السُّكُوْتِ عَنْهُ "خاموش ہو جانے سے احمق (جاہل اور نادان) آدمی سے جس طرح بدلہ لیا جا سکتا ہے وہ کسی اور طریقے سے ممکن نہیں ہے"۔ (سفینۃ البحار جلد اول صفحہ ۳۰۰)

اگر آدمی نامناسب کلمات اور گالی کا جواب دینے کے بجائے نرمی سے اور

میٹھے الفاظ میں بات کرے کہ بھائی کو گالی نہیں دینی چاہیے، تو وہ بدی کے بدلے میں نیکی کر جاتا ہے اور خدا کے نزدیک ایسے شخص کا مقام بہت بلند ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (سورۂ حم السجدۃ ۴۱: آیت نمبر ۳۴) "برائی اور بھلائی دونوں کبھی برابر نہیں ہوسکتے۔ سخت کلامی کا جواب تم ایسے طریقے سے دو جو نہایت اچھا ہو۔" فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ "اگر تم ایسا کرو گے تو تم دیکھو گے جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا دلسوز دوست ہے۔" وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ (آیت نمبر ۳۵) "یہ بات بس ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں، اور اُن ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو ثواب کے اعتبار سے بڑے نصیب والے ہیں۔"

کتاب "کشف الغمۃ" میں لکھا ہے کہ ایک شخص جو شام کا رہنے والا تھا وہ مدینہ میں وارد ہوا۔ اس نے دیکھا کہ ایک شخص ایک اچھے سے اونٹ پر سوار ہے۔ اس نے اس سوار شخص کو پہچاننے کے لئے کسی سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے۔ جواب ملا "حسنؑ ابن علیؑ ہیں" شام کا رہنے والا وہ شخص غصے میں بھر گیا اور آگے بڑھ کر کہنے لگا: "تو علیؑ ابن ابی طالب کا بیٹا ہے؟" جواب ملا "ہاں، میں علیؑ کا بیٹا ہوں۔" پھر اس شخص نے کہا "تو ایسے شخص کا بیٹا ہے جو مشرک تھا!" اس شخص نے جتنا ہوسکتا تھا امام حسن علیہ السّلام اور ان کے والد ماجد کو بُرا بھلا کہا اور آخر تھک کر خاموش ہوگیا۔ اس دوران امام حسن علیہ السّلام خاموش ہی رہے۔ یہ دیکھ

کر وہ شرمندہ ہوگیا۔ اس کی شرمندگی دیکھ کر امام مسکرائے اور فرمایا "مسافر لگتے ہو۔ شاید شام سے آئے ہو۔" اس نے کہا "جی ہاں" امام حسن نے فرمایا اگر تم کو ٹھکانے کی ضرورت ہے تو ہم تم کو جگہ دیں گے۔ اگر مال کی احتیاج ہے تو ہم تم کو وہ دیں گے اور اگر تمھیں کوئی پریشانی لاحق ہے تو ہم تمھاری مدد کریں گے۔" یہ دیکھ کر وہ گالی دینے والا شخص نہ صرف شرمندہ ہوا بلکہ اتنے اچھے اخلاق پر حیرت زدہ رہ گیا۔ خود اُس کے الفاظ ہیں کہ "جب میں حضرت حسنؑ ابن علیؑ کی خدمت سے واپس لوٹا تو اُن کی ذات مجھے دنیا کے ہر شخص سے زیادہ پسندیدہ اور عزیز تھی۔"

امام حسین علیہ السّلام نے عصام ابن مصطلق شامی کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی حُسنِ سلوک کیا تھا کہ وہ دشمن بھی امام کا گرویدہ ہوگیا تھا۔

تیرھواں گناہ

شراب خوری

تیرہواں گناہ: شراب خوری

گناہانِ کبیرہ میں سے تیرہواں گناہ شراب پینا ہے۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام، امام علی رضا علیہ السّلام اور امام محمد تقی علیہ السّلام سے جو روایتیں منقول ہیں اُن سے بھی یہ گناہِ کبیرہ ثابت ہے۔ قرآنِ مجید میں بھی اِسے صاف الفاظ میں گناہِ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے کہ: یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْہِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُہُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِہِمَا (سورۂ بقرہ ۲: آیت نمبر ۲۱۹) یعنی اے رسولؐ تم سے لوگ شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ تم اُن سے کہہ دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں۔ البتہ ان کے فائدے سے ان کا نقصان بڑھ کر ہے۔"

تفسیرُ المیزان میں ہے کہ: "اِثْم" اور "ذَنْب" جیسے الفاظ جو ہم معنی

ہیں، یہ ایک ایسی حالت ہے جو انسان کی عقل کو کام کرنے سے روک دیتی ہے اور آدمی نیکیوں اور اچھی صفات کی منزل تک جس کی وجہ سے پہنچ نہیں پاتا۔ اِس بناء پر "اِثم" ایک ایسا گناہ ہے جس کے بُرے اثرات انسان کی زندگی پر مختلف لحاظ سے پڑے ہوں اور جس کی وجہ سے انسان سعادت اور خوش بختی سے محروم رہ جاتا ہو۔ شراب خوری کے نقصانات سب مانتے ہیں۔ شراب خور آدمی کی صحت کئی لحاظ سے خراب ہوتی ہے۔ اُس کا معدہ صحیح کام نہیں کرتا۔ اسکی آنتوں کا عمل صحیح نہیں رہتا۔ جگر، پھیپھڑوں، اعصاب، شریانوں، دِل اور انسان کے حواسِ خمسہ مثلاً دیکھنے کی حِس اور چکھنے کی حِس پر شراب کا بُرا اثر مرتب ہوتا ہے۔ قدیم طبیبوں اور جدید ڈاکٹروں نے اس موضوع پر کئی کتابیں لکھی ہیں۔ انھوں نے حیرت انگیز اعداد و شمار پیش کئے ہیں اور بتایا ہے کہ شرابی لوگ کس کس مرض میں دیگر لوگوں کی نسبت کتنے زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔ اُنھوں نے بتایا ہے کہ شراب پینے کی وجہ سے کیا کیا امراض پیدا ہوتے ہیں۔ اُنھوں نے اِسے مہلک زہر کہا ہے۔

انسانی جسم پر شراب کے جو مُضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان کو ہم سرسری طور پر بیان کر رہے ہیں:

۱: دماغ پر شراب کا اثر:

شراب کی وجہ سے دماغ کے خلیئے کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ کبھی

ایسا بھی ہوتا ہے کہ دماغ کی نازک رگیں پھٹ جاتی ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دماغ میں خون کسی جگہ جم جاتا ہے اور آدمی پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے جو یا تو وقتی طور پر ہوتا ہے یا عمر بھر رہتا ہے۔ کبھی دماغ میں پیدا ہو جانے والی یہی خرابیاں تشنج، ورم دماغ اور سر میں خون کے دباؤ کی زیادتی کا سبب بن جاتی ہیں۔ کبھی آدھے سر کا درد شروع ہو جاتا ہے اور کبھی تو بدن کے اعضاء پر اس وجہ سے فالج کا اثر بھی ہو جاتا ہے۔

۲: اعصاب پر شراب کا اثر:

شراب کی وجہ سے مختلف اعصابی امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں میں رعشہ طاری ہو جاتا ہے اتنی توانائی باقی نہیں رہتی کہ آدمی اپنے اعضاء پر قابو نہیں رہتا۔ بدن چور چور لگتا ہے۔ حواسِ خمسہ کمزور ہو جاتے ہیں۔ نیند صحیح طرح نہیں آتی اور نیند آتی بھی ہے تو پریشان کن خواب نظر آتے ہیں۔

۳: معدے پر شراب کا اثر:

نہ صرف یہ کہ شراب زبان پر اثر انداز ہوتی ہے، ذائقہ کی حس کو تباہ کر دیتی ہے، تھوک بننا کم ہو جاتا ہے اور باقاعدگی سے تھوک پیدا ہونا ختم ہو جاتا ہے، بلکہ شراب کا اثر معدے پر بھی ہوتا ہے۔ جتنی تیزابیت ضروری ہوتی

ہو جاؤ گے اور خداوندِ عالم تم پر نظرِ رحمت نہیں کرے گا۔"

علاّمہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ اگر تم اپنے بُرے رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کرتے رہو گے تو ایک نہ ایک دِن اُس کا اثر اُن پر پڑے گا اور وہ پشیمان ہو جائیں گے پھر رحمتِ الٰہی دونوں (تمام رشتہ داروں) کے شاملِ حال ہو جائے گی، اور اگر تمہارا بُرا رشتہ دار پشیمان نہ ہوا تو پھر بھی رحمتِ الٰہی تمہارے شاملِ حال رہے گی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ قطع رحمی کرنے والے رشتے داروں سے بھی بہر حال میں صلۂ رحمی کرنا چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں: لَا تَقْطَعْ رَحِمَكَ وَاِنْ قَطَعَتْكَ [1] "یعنی تم اپنے رشتے داروں سے قطع تعلق مت کرو اگرچہ کہ وہ تم سے قطع رحمی اور قطع تعلّق کریں۔"

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ: ثَلَاثُ خِصَالٍ لَا يَمُوتُ صَاحِبُهُنَّ حَتّٰى يَرٰى وَبَالَهُنَّ: اَلْبَغْيُ وَقَطِيْعَةُ الرَّحِمِ وَالْيَمِيْنُ الْكَاذِبَةُ [2] "تین برائیاں ایسی ہیں کہ اُن کا انجام دینے والا، اُن کے بُرے اثرات کو دیکھ کر ہی اِس دنیا سے اٹھتا ہے۔ ان میں سے پہلی بُرائی ظلم، دوسری قطع رحمی اور تیسری جھوٹی قسم ہے۔"

---

[1]: کتاب "کافی"

[2]: کتاب "کافی"

ہے وہ نہیں رہتی ۔ ہاضمہ بڑھانے والا مادہ جو "پیپسن" کہلاتا ہے، پیدا نہیں ہوتا۔ اکثر الٹیاں ہونے لگتی ہیں۔ ان الٹیوں میں بلغم کے ساتھ خون کے لوتھڑے بھی کبھی ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ معدے کے کئی امراض شراب کی وجہ سے لاحق ہوجاتے ہیں۔ معدہ حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ آنتیں بہت زیادہ پھیل جاتی ہیں۔ معدے پر ورم آجاتا ہے۔ آنتوں پر خراشیں پڑجاتی ہیں۔ نظامِ ہاضمہ خراب ہوکر رہ جاتا ہے۔ کبھی سخت اور مسلسل پیچش لگ جاتی ہے۔ جو بڑی آنت کی خرابی کی علامت ہے۔

۴: جگر یا کلیجے پر شراب کا اثر:

شراب جگر کو کمزور بنادیتی ہے۔ اُس پر ورم آجاتا ہے اور وہ بہت آہستگی سے کام کرنے لگتا ہے۔ ورم اور سخت ہوجانے کی وجہ سے جگر میں درد ہونے لگتا ہے۔ تکلیف پیٹ کی طرف موجود جگر کے حصّے میں شروع ہوتی ہے اور گُردے زرد ہوجاتے ہیں جس کا اثر آنکھوں سے بھی معلوم ہوجاتا ہے۔

۵: دورانِ خون پر شراب کا اثر:

شراب بدن کے کارخانے میں استعمال ہونے کے کسی طرح لائق نہیں ہے۔ اسی لئے اس کا کوئی حصّہ بدن کا جز بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معدے میں پہنچتے ہی شراب خون میں شامل ہونے

لگتی ہے اور خون کے سفید ذرات کو ختم کرنے لگتی ہے۔ اس کی وجہ سے خون کا دباؤ (بلڈ پریشر) کم ہو جاتا ہے اور کبھی سکتہ طاری ہو جاتا ہے۔

۶: سانس لینے کے نظام پر شراب کا اثر:

شراب کا سب سے مہلک حملہ سانس کی بیماریوں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ تپِ دق (ٹی بی) ہو جاتا ہے۔ سانس لینے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔ شراب خون کے ہمراہ چڑھ کر پھیپھڑوں میں چلی جاتی ہے جس کی وجہ سے پھیپھڑوں کا عمل سُست پڑ جاتا ہے۔ پھیپھڑوں پر ورم آجاتا ہے۔ بدن سے کیلشیم ختم ہونے لگتا ہے اور آخر کار ٹی بی ہو جاتا ہے۔

۷: گردوں پر شراب کا اثر:

جو اعداد و شمار ملے ہیں اُن کے لحاظ سے گردے کے نوے فیصد امراض شراب کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ جب شراب کا مادہ پیشاب کی شکل میں باہر آتا ہے تو پیشاب بننے کی جگہ سے لے کر پیشاب کی نالی کے پورے سلسلے پر اثر انداز ہوتا ہے اور بہت سی تکلیف دہ بیماریوں مثلاً پیشاب نہ رُکنے کی بیماری کا سبب بنتا ہے۔

۸: دِل پر شراب کا اثر:

شراب چونکہ خون میں شامل ہو جاتی ہے اِس لئے رفتہ رفتہ خون کو فاسد بنا دیتی ہے اور اس کا اثر دِل پر بھی ہوتا ہے۔ دِل جسم کے تمام اعضاء کو صحیح طرح خون فراہم نہیں کر سکتا۔ دل پر کافی مقدار میں چربی چڑھ جاتی ہے اور دِل بھاری اور بڑا ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں دِل کی حرکت کمزور پڑ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شراب کے عادی لوگوں کی نبض یا تو بہت آہستہ چلتی ہے یا غیر منظم طریقے سے چلتی ہے۔

۹: عقل پر شراب کا اثر:

شراب کا سب سے پہلا اثر جنون اور دیوانگی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ ہسپتالوں سے ملنے والے اعداد و شمار کے لحاظ سے اکثر دیوانے ہو جانے والے لوگ دنیا میں وہ ہوتے ہیں جو کئی برسوں سے شراب کے عادی ہوتے ہیں۔

کتاب "بلاھائی اجتماعی" نے رسالہ "تندرست" سے نقل کیا ہے کہ:

"ڈاکٹروں کی تحقیق کے مطابق فرانس میں دو لاکھ دیوانے ایسے موجود ہیں جو بسیار نوشی کی وجہ سے پاگل ہو گئے ہیں۔ نیز اِسّی فیصد دیوانے شراب ہی کی وجہ سے اِس عارضے میں مبتلا ہوئے ہیں اور چالیس فیصد لوگوں کی بیماریاں شراب

کے بدن پر اثر انداز ہونے کی وجہ سے لاحق ہوتی ہیں۔ انگلستان میں دانشوروں کی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ برطانیہ کے تقریباً نوے فیصد دیوانے شراب ہی کی وجہ سے اس حال کو پہنچے ہیں۔"

۱۰: نسل پر شراب کا اثر:

اِسی کتاب میں لکھا ہے کہ شراب نطفے کے خلیوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ مغربی جرمنی کے ایک ڈاکٹر نے تحقیق کرکے بتایا ہے کہ شراب کا اثر یقینی طور پر کم از کم آئندہ تین نسلوں تک برقرار رہتا ہے بشرطیکہ وہ آئندہ تین نسلیں شراب نہ پیئیں۔

شراب پینے کی وجہ سے بچّوں کی پیدائش پر منفی اثر ہوتا ہے اور ایک وقت وہ آتا ہے کہ آدمی میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ امریکی ڈاکٹر نیلسن کہتا ہے کہ اگر شراب نہ پینے والا ایک صحت مند مرد گیارہ بچوں کا باپ بن سکتا ہے تو ویسا ہی ایک شراب کا عادی شخص ایک سے لے کر تین ہی صحیح وسالم بچّوں کا باپ بن سکتا ہے۔ لیکن وہ ایک، دو یا تین بچے بھی مختلف امراض مثلاً سکتہ، آدھے سَر کا درد، بے جا غصّہ، جنون، ذہنی صلاحیتوں کا نہ اُبھرنا اور خون کی کمی سے دوچار رہنا وغیرہ جیسے امراض کا شکار ہوتے رہتے ہیں اور ہمیشہ تکلیف دہ نفسیاتی بیماریوں کا بھی شکار رہتے ہیں۔

شراب پینے کے نقصانات انسان کے اخلاق پر بھی ظاہر ہوتے ہیں شرابی

آدمی بداخلاق اور بدزبان ہوتا ہے۔ وہ طرح طرح کے جرائیم مثلاً قتل و غارت، زنا، لواط، دوسروں کے راز افشاں کرنا اور تمام قوانین کو لات مارنا وغیرہ کا بھی ارتکاب کرتا ہے۔ بہرحال شرابی زندگی کی خوشیوں سے محروم ہوتا ہے۔ وہ اتنا مست ہوتا ہے کہ عقل اُس کے قابو میں نہیں رہتی اور مستی کے عالم میں وہ دنیا کے بدترین کام بھی کر جاتا ہے۔

اسلامی شریعت پر عمل درآمد کی بنیاد یہی ہے کہ آدمی عقلِ سلیم کو سالم رکھے، بلکہ اس کو تقویت بھی دیتا رہے۔ اگر عقل سلامت نہ رہے تو ہر عمل باطل ہے۔ اسی لئے اسلام ہر ایسے کام کو سختی سے ممنوع قرار دیتا ہے جو براہِ راست عقل پر اثر انداز ہوتے ہوں اُن کاموں میں شراب پینا، جوا کھیلنا، دوغلی پالیسی اختیار کرنا اور جھوٹ بولنا وغیرہ سرِفہرست ہیں۔ اِسی لئے اسلام جھوٹ پر مبنی سیاست کا سخت مخالف ہے۔ مستی اور جھوٹ یہ دو۲ چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو انسانیت کے بلند و بالا مقام سے نیچے گرا دیتی ہیں اور اُسے حیوان سے بدتر بنا دیتی ہیں۔ ایسا شخص کبھی کوئی بھاری ذمہ داری نبھا نہیں سکتا۔ شرابی آدمی کا کسی کام میں کامیاب ہونا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اگر وہ عزم بھی کرے تو اُس کا عزم بہت جلد ٹوٹ جاتا ہے۔ کام جتنا بڑا اور اہم ہوگا، شرابی آدمی کا اُسے پورا کر لینا اتنا ہی زیادہ مشکل ہوگا۔ اگر اسلام کے دیگر قوانین کی، مصلحتیں آشکار نہ بھی ہوتیں، تب بھی اسلام کا عقل و فرد کی طرف داری کا اصول اسی پر فخر کرنے کے لئے کافی تھا۔

قرآنِ مجید میں قتل، شرعی قاضی کے پاس بھی گواہی کو چھپانا اور تہمت جیسے گناہوں کو "اثم" کہا گیا ہے۔ لیکن قتل جیسے گناہ کو بھی "اثم کبیر" نہیں کہا ہے۔ یہ صرف شراب اور جوئے کے لئے کہا گیا ہے۔ (قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ) پس شراب نوشی کے گناہِ کبیرہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (اور شراب اور جوئے میں لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں) آیت کے اس ٹکڑے سے مُراد یہ ہے کہ اِس کی خرید و فروخت سے اور اس کو تیار کرنے سے کچھ مالی فوائد حاصل ہو جاتے ہیں۔ عیاش لوگوں کو شیطانی حرکتوں کے سلسلے میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔ تھوڑی دیر کا سرور مل جاتا ہے۔ لیکن جوئے کی طرح شراب نوشی میں فائدے کم اور نقصانات زیادہ ہیں۔ دنیاوی نقصانات سے زیادہ آخرت کے نقصانات ہیں۔

سورۂ مائدۃ میں ارشاد ہے!

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ (سورۂ مائدہ ۵: آیت نمبر ۹۰ سے لے کر ۹۲ تک) یعنی "کہ اے ایماندارو! شراب اور جوا اور بُت اور پاسے تو بس ناپاک بُرے شیطانی

کام ہیں تو تم لوگ ان سے بچے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان کی تو بس یہی تمنّا ہے کہ شراب اور جوئے کی بدولت تم میں باہم عداوت اور دشمنی ڈلوا دے اور خدا کی یاد اور نماز سے باز رکھے تو کیا تم اس سے باز آنے والے ہو اور خدا کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور نافرمانی سے بچے رہو۔ اس پر بھی اگر تم نے خدا سے منہ پھیرا تو سمجھ لو کہ ہمارے رسول پر بس صاف صاف پیغام دینا فرض ہے۔

ان دو آخری آیتوں سے شراب خوری کا حرام ہونا چند لحاظ سے بہت زیادہ تاکید رکھتا ہے۔

۱ ـــــ لفظ اِنّما تاکید اور منحصر کرنے کے لئے ہے۔ جو پہلی آیت میں آیا ہے۔

۲ ـــــ شراب کو بُت پرستی کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور شراب خوری کو بُت پرستی کی طرح بُرا کام بتایا گیا ہے۔

۳ ـــــ شراب خوری کو جوئے کی طرح شیطانی کام بتایا گیا ہے۔

۴ ـــــ صاف طور پر حکم دیا گیا ہے کہ شراب سے بچو (فَاجْتَنِبُوْهُ)

۵ ـــــ شراب خوری سے بچنے کو صاف الفاظ میں فلاح پانے کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ (لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ)

۶ ـــــ شراب خوری کے نقصانات بتائے گئے ہیں یعنی عداوت، بغض اور نماز بلکہ ہر قسم کے ذکرِ خدا سے دُوری۔

۷ ـــــ پھر یہ پوچھا گیا ہے کہ اب بھی تم لوگ ایسے بُرے کام سے بچو گے یا نہیں؟ (فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ)

۸ ـــــ ان تمام تاکیدوں کے بعد حکم ہوتا ہے کہ خدا کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو، خدا کی نافرمانی سے ڈرو اور یہ جان لو کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام صرف ہدایت پہنچا دینا اور حجّت تمام کر دینا ہے۔

تفسیر المیزان میں لکھا ہے کہ:

لغوی اعتبار سے شراب ہر اس سیّال اور مائع چیز کو کہتے ہیں جو نشہ آور ہو۔ پہلے عرب لوگ انگور، جو اور کھجور سے شراب تیار کرتے تھے لیکن بعد میں رفتہ رفتہ اس کی کئی قسمیں بن گئی ہیں۔ ایسے کیمیائی اجزاء تیار ہو گئے ہیں جو نشہ آور ہیں۔ ان تمام قسم کی شرابوں میں مستی پیدا کرنے کا اثر مختلف ہے۔ لیکن اثر خواہ کتنا ہی کم ہو، وہ شراب ہے اور لفظ "رجس" اس کے معنی ہر قسم کی گندگی کے ہیں اور آیت میں شراب کو رِجس یا گندگی قرار دیا گیا ہے۔ خود انسانی فطرت شراب کی طرف مائل نہیں ہوتی اور اسے پسند نہیں کرتی۔ یہ صرف انسان کی شیطنیت ہوتی ہے جو اسے ایک گندے کام اور ایک گندی چیز کے استعمال پر آمادہ کرتی ہے شیطان کا یہی کام ہے کہ وہ دونوں میں اُلٹے سیدھے خیال ڈالتا ہے اور گمراہ کرتا ہے کہ اس طرح کیف اور سرور پیدا ہوگا۔ لیکن خود آیت بتاتی ہے کہ اس سے شیطان کا مقصد لوگوں کے درمیان

عداوت، دشمنی اور بغض پیدا کرنا ہے شیطان شراب، جوئے اور بت پرستی وغیرہ کے ذریعے انسان کو ذکرِ خدا اور نماز سے روک دیتا ہے۔ دشمنی اور غصّہ کو اس آیت میں صرف شراب اور جوئے کا اثر بتایا گیا ہے اصل مراد یہ ہے کہ دشمنی اور غصّہ کا سب سے بڑا باعث شراب پینے کی وجہ سے انسان کے اعصاب قابو میں نہیں رہتے۔ اس کی عقل کام نہیں کرتی اور وہ ہیجان میں آکر کچھ بھی کر بیٹھتا ہے جس کے تلخ نتائج نکلتے ہیں۔ شرابی شخص نشے میں ایسے ایسے جرائم بھی کر بیٹھتا ہے جو جنگلی درندے بھی نہیں کرتے۔ شراب کے نشے میں آدمی کو ہر بُری چیز اچھی لگنے لگتی ہے۔ دوسروں کی دولت اور عزت و ناموس غارت کرنا اسے اچھا لگتا ہے۔ وہ نشے میں اتنا گر جاتا ہے کہ معاشرتی پابندیوں کو بُھلا دیتا ہے بلکہ اپنے دین اور اعتقاد کے خلاف بھی اول فول بک جاتا ہے۔ شراب کے نشے میں آدمی اس حد تک درندہ بن جاتا ہے کہ اسے اپنی بہن اور بیٹیاں تک محض عورت نظر آنے لگتی ہیں اور وہ ان کے ساتھ بھی بدکاری کر بیٹھتا ہے۔ نشے میں زبان قابو سے باہر ہوتی ہے اور آدمی اہم ترین راز بھی اگل دیتا ہے۔ یہ بات بہت خطرناک بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

سورۂ اعراف میں ارشاد ہے کہ: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَالَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (سورۂ اعراف،

آیت نمبر ۳۳) یعنی "اے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تم (صاف) کہہ دو کہ ہمارے پروردگار نے تو تمام بدکاروں کو خواہ ظاہری ہوں یا باطنی اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے اور اس بات کو کہ تم کسی کو خدا کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی اور یہ بھی کہ بغیر سمجھے بوجھے خدا پر بہتان باندھو"

"فواحش" فاحشہ کی جمع ہے اور جس کے معنی ہیں انتہائی قبیح اور برا کام۔ قرآنِ مجید میں زنا، لواط اور قذف (زنا یا لواط کی تہمت) کو فاحشہ کہا گیا ہے۔ فاحشہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ظاہری فاحشہ یعنی کھلم کھلا گناہ کرنا اور ایک باطنی فاحشہ یعنی چھپ کر گناہ کرنا اور ناجائز تعلقات استوار کرنا، اور جہاں تک "اِثم" کا تعلق ہے اس کے معنی بھی گناہ کے ہیں اور قرآنِ مجید میں شراب پینے اور جوا کھیلنے کو صاف الفاظ میں گناہِ کبیرہ (اثمِ کبیر) کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔

کتاب "کافی" میں علی ابن یقطین کی یہ روایت موجود ہے کہ عباسی بادشاہ مہدی نے امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے شراب کے بارے میں پوچھا (سَئَلَ الْمَهْدِيُّ أَبَا الْحَسَنِ عَنِ الْخَمْرِ) هَلْ هِيَ مُحَرَّمَةٌ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، فَإِنَّ النَّاسَ يَعْرِفُونَ النَّهْيَ عَنْهَا وَلَا يَعْرِفُونَ التَّحْرِيمَ لَهَا۔

"کیا شراب خدائے تعالےٰ کی کتاب میں حرام قرار دی گئی ہے؟ لوگ یہ تو جانتے ہیں کہ شراب ممنوع ہے لیکن یہ نہیں جانتے کہ وہ حرام ہے۔" فَقَالَ لَهُ،

قطعِ رحمی سے موت قریب آجاتی ہے

حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام اپنے ایک خطبے میں فرماتے ہیں :
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الذُّنُوْبِ الَّتِیْ تُعَجِّلُ الْفَنَاءَ [1] "یعنی میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں ایسے گناہوں سے کہ جس کے باعث موت قریب ہوجاتی ہے"۔ کسی نے سوال کیا : مولا! کیا ایسا بھی کوئی گناہ ہے جس سے موت جلد آجاتی ہو ؟" آپؑ نے فرمایا: "ہاں، قطعِ رحمی۔ وہ گھرانے جو ایک دوسرے سے مل جُل کر رہتے ہیں اور ایک دوسرے کا ہر طرح خیال رکھتے ہیں، خدا ان کے رزق میں برکت عطا کرتا ہے، اور وہ گھرانے جو ایک دوسرے سے دُور اور کٹ کر رہتے ہیں خدا اُن کے رزق سے برکت اُٹھا لیتا ہے اور اُن کی عمر کم کر دیتا ہے، چاہے وہ سب متقی ہی کیوں نہ ہوں"۔

قطعِ رحمی کی وجہ سے سب کے سب مر گئے

امام جعفرِ صادق علیہ السّلام کے ایک صحابی نے اپنے رشتے داروں کی شکایت کرتے ہوئے کہا : میرے حقیقی اور چچازاد بھائی مجھے بہت تنگ کر رہے ہیں۔ وہ گھر جو میرا حق تھا، مجھ سے چھین لیا ہے۔ مجھے صرف ایک کمرہ رہنے کے لئے دیا ہے! اگر میں حکومت سے شکایت کر دوں، تو سب کچھ ان سے لے

اَبُو الْحَسَنِ بَلْ هِیَ مُحَرَّمَۃٌ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالیٰ امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نے اسے جواب دیا: "شراب خدائے تعالیٰ کی کتاب میں حرام قرار دی گئی ہے"۔ فَقَالَ لَہٗ فِیْ اَیِّ مَوْضِعٍ هِیَ مُحَرَّمَۃٌ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ یَا اَبَا الْحَسَنِ مہدی نے امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے پوچھا "اے ابوالحسن! کتابِ خدا کے کس مقام پر اسے حرام قرار دیا گیا ہے؟"

فَقَالَ قَوْلُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ:

امام علیہ السّلام نے فرمایا وہ خدائے تعالیٰ کا یہ قول ہے: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ (سورۂ اعراف ۷: آیت ۳۳۔ اس آیت کا ترجمہ ابھی گزرا)

پھر امامؑ نے فرمایا فَاَمَّا قَوْلُہٗ "مَا ظَهَرَ مِنْهَا" یَعْنِی الزِّنَا الْمُعْلَنَ وَنَصْبُ الرَّایَاتِ الَّتِیْ کَانَتْ تَرْفَعُهَا الْفَوَاجِرُ لِلْفَوَاحِشِ "جہاں تک مَا ظَهَرَ مِنْهَا (ظاہری بدکاریوں) کا تعلق ہے، اس سے مراد علی الاعلان زنا کرنا اور گھروں پر زنا کے اڈے کی علامت کے طور پر جھنڈے لگانا ہے جس طرح کے زمانۂ جاہلیت میں بدکاری کرنے والے لوگ بدکاریوں کے سلسلے میں ایسا کرتے تھے"۔

وَاَمَّا قَوْلُہٗ تَعَالیٰ "وَمَا بَطَنَ" یَعْنِیْ مَا نَکَحَ مِنَ الْاٰبَاءِ لِاَنَّ النَّاسَ کَانُوْا قَبْلَ اَنْ یُّبْعَثَ النَّبِیُّ اِذَا کَانَ لِلرَّجُلِ زَوْجَۃٌ وَمَاتَ عَنْهَا تَزَوَّجَهَا

اِبْنُهٗ مِنْ بَعْدِہٖ اِذَا لَمْ تَكُنْ اُمَّہٗ فَحَرَّمَ اللّٰہُ ذٰلِكَ امامؑ نے پھر فرمایا: "جہاں تک وَمَا بَطَنَ (باطنی بدکاریوں) کا تعلق ہے اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ اپنے آباء (والد) کی بیویوں (سوتیلی ماؤں) سے نکاح نہ کریں۔ نبئ کریمؐ کی بعثت سے اور ان کے رسول بننے سے قبل لوگ اپنے باپ کے انتقال کے بعد اپنی سوتیلی ماں سے شادی کرلیا کرتے تھے۔ خدا نے اس کام کو حرام قرار دے دیا۔"

وَاَمَّا الْاِثْمُ فَاِنَّمَا الْخَمْرَۃُ بِعَیْنِہَا وَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْہِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُہُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِہِمَا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نے پھر فرمایا: اور جہاں تک "اثم" کا تعلق ہے یہ شراب ہی ہے۔ ایک اور جگہ خدائے تعالےٰ کا ارشاد ہے: "تم سے لوگ شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ تم ان سے کہہ دو کہ ان دونوں میں بڑا اثم (گناہ) ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں۔ البتہ ان کے فائدے سے ان کا اثم (نقصان) بڑا ہے۔" سورۂ بقرہ ۲: آیت نمبر ۲۱۹)

اس حدیث میں امام نے پہلے وہ آیت پیش کی جس میں "اثم" کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ پھر وہ آیت پیش کی جس میں شراب کو "اثم" قرار دیا گیا ہے پس ثابت ہوا کہ جب "اثم" حرام ہے اور شراب بھی ایک "اثم" ہے تو شراب بھی حرام ہے۔

شراب خوری اور روایت اہل بیتؑ

شراب کی مذمت میں جو حدیثیں موجود ہیں وہ بہت زیادہ ہیں مثلاً امام محمد باقر علیہ السّلام کا ارشاد ہے (قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍؑ) یَأْتِیْ شَارِبُ الْخَمْرِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مُسْوَدًّا وَجْهُهٗ مُدْلِعًا لِسَانُهٗ یَسِیْلُ لُعَابُهٗ عَلٰی صَدْرِهٖ (وسائل الشیعہ) "قیامت کے دن شرابی آدمی اس حالت میں آئے گا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہوگا، اس کی زبان باہر کو نکلی ہوگی اور اس کا تھوک اس کے سینے پر بہہ رہا ہوگا!"

وَفِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی یُنَادِیْ اَلْعَطَشَ اَلْعَطَشَ وَحَقٌّ عَلَی اللّٰهِ اَنْ یَّسْقِیَهٗ مِنْ طِیْنَةِ بِئْرِ خَبَالٍ (وسائل الشیعہ۔ حرام چیزیں پینے کے ابواب، باب نمبر ۹)

ایک اور روایت میں ہے کہ امام علیہ السّلام نے یہ بھی فرمایا: "وہ اَلْعَطَشَ اَلْعَطَشَ (پیاس پیاس) پکارتا رہے گا۔ اور یہ خدا کو حق حاصل ہوگا کہ وہ اسے اس کنویں سے پلا دے جس میں زناکار لوگوں کا گندہ مادہ ڈالا گیا ہوگا!"

ایک اور حدیث میں رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ (قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ) لَا یَنَالُ شَفَاعَتِیْ مَنِ اسْتَخَفَّ بِصَلٰوتِهٖ فَلَا یَرِدُ عَلَیَّ الْحَوْضَ لَا وَاللّٰهِ وَلَا یَنَالُ شَفَاعَتِیْ مَنْ شَرِبَ الْمُسْكِرَ لَا یَرِدُ عَلَیَّ الْحَوْضَ لَا وَاللّٰهِ (وسائل الشیعہ حرام چیزیں پینے کے ابواب باب نمبر ۱۵)

"جو شخص نماز کے سلسلے میں لاپرواہی کرے گا، میری شفاعت سے محروم رہے گا اور میرے پاس حوضِ کوثر تک نہیں پہنچے گا خدا کی قسم۔ اور جو شخص نشہ آور چیز پئے گا اس تک بھی میری شفاعت نہیں پہنچے گی اور وہ بھی میرے پاس حوضِ کوثر تک رسائی حاصل نہیں کر سکے گا خدا کی قسم۔

ایک اور روایت میں ہے کہ لَعَنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ فِی الْخَمْرِ عَشْرَۃً: غَارِسَهَا وَحَارِسَهَا وَعَاصِرَهَا وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ وَبَايِعَهَا وَمُشْتَرِيَهَا وَآكِلَ ثَمَنِهَا (وسائل الشیعہ، کتاب التجارۃ باب ۸۴)

شراب کے سلسلے میں رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دس قسم کے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے:

۱ــــ ایک وہ شخص جو شراب بنانے کی نیّت سے پودا لگائے۔

۲ــــ ایک وہ شخص جو شراب کے لئے کسی پودے کو پروان چڑھائے۔

۳ــــ ایک وہ شخص جو شراب کے لئے انگور وغیرہ کو مسلے یا کچلے۔

۴ــــ ایک وہ شخص جو شراب پیئے۔

۵ــــ ایک وہ شخص جو ساقی بنے یعنی شراب انڈیل کر دے۔

۶ــــ ایک وہ شخص جو شراب کو ادھر سے اُدھر لے جائے۔

۷ــــ ایک وہ شخص جو شراب لانے والے سے شراب وصول کرے۔

۸ــــــ ایک وہ شخص جو شراب بیچے۔

۹ــــــ ایک وہ شخص جو شراب خریدے۔

۱۰ــــــ اور ایک وہ شخص جو شراب کی وجہ سے حاصل ہونے والی کمائی کھائے!"

قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا مُدْمِنُ الْخَمْرِ يَلْقَى اللهَ يَوْمَ يَلْقَاهُ كَعَابِدِ وَثَنٍ "شراب کا عادی شخص جس دن خدا سے ملاقات کرنی ہوگی اس دن وہ اس سے اس طرح ملاقات کرے گا جیسے کوئی بت پرست شخص اس کی بارگاہ میں آئے گا"۔ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى يَلْقَى اللهَ يَوْمَ يَلْقَاهُ كَافِرٌ ایک اور روایت میں ہے کہ شراب کا عادی شخص خدا سے ملاقات کرنے کے دن کافر محشور ہوگا!"۔ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى إِنَّ الْخَمْرَ رَأْسُ كُلِّ إِثْمٍ (وسائل الشیعہ، حرام چیزیں پینے کے ابواب، باب نمبر ۱۲، صفحہ ۳۱۷) ایک اور روایت میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: "شراب خوری ہر گناہ کا باعث ہے"۔

شراب تمام برائیوں کی جڑ

عَنِ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا مَا عُصِيَ اللهُ بِشَيْءٍ أَشَدَّ مِنْ شُرْبِ الْمُسْكِرِ "خدائے تعالیٰ کی نافرمانی سب سے زیادہ شراب خوری (یا کسی بھی نشہ آور چیز کے استعمال) ہی سے

ہوتی ہے!" اِنَّ اَحَدَھُمْ یَدَعُ الصَّلٰوۃَ الْفَرِیْضَۃَ وَیَثِبُ عَلٰی اُمِّہٖ وَاِبْنَتِہٖ وَاُخْتِہٖ وَھُوَ لَا یَعْقِلُ (وسائل الشیعہ، حرام چیزیں پینے کے ابواب باب نمبر ۱۲) شراب پینے والا شخص فرض نماز چھوڑ دیتا ہے۔ اور اپنی ماں، بہن اور بیٹی تک سے نشہ کے عالم میں زنا کر بیٹھتا ہے!" اور وہ عقل سے محروم ہوتا ہے۔ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: اِنَّہٗ مَنْ شَرِبَ جُرْعَۃً مِّنْ خَمْرٍ لَعَنَہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وَمَلٰئِکَتُہٗ وَرُسُلُہٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ "بے شک جو شخص شراب کا ایک گھونٹ بھی پیتا ہے تو اسی وقت خدائے تعالیٰ، فرشتے، انبیائے خدا اور مقرب مومنین اس پر لعنت بھیجتے ہیں! فَاِنْ شَرِبَھَا حَتّٰی یُسْکِرَ مِنْھَا نُزِعَ رُوْحُ الْاِیْمَانِ مِنْ جَسَدِہٖ وَرُکِّبَتْ فِیْہِ رُوْحٌ سَخِیْفَۃٌ خَبِیْثَۃٌ مَّلْعُوْنَۃٌ۔

"جب وہ اتنا پی لیتا ہے کہ اس سے اُسے نشہ چڑھ جاتا ہے تو اس کے بدن سے ایمان کی روح نکل جاتی ہے اور اس کی جگہ ایک گندی شیطانی اور قابلِ لعنت روح لے لیتی ہے!"

فَیَتْرُکُ الصَّلٰوۃَ، فَاِذَا تُرِکَ الصَّلٰوۃَ عَیَّرَتْہُ الْمَلٰئِکَۃُ وَقَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لَہٗ عَبْدِیْ کَفَرْتَ وَعَیَّرَتْکَ الْمَلٰئِکَۃُ، سَوْءَۃٌ لَّکَ عَبْدِیْ

"پھر جب وہ آدمی نماز چھوڑ دیتا ہے تو فرشتے اسے ڈانٹتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اس سے کہتا ہے اے میرے بندے! تونے کفر اختیار کر لیا! اور تجھے فرشتے ڈانٹنے لگے ہیں! برا ہو تیرا اے میرے بندے!"

ثُمَّ قَالَ سَوْءَةٌ سَوْءَةٌ كَمَا تَكُوْنُ السَّوْءَةُ وَاللهِ لَتَوْبِيْخُ الْجَلِيْلِ جَلَّ اِسْمُهٗ سَاعَةً وَاحِدَةً اَشَدُّ مِنْ عَذَابِ اَلْفِ عَامٍ پھر امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: "برا ہو، برا ہو بالکل اسی طرح جس طرح برائی ہوتی ہے۔ خدا کی قسم خدائے جلیل (بہت جلال والے خدا) کی ایک لمحے کی ڈانٹ ایک ہزار سال کے عذاب سے زیادہ شدید ہوتی ہے!"

ثُمَّ قَالَ مَلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَنْ تَرَكَ اَمْرَ اللهِ اِنْ اَخَذَ بَرًّا دَمَّرَ بِهٖ وَاِنْ اَخَذَ بَحْرًا غَرَّقَهٗ يَغْضَبُ لِغَضَبِ الْجَلِيْلِ عَزَّ اِسْمُهٗ (فروغِ کافی، کھانے پینے کا باب۔ حدیث نمبر ۱۶ اور شراب خوری کا باب) پھر امامؑ نے فرمایا: "ایسے لوگ اتنے ملعون ہوں گے کہ جہاں بھی پناہ لینا چاہیں گے وہیں ہلاک ہو جائیں گے! ملعون ہے ملعون وہ شخص جس نے حکمِ خدا کو ترک کر دیا۔ ایسا شخص بہت جلال والے خدا کے غضب سے بچنے کے لئے اگر صحرا میں بھی پناہ لینا چاہے گا تو صحرا اسے ہلاک کر دے گا، اور اگر سمندر کے ذریعے بھاگنا چاہے گا تو خدا کا غضب دیکھ کر سمندر بھی اس پر غضب ناک ہو جائے گا اور اسے غرق کر دے گا!"

فروغِ کافی ہی میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ (عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ) اِنَّ اَهْلَ الرَّيِّ فِي الدُّنْيَا مِنَ الْمُسْكِرِ يَمُوْتُوْنَ عِطَاشًا وَّيُحْشَرُوْنَ عِطَاشًا وَّيَدْخُلُوْنَ النَّارَ

عطا شاً (حدیث نمبر ۱) "بے شک دنیا میں نشہ آور چیز بہت پینے والے لوگ پیاسے مریں گے، پیاسے محشور ہوں گے اور پیاسے ہی جہنم میں داخل ہوں گے۔"

شرابی خدا سے نہیں ڈرتا

قِيلَ لِاَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّكَ تَزْعَمُ اَنَّ شُرْبَ الْخَمْرِ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا وَالسَّرِقَةِ امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام سے پوچھا گیا "آیا آپ شراب خوری کو زنا کرنے اور چوری کرنے سے بھی زیادہ بُرا قرار دیتے ہیں؟"

فَقَالَ نَعَمْ، اِنَّ صَاحِبَ الزِّنَا لَعَلَّهُ لَا يَعْدُوهُ اِلٰى غَيْرِهِ وَ اِنَّ شَارِبَ الْخَمْرِ اِذَا شَرِبَ الْخَمْرَ زَنٰى وَسَرَقَ وَقَتَلَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ وَتَرَكَ الصَّلٰوةَ (فروعِ کافی، شراب خوری کا باب حدیث نمبر ۸)

امام علیہ السّلام نے فرمایا: "ہاں، ہوسکتا ہے زنا کرنے والا شخص کسی اور گناہ کا ارتکاب نہ کرے، لیکن شرابی جب شراب پی لیتا ہے تو زنا اور چوری بھی کر بیٹھتا ہے، خدا نے جس فعل کو حرام قرار دیا ہے اس کا بھی مرتکب ہوجاتا ہے اور نماز تک چھوڑ دیتا ہے!" اور معاشرے میں خرابی پیدا کرتا ہے، امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے (عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ

عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ) مَنْ شَرِبَ النَّبِيْذَ عَلٰى اَنَّهٗ حَلَالٌ خُلِّدَ فِي النَّارِ وَمَنْ شَرِبَهٗ عَلٰى اَنَّهٗ حَرَامٌ عُذِّبَ فِي النَّارِ (وسائل الشیعہ پینے کی چیزوں کے ابواب، باب نمبر ۱۲)

"جو شخص شراب کو حلال سمجھتے ہوئے پیئے گا تو ہمیشہ جہنّم میں رہے گا، اور جو شخص اسے حرام سمجھتے ہوئے پیئے گا پھر بھی وہ جہنّم کا عذاب چکھے گا۔

امام علی رضا علیہ السّلام نے فرمایا ہے: شَارِبُ الْمُسْكِرِ كَافِرٌ۔ "نشہ آور چیز پینے والا شخص در حقیقت کافر ہے" دنیا کے تمام ادیان ومذاہب میں شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے اور سب اسے حرام تسلیم کرتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ (عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ) مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا قَطُّ اِلَّا وَفِيْ عِلْمِ اللّٰهِ اَنَّهٗ اِذَا اَكْمَلَ لَهٗ دِيْنَهٗ كَانَ فِيْهِ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَلَمْ يَزَلِ الْخَمْرُ حَرَامًا (فروعِ کافی شراب خوری کا باب) "خدا بہتر جانتا ہے کہ خدا نے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا مگر یہ کہ جب اس کے دین کو مکمل کیا تو شراب کو حرام قرار دے کر کیا شروع سے اب تک شراب حرام ہی چلی آرہی ہے۔

موجودہ دور کی توریت اور انجیل میں آنی تحریف اور من گھڑت تبدیلیوں کے باوجود اب بھی شراب کے خلاف ممانعت موجود ہے۔ مثلاً امثالِ سلیمان کی اصحاح نمبر ۲۳، آیت نمبر ۲۰ میں لکھا ہے: "شراب خوروں میں شامل مت ہوجاؤ" اور آیت نمبر ۲۹ میں ہے "کس کے لئے بدبختی ؟ کس کے لئے ہے جنگ اور جھگڑا ؟ کس کے لئے ہے غم اور پریشانی ؟ کس کے لئے ہے

خواہ مخواہ زخمی ہو جانا؟ کس کے لئے آنکھوں کی سُرخی؟ یعنی آدمی مستی کے عالم میں خود کو یا دوسرے کو زخمی کر بیٹھتا ہے، قتل کر ڈالتا ہے یا کوئی اور بدکاری اس سے سرزد ہو جاتی ہے۔ یہ تمام بدبختیاں اور خرابیاں ایسے لوگوں کے لئے ہیں جو شراب پینے کے عادی ہو گئے ہوں۔" اسی اصحاح کی آیت نمبر ۳۱ اور ۳۲ میں لکھا ہے: "جب شراب سُرخ رنگ کی ہو، جام میں اپنی حیات کا رنگ ظاہر کر رہی ہو، صاف شفاف اور ہلکی ہو، تب بھی اسے مت دیکھ۔ آخرکار وہ تجھے سانپ کی طرح ڈس لے گی اور کالے سانپ کی طرح بن جائے گی!"

اصحاح نمبر ۲۱ میں شراب خور کی سزا کا ذکر کچھ یوں ہے: "شہر کے بزرگوں سے کہو کہ ہمارا یہ بیٹا باغی اور سرکش ہو گیا ہے، ہماری بات نہیں سنتا، بہت زیادہ کھاتا ہے اور شراب پیتا ہے۔ پس اس کے شہر کے تمام لوگ پتھر مار مار کر اسے سنگسار کر دیں تاکہ وہ مر جائے!"

"کتاب پولس باھل افس" باب پنجم آیت ۱۸ میں لکھا ہے: "شراب میں مست مت ہو جاؤ اس لئے کہ اس میں فساد ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ "شراب تمام گناہوں کی ماں ہے۔ شراب اپنے پینے والے کو ہر قسم کے شر کی طرف لے جاتی ہے اس کی عقل ختم کر دیتی ہے۔ پھر یہ حال ہو جاتا ہے کہ نشے میں وہ اپنے خدا تک کو نہیں پہچانتا اور جو بھی گناہ سوجھتا ہے کر ڈالتا ہے۔ شراب خور کو عفت و عصمت کے خلاف کاموں سے بھی عار نہیں ہوتا!"

سکتا ہوں۔"

امامؑ نے فرمایا: "ذرا صبر سے کام لو، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

امامؑ کا صحابی مطمئن ہو کر لوٹ گیا۔ ۱۳۱ھ میں ایک وبا آئی جس کی لپیٹ میں آکر اُس صحابی کے وہ سب کے سب رشتہ دار مر گئے جو ستایا کرتے تھے ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ اس کے بعد ایک مرتبہ جب وہ امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں آیا تو آپؑ نے دریافت فرمایا: "تمھارے اُن رشتے داروں کا اب کیا حال ہے؟ امامؑ کے صحابی نے جواب دیا: "خُدا کی قسم، وہ سب کے سب مر گئے۔"

آپؑ نے فرمایا: "اُن کی ہلاکت کی وجہ، تمھارے ساتھ بُرائی، تم جیسے رشتہ دار کے حق کو نہ سمجھنا اور قطعِ رحمی ہے[۱]۔"

خدا کی رحمت سے محرومی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: اِذَا ظَهَرَ الْعِلْمُ وَاحْتُرِزَ الْعَمَلُ وَائْتَلَفَتِ الْاَلْسُنُ وَاخْتَلَفَتِ الْقُلُوْبُ وَتَقَاطَعَتِ الْاَرْحَامُ هُنَالِكَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ[۲] "جب لوگ علم کا اظہار کریں لیکن اس پر عمل نہ ہو، زبان سے محبّت کا اظہار کریں لیکن دلوں میں کدورت و نفرت پائی جاتی ہو اور قطع رحمی

---

۱ : کتاب "کافی"

۲ : بحار الانوار جلد ۱۶: صفحہ ۲۸

پس یہ معلوم ہو گیا کہ شراب خوری نہ صرف یہ کہ قرآن و سنت کی روشنی میں یقینی طور پر حرام ہے، بلکہ گناہِ کبیرہ ہے اور ضروریاتِ دین میں یہ بات شامل ہے کہ شراب حرام ہے۔ پس اگر کوئی مسلمان شراب کو حلال سمجھے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

شراب بہر حال حرام ہے

شراب کے حرام ہونے کے سلسلے میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ کم ہو یا زیادہ، خالص ہو یا نا خالص۔ پس اگر آدمی شراب کا ایک قطرہ بھی زبان پر رکھے اور اسے چوس لے تو حرام ہے۔ خواہ اسے نشہ آئے یا نہ آئے۔ اسی طرح دوسری چیزوں کی ملاوٹ کر کے بھی آدمی شراب پیئے تب بھی حرام ہے۔

علامہ حلی نے یہ صحیح روایت نقل کی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: اِنَّ مَا اَسْکَرَ کَثِیْرُہٗ فَقَلِیْلُہٗ حَرَامٌ "جو چیز زیادہ ہو نشہ دیتی ہو اس کا تھوڑا سا پی لینا بھی حرام ہے"۔ فَقَالَ لَہُ الرَّجُلُ فَاَکْسِرُہٗ بِالْمَاءِ ایک شخص نے امامؑ سے کہا: "میں تو اس میں پانی ملا کر اسے ہلکا کر لیتا ہوں!" فَقَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰہِ لَا وَمَا لِلْمَاءِ یَحِلُّ الْحَرَامَ، اِتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تَشْرِبْہُ (مستند الشیعہ کھانے پینے کی چیزوں کا باب) امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: "نہیں پانی ملا دینے سے حرام چیز حلال نہیں ہو جاتی۔ خدا سے ڈرو اور اسے مت پیو"۔

عمر ابن حنظلہ کہتے ہیں کہ انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے

پوچھا: اگر شراب میں اتنا پانی ملا دیا جائے کہ پھر اس سے نشہ نہ آئے تو کیا حرج ہے؟" امامؑ نے جواب دیا (فَقَالَ) لَا وَاللّٰهِ وَلَا قَطْرَةٌ يَقْطُرُ مِنْهُ فِي جُبٍّ إِلَّا أُهْرِيقَ ذَالِكَ الْحُبُّ (فروغِ کافی) "نہیں خدا کی قسم! پانی سے بھرے ہوئے کنویں میں اگر شراب کا ایک قطرہ بھی ٹپکا دیا جائے تو جائز نہیں ہے بلکہ پورا کنویں کا پانی نکال کر خالی کرنا ہوگا!"

ابن وہب نے امام جعفرِ صادق علیہ السّلام ہی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ: كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ فَمَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهٗ فَقَلِيْلُهٗ حَرَامٌ "ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جو چیز زیادہ مقدار میں ہو تو نشہ دیتی ہو تب بھی اس کی تھوڑی سی مقدار تک حرام ہے" راوی کہتا ہے قُلْتُ فَقَلِيْلُهُ الْحَرَامِ يُحِلُّهٗ كَثِيْرُ الْمَاءِ؟ میں نے پوچھا: "پس حرام چیز کی تھوڑی سی مقدار بہت زیادہ پانی ملانے سے حلال ہو جائے گی؟" فَرَدَّ عَلَيْهِ بِكَفِّهٖ مَرَّتَيْنِ لَا لَا (فروغِ کافی) امام نے اپنا ہاتھ دو مرتبہ نہیں نہیں کہتے ہوئے ہلایا۔

یہ چیز بہر حال بد ہوتی ہے، خواہ کم ہو یا زیادہ۔ شراب جیسا زہر جب بدن میں جاتا ہے تو خواہ ایک قطرہ ہو تب بھی اثر کرتا ہے۔ اگر آپ پانی سے بھرے ہوئے ایک حوض میں چند بالٹی سُرخ رنگ ملا دیں تو حوض کا پانی لال ہو جائے گا۔ لیکن صاف پانی سے بھرے ہوئے حوض میں اگر آپ ایک گلاس سیاہی ڈالیں تو بظاہر کوئی تبدیلی نہیں ہوگی لیکن کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ سیاہی کا اثر پانی پر نہیں ہوا ہے؟ جی نہیں، اگر آپ حوض کا پانی گرم کر کے اڑا دیں تو آپ کو

اس کی تہہ میں اسی ایک گلاس سیاہی کے ذرات پڑے نظر آئیں گے۔ شراب بھی اسی طرح ہے۔ جب اس کا ایک قطرہ بھی بدن میں جاتا ہے تو یقیناً نقصان پہنچاتا ہے، خواہ اس کا اثر فوری طور پر ظاہر ہو یا دیر سے ظاہر ہو۔ اگر آدمی ایک ایک قطرہ بھی شراب پینا شروع کرے تو رفتہ رفتہ اس کی طلب بڑھ جاتی ہے پھر بسیار نوشی کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ شراب اس سے چھوٹے نہیں چھوٹتی۔ پانی کا ایک ایک قطرہ ہلکے ہلکے بھی اگر پتھر پر مسلسل پڑتا رہے تو پتھر میں گڑھا پڑ جاتا ہے یہی حال شراب کا بھی ہے کہ ہر دفعہ جگر یا گردوں پر اس کا کچھ نہ کچھ اثر ہوتا رہتا ہے۔ پس شراب کم ہو یا زیادہ بہرحال ایک زہر ہے اور نقصان دہ ہے ہاں شراب جب تک بنتی نہیں ہے اور انگور، کشمکش یا کھجور کی صورت میں ہوتی ہے اس وقت تک وہ ایک اچھی چیز ہے۔ لیکن جیسے ہی اس سے شراب بن جاتی ہے وہ بری اور مضر ہو جاتی ہے۔

نشہ آور سیّال چیزیں

نشہ آور چیزیں اگر اپنی اصلیت کے اعتبار سے سیّال اور بہنے والی ہوں تو حرام ہونے کے علاوہ نجس بھی ہیں۔ لیکن اگر نشہ آور چیز عام طور پر ٹھوس حالت میں فراہم ہوتی ہو اور افیون اور بھنگ کی طرح ہو تو اگرچہ وہ نجس نہیں ہے مگر اس کا استعمال شراب کی طرح حرام ہے۔

بچّے کو شراب پلانا

شراب کسی دوسرے شخص کو پلانا بھی حرام ہے، خواہ وہ چھوٹا معصوم بچّہ ہی کیوں نہ ہو۔ اس موضوع پر کتاب مستند الشیعہ میں تین حدیثیں نقل ہوئی ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ "جو شخص بھی کسی بچّے کو شراب پلائے گا، خداوند تعالیٰ قیامت کے دن اسی مقدار میں اسے جہنّم کا کھولتا ہوا پانی پلائے گا!"

دستر خوان پر شراب

اگر دستر خوان پر شراب موجود ہو اور کوئی اسے پی رہا ہو تو اس پر دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھانا بھی حرام ہے، خواہ کھانا کھانے والا آدمی شراب کو ہاتھ بھی نہ لگائے! امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا (قَالَ) مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَنْ جَلَسَ عَلٰی مَائِدَةٍ یُشْرَبُ عَلَیْهَا الْخَمْرُ (وسائل الشیعہ) "ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو ایسے دستر خوان پر بیٹھ جائے جس پر شراب پی جا رہی ہو!"

اسی طرح آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یَأْکُلْ عَلٰی مَائِدَةٍ یُشْرَبُ عَلَیْهَا الْخَمْرُ (مسالک شہید ثانی، باب اطعمہ واشربہ کھانے پینے کا باب) یعنی "جو شخص خدا اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے ایسے دستر خوان پر نہیں کھانا چاہیئے جس پر

شراب بھی پینے کے لئے رکھی گئی ہو!"

امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ فرمان ملاحظہ کیجئے کہ لَا تُجَالِسُوْا شَارِبَ الْخُمُورِ فَاِنَّ اللَّعْنَةَ اِذَا نَزَلَتْ عَمَّتْ مَنْ فِی الْمَجْلِسِ (وسائل الشیعہ، پینے کی چیزوں کے ابواب باب نمبر ۳۳) "شرابیوں کے ساتھ مت بیٹھو اس لئے کہ جب لعنت نازل ہوتی ہے تو شرابیوں کی محفل میں بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے!"

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ایسے دستر خوان پر بیٹھنا بھی حرام ہے جس پر بیٹھے ہوئے وہ دوسرے لوگ کوئی حرام کام کر رہے ہوں، مثلاً کسی مسلمان کی غیبت کر رہے ہوں یا کسی مسلمان کو فریب دے رہے ہوں۔ یقیناً اگر آدمی کا وہاں نہ بیٹھنا اس کے بھی اس گناہ میں آلودہ ہونے سے بچنے کا سبب بن جائے تو یہ واجب ہے کہ اور وہاں بیٹھنا حرام ہے۔ اسی طرح اگر اس آدمی کے نہ بیٹھنے سے وہاں ہونے والا حرام کام رُک سکتا ہے تب بھی نہی عن المنکر کے لحاظ سے واجب ہے۔

شراب اور علاج

اہلِ بیت علیہم السّلام کی بہت سی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب کو بطور علاج استعمال کرنا بھی منع ہے۔ بلکہ کسی بھی نشہ آور چیز کو علاج کے طور پر استعمال کرنے سے اہلِ بیت علیہم السّلام نے منع فرمایا ہے پس کسی نشہ آور چیز کو

بیماری یا درد دور کرنے کے لئے استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے اس لئے کہ خداوندِ تعالےٰ نے کسی نشہ آور چیز میں شفا نہیں رکھی ہے اور یہ حکم مجتہدوں کے درمیان مشہور ہے۔

تین شرطوں کے ساتھ علاج کی اجازت

بعض مجتہدوں نے فرمایا ہے کہ ضرورت کے وقت تین شرطوں کی موجودگی میں شراب سے علاج کیا جا سکتا ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ آدمی جانتا ہو کہ اس کا مرض قابلِ علاج ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اگر شراب سے علاج نہ کیا جائے تو آدمی مر جائے گا یا اسے بہت زیادہ تکلیف ہوگی۔

اور تیسری شرط یہ ہے کہ شراب کے علاوہ کسی اور چیز سے علاج ممکن نہ ہو۔ پس اگر یہ تین شرطیں موجود ہوں تو ضرورت کے وقت بطورِ علاج اسی حد تک مریض کو شراب پلائی جا سکتی ہے جس حد تک ضروری ہو۔

لیکن جیسا کہ ہم نے کہا، خداوندِ تعالےٰ نے کسی حرام چیز میں شفا نہیں رکھی۔ پس ایسا خیال کرنا محض ایک فرض ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

شراب میں شفا نہیں

ابنِ ابی یعفور نے امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے عرض کی "میں ایک مرض میں مبتلا ہوں کہ جب بھی اس میں شدّت پیدا ہوتی ہے، میں تھوڑی سی انگور کی شراب پی لیتا ہوں تو درد ختم ہوجاتا ہے"۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا: لَا تَشْرَبْهُ، فَإِنَّهُ حَرَامٌ، إِنَّمَا هٰذَا شَيْطَانٌ مُوَكَّلٌ بِكَ، فَلَوْ قَدْ يَئِسَ مِنْكَ ذَهَبَ (وسائل الشیعہ، پینے کی چیزوں کا باب ۲) "اسے مت پیو، یہ حرام ہے۔ یہ تو شیطان ہے جو تمھاری تاک میں ہے کہ تمھیں حرام کاموں میں مبتلا کردے! پس جب وہ تمھارے شراب پینے سے نااُمید ہوجائے گا اور چلا جائے گا!"

ابنِ ابی یعفور واپس اپنے وطن کوفہ گئے۔ وہاں پہنچ کر اُن کا درد شدّت پکڑ گیا۔ اُن کے گھر والے اُن کے لئے انگور کی شراب لے آئے اور اس کے پینے پر اصرار کرنے لگے۔ ابنِ ابی یعفور نے کہا: "خدا کی قسم! میں اس کا ایک قطرہ بھی نہیں پیوں گا!"

کچھ دن تک وہ درد سے سخت بے چین رہے۔ پھر آخرکار خودبخود ان کا درد دور ہوگیا اور وہ عمر بھر پھر اس درد میں مبتلا نہیں ہوئے۔

موت کے وقت شرابی

ابو بصیر کہتے ہیں کہ اُمِّ خالد عبدیہ امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس وقت ابو بصیر امام کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ امِّ خالد نے آکر عرض کیا " میں آپ پر قربان جاؤں، میں قیامت کے دن خدا تعالے سے کہہ دوں گی کہ جعفر ابنِ محمدؑ نے مجھے جیسا حکم دیا تھا ویسا کیا ہے۔ طبیبوں نے کہا ہے کہ انگور کی شراب سے آٹا گوندھ کر اور اس کی روٹی بنا کر کھاؤں گی تو میرے دِل میں جو سخت درد ہوتا ہے اس کی دوا ہو جائے گی۔ میں پوچھتی ہوں کہ کیا میں ایسا کرلوں ؟"

امام جعفرِ صادق علیہ السّلام نے امّ خالد کو جواب دیا (فقَالَ لَہَا) لَا وَاللّٰہِ لَا آذَنُ لَکِ فِیْ قَطْرَۃٍ مِنْہُ وَلَا تَذُوْقِی مِنْہُ قَطْرَۃً فَاِنَّمَا تَنْدَمِیْنَ اِذَ بَلَغَتْ نَفْسُکِ ھٰہُنَا وَاَوْمَاَ بِیَدِہٖ اِلیٰ حَنْجَرَتِہٖ یَقُوْلُہَا ثَلٰثًا اَفَہِمْتِ؟ " نہیں، خدا کی قسم میں شراب کے ایک قطرے کی بھی تمہیں اجازت نہیں دوں گا۔ اس میں سے ایک قطرہ بھی تم مت پینا۔ ورنہ جب تمھاری روح یہاں (امام نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا) پہنچ جائے گی تو تمہیں ندامت ہی ہوگی!" پھر امام نے امّ خالد سے تین مرتبہ پوچھا۔ (اَفَہِمْتِ؟) "کیا تم نے سمجھ لیا؟" قَالَتْ نَعَمْ اُمِّ خالد نے جواب دیا "جی ہاں" (فروعِ کافی پینے کی چیزوں کا باب)

فضیل ابن عیّاض کے ایک شاگرد کی موت کا وقت قریب تھا فضیل ان کے پاس آئے اور سرہانے بیٹھ کر سورۂ یٰسٓ کی تلاوت کرنے لگے۔ شاگرد نے اپنے استاد سے کہا! "قرآن مت پڑھیئے!" فضیل خاموش ہو گئے پھر اپنے شاگرد کو تلقین کرنے لگے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہو۔ شاگرد نے کہا! "میں یہ کلمہ نہیں کہوں گا کیونکہ میں اس سے بیزار ہوں!" وہ شاگرد اسی حالت میں مر گیا!

فضیل ابن عیاض سخت غمگین ہو گئے۔ آخر فارغ ہو کر اپنے گھر گئے تو جا کر سو گئے۔ انھوں نے خواب میں اپنے شاگرد کو دیکھا کہ عذاب میں مبتلا ہے۔ انھوں نے اس سے پوچھا! "وہ کیا سبب ہے جس کی وجہ سے تم ایمان سے محروم ہو کر مر گئے؟ حالانکہ تم میرے قابلِ ترین شاگرد تھے" اس نے جواب دیا۔ "اسکے تین اسباب ہیں۔ پہلا سبب یہ ہے کہ میں چغلی بہت کھاتا تھا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ میں حسد میں مبتلا تھا اور تیسرا سبب یہ ہے کہ طبیب نے ایک بیماری کے علاج کے سلسلے میں مجھے مشورہ دیا تھا کہ ہر سال ایک جام شراب پیا کروں، طبیب نے کہا تھا کہ اگر میں ایسا نہیں کروں گا تو بیماری نہیں جائے گی۔ میں ہر سال شراب کا ایک جام پیا کرتا تھا!" (سفینۃ البحار، جلد اول صفحہ ۴۲۸)

بہت سی حدیثوں میں یہ بات موجود ہے کہ کسی حرام چیز میں شفا نہیں ہوتی۔ پس شراب میں شفا نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ دوا جس میں یہ نجس الکحل ملا ہو، اگرچہ وہ ایک قطرہ ہی ہو اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

انجمن تبلیغاتِ اسلامی کے رسالے میں صفحہ نمبر ۳۸ پر لکھا ہے:

"آج دنیا میں کوئی ایسا ڈاکٹر نہیں ہے جو شراب کو کسی لحاظ سے مفید سمجھتا ہو اور تھوڑی سی بھی مقدار میں اس کی اجازت دیتا ہو۔ اگر کوئی ڈاکٹر شراب کو دوا کے طور پر تجویز کرے تو یہ جان لینا چاہیئے کہ اس کی طبی معلومات بہت ناقص ہیں۔

سو سال پہلے تک بعض طبیب اور ڈاکٹر یہ خیال کرتے تھے کہ شراب بعض بیماریوں کے علاج میں مفید ہے۔ لیکن حال ہی میں سائنس دانوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ نہ صرف یہ کہ شراب مریض کے بدن کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی بلکہ بہت سے نقصانات کا سبب بنتی ہے، اور الکحل کے چھوٹے چھوٹے ذرّات بھی خون میں شامل ہو کر خون کے سفید ذرّات کو ناکارہ کر دیتے ہیں!

خون میں کچھ ذرّات سفید ہوتے ہیں جو دراصل خلیے ہوتے ہیں۔ ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ جب بھی بدن کسی بیماری کو محسوس کرنے لگتا ہے اور بدن میں کچھ جراثیم داخل ہوتے ہیں تو خون کے یہی سفید ذرّات بدن کا دفاع کرتے ہیں اور جراثیم پر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ خون کے سفید ذرّات بدن کے باڈی گارڈ ہیں لیکن شراب ان سفید ذرّات کو اتنا کمزور کر دیتی ہے کہ وہ بیماری کے جراثیم پر قابو نہیں پا سکتے۔ اگر نئے سفید ذرّات پیدا نہ ہوتے رہیں تو آدمی مر جائے گا۔

اگر لاکھوں جراثیم بدن میں داخل ہو جائیں لیکن خون کے سفید ذرّات اگر چست ہوں تو بیماری پر وہ قابو پا لیتے ہیں اور جراثیم کو مغلوب کر دیتے ہیں۔

کی جاتی ہو، تو ایسے موقع پر خدا انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے اور انہیں عقل سے بے بہرہ اور بے بصیرت بنا دیتا ہے۔"

رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں: مَامِنْ ذَنْبٍ اَجْدَرُ اَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ لِصَاحِبِہِ الْعُقُوْبَۃَ فِی الدُّنْیَا مَعَ مَا اَدَّخَرَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْبَغْیِ وَقَطِیْعَۃِ الرَّحِمِ[۱] "تمام گناہوں میں سے ظلم اور قطع رحمی، ایسے گناہ ہیں کہ خدا کی نظر میں اُن کا ارتکاب کرنے والا، اسی دنیا میں بھی سزا کا سب سے زیادہ حقدار ہوتا ہے۔ اِس کے علاوہ آخرت کا عذاب ایسا گناہ کرنے والوں کے لئے پہلے ہی سے ذخیرہ کر لیا گیا ہے۔

ایک اور مقام پر رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعُ رَحِمٍ[۲] یعنی "قطع رحمی کرنے والا جنّت میں داخل نہیں ہوگا۔"

جابر ابنِ عبداللہ انصاری نے امام محمد باقر علیہ السّلام سے اور انھوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ: اَخْبَرَنِیْ جِبْرَئِیْلُ اَنَّ رِیْحَ الْجَنَّۃِ تُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرِ اَلْفِ عَامٍ مَا یَجِدُھَا عَاقٌّ وَ لَا قَاطِعُ رَحِمٍ وَلَا شَیْخٌ زَانٍ وَاِنَّ رِیْحَھَا لَیُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَۃِ اَلْفَیْ عَامٍ وَلَا یَجِدُ رِیْحَھَا عَاقٌّ وَلَا قَاطِعُ رَحِمٍ[۳] "مجھے جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ ہزار سال کی مسافت سے بہشت کی خوشبو محسوس ہوگی لیکن اسے عاق

۱: کتاب "مستدرک" ۲: کتاب "مستدرک" ۳: بحار الانوار جلد ۱۶ صفحہ ۲۸

لیکن شراب کا ایک چھوٹا سا ذرّہ خون کے ان سفید ذرّات کو کمزور بنا دیتا ہے۔

بعض لوگوں کے درمیان یہ مشہور ہے کہ شراب پینے سے کھانا جلدی ہضم ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ محض ایک پروپیگنڈہ ہے اور حقیقت اس کے برعکس ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شراب پینے سے ہاضمے کا نظام بگڑ جاتا ہے، کھانا معدے میں سخت ہو جاتا ہے اور ہضم کے قابل نہیں رہتا۔ آپ تجربہ کر کے دیکھ لیجئے پکے ہوئے گوشت کے نرم ٹکڑے پر اگر آپ شراب ڈالیں گے تو وہ چمڑے کی طرح ہو جائے گا اور چبایا نہیں جاسکتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب پینے سے معدے کے اندر موجود غذا کا بھی یہی حال ہو جاتا ہے۔ معدے میں کچھ ایسے مواد ہوتے ہیں جو غذا کو ہضم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ لیکن شراب ایسے مادّوں کو بھی فنا کر دیتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معدہ بھاری ہو جاتا ہے اور خراب رہنے لگتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ شراب کھانے کی اشتہاء کو ختم کر دیتی ہے۔ شراب کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ آدمی ناسمجھی میں دوا کے طور پر اسے استعمال کرے تو پھر وہ عادی شرابی ہو جاتا ہے اور پھر شراب کی عادت چھوڑنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ ہم نے ایسے کئی شرابی دیکھے ہیں جو برسوں سے شراب پی رہے ہیں مگر وہ بیمار نہیں لگتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بیمار نہیں لگنا اور بات ہے اور حقیقت میں بیمار ہونا اور بات ہے۔ اگر شرابی کا مکمل معائنہ کرایا جائے تو اس کا معدہ بھی خراب نکلے گا، اور اگر اعضاء بھی اندر سے متاثر ہوں

گے۔ اب یہ لوگوں کی غلط فہمی ہے کہ وہ شرابی کی دیگر بیماریوں کا سبب شراب کو نہیں قرار دیتے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ فلاں شرابی موٹا تازہ ہے اور اس کے گال سُرخ ہیں پس وہ صحت مند ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گالوں کی سُرخی دورانِ خون کے خلل کی علامت ہے شرابی کا بدن خواہ کتنا ہی طاقتور ہو لیکن اس میں برداشت کی صلاحیت نہیں ہوتی اور وہ اپنی طاقت سے مکمل استفادہ نہیں کر سکتا۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ بعض لوگوں پر شراب کے بُرے اثرات کم مرتّب ہوتے ہیں اور بعض پر زیادہ۔ بعض لوگ خاندانی طور پر ایسی نسل کے ہوتے ہیں کہ ان پر شراب کا بُرا اثر کم ہوتا ہے۔ ان کو اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور شراب سے پرہیز کر کے اپنی آئندہ نسلوں کو مزید کمزور بننے سے بچانا چاہیئے۔

شراب کی سزا

ایک عاقل اور بالغ شخص اگر یہ جانتے ہوئے کہ شراب حرام ہے عمداً بغیر کسی زبردستی کے اپنی مرضی سے شراب پی لے، خواہ وہ ایک قطرہ ہی کیوں نہ ہو، اور اس کے بعد یا تو وہ اقرار کرے یا دو عادل مرد اسکو شراب پیتے دیکھ لیں اور گواہی دے دیں تو قاضی کا فرض ہو جاتا ہے کہ اسے سزا دے پس اگر نابالغ بچّہ شراب پیئے، کوئی دیوانہ شراب پی لے، ایسا آدمی شراب پی لے جسے شراب کا حرام ہونا معلوم نہ ہو، آدمی اشتباہ میں مثلاً پانی سمجھ کر شراب پی لے اور بعد میں معلوم ہو کہ

وہ شراب تھی، یا زبردستی آدمی کے حلق میں شراب انڈیل دی جائے، یا پیاس کا یہ عالم ہو کہ جان بچانے کے لئے شراب پینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو تو ان تمام صورتوں میں شراب پی لینے سے اُسے شراب کی سزا نہیں دی جاتی۔

شراب کی شرعی سزا اسّی کوڑے ہیں۔ اسّی کوڑے اس وقت لگائے جاتے ہیں جب آدمی نے پہلی مرتبہ شراب پی ہو۔ اگر آدمی ایک مرتبہ اسّی کوڑے کھانے کے بعد دوبارہ شراب پیئے تو اسے ایکسو ساٹھ [۱۶۰] کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ اگر تیسری مرتبہ بھی وہ شراب پینے کا اقرار کرلے یا دو عادل آدمی قاضی کے پاس گواہی دے دیں تو تگنی سزا دی جاتی ہے۔ یعنی دو سو چالیس کوڑے لگائے جاتے ہیں! اگر چوتھی مرتبہ بھی ایسا ہو جائے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اُسے قتل کر دیا جاتا ہے! البتہ بعض مجتہدین اس سے بھی زیادہ سخت فتویٰ دیتے ہیں۔ کہ تیسری مرتبہ ہی میں اُسے قتل کر دینا واجب ہے!"

اگر آدمی دو عادل مردوں کی گواہی سے پہلے شراب پینے سے توبہ کرلے تو اسے شراب پینے کی شرعی سزا نہیں دی جاتی۔ البتہ گواہی دینے کے بعد اگر وہ توبہ بھی کرے تو تب بھی وہ سزا سے نہیں بچ سکتا۔ شرابی کو نشے کے عالم میں سزاء نہیں دی جاسکتی، بلکہ جب اس کا نشہ اُتر جاتا ہے تب سزا دی جاتی ہے۔ شرابی اگر مرد ہوتا ہے تو اس کی پیٹھ ننگی کرلی جاتی ہے اور اسے کھڑا کر کے اس کی پیٹھ، اس کے کندھوں اور پورے بدن پر کہیں بھی کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ البتہ اس کے سَر اور چہرے پر یا اس کی شرمگاہ پر کوڑے لگانا منع ہے۔ اگر عورت نے

شراب پی ہو تو اس کو لباس ہی کے اوپر سے کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ البتہ اگر اس کا لباس ڈھیلا ہو تو اُسے بدن کے ساتھ باندھ کر چپکا دیا جاتا ہے۔ عورت کو بٹھا کر اس پر کوڑے برسائے جاتے ہیں۔

اگر شرابی نے کسی مقدس جگہ مثلاً خانۂ کعبہ میں شراب پی ہو، یا کسی مقدس زمانے میں مثلاً ماہِ رمضان میں شراب پی ہو تو شرعی طریقے سے اس پر کوڑے بھی لگائے جاتے ہیں اور ساتھ ہی تعزیر بھی کی جاتی ہے۔ یعنی اتنا مارا یا پیٹا جاتا ہے کہ آئندہ ایسی بے حرمتی اور جرأت کی اُسے ہمت نہ ہو۔

ابنِ ابی الحدید نہج البلاغہ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ: نجاشی نامی ایک شاعر کوفہ کے نامور لوگوں میں سے تھا اس کا آبائی تعلق یمن سے تھا۔ جنگِ صفین میں وہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام کے دوستوں کی صف میں شامل تھا یہ ماہِ رمضان کا پہلا دن تھا جب اس کے ساتھی ابو سماک نے اُسے کباب کھانے شراب پینے اور پھر مستی کے عالم میں شور شرابا کرنے کے سلسلے میں ورغلایا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پڑوسی سخت ناگواری کے عالم میں امیر المومنینؑ کے پاس شکایت کرنے چلے گئے تھے۔ حضرت نے اِن دونوں کو طلب کر لیا۔ ابو سماک تو بھاگ گیا لیکن نجاشی کو لوگ گرفتار کر کے لے آئے۔ امامؑ کے حکم سے ایک رات قید رکھا گیا۔ اگلے دن صبح مسلمانوں کے اجتماع میں اس کی پیٹھ ننگی کی گئی اور شراب خوری کے جرم میں اسّی کوڑے مارے گئے۔ اس کے بعد مزید بیس کوڑے مارے گئے۔ نجاشی نے کہا: اسّی کوڑے تو شراب نوشی کے تھے، لیکن یہ بیس کوڑے

کس سلسلے میں تھے؟"

امامؑ نے جواب دیا (فَقَالَ) هٰذَا لِتَحرِيكٍ عَلٰى شُرْبِ الْخَمْرِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ (یہ حدیث فروعِ کافی میں شرعی سزاؤں والے باب میں بھی ہے) یعنی "یہ اس وجہ سے تھے کہ تم نے ماہِ رمضان میں شراب خوری کی جسارت کی اور ماہِ رمضان کا احترام ملحوظ نہیں رکھا"۔ نجاشی کا خاندان اور قبیلہ، حضرت علیؑ کے شیعوں سے بھرا ہوا تھا لیکن وہ سب لوگ اِس اضافی سزا پر امیرالمومنینؑ کے خلاف ہو رہے تھے۔ انہی میں ایک شخص طارق ابنِ عبداللہ تھا۔ اس نے امامؑ سے کہا: "ہم یمنی لوگ آپ کے قدیم دوستوں اور شیعوں میں سے ہیں۔ ہمیں توقع تھی کہ آپ ہمیں اور اپنے دشمنوں کو ایک آنکھ سے نہیں دیکھیں گے۔ نجاشی ہمارا ایک نامور آدمی ہے۔ آپ نے اُسے کوڑے مار کر دوست اور دشمن سب کے سامنے ہم کو خوار کر دیا! ہمیں اندیشہ ہونے لگا ہے کہ اب تک ہم جس راہ پر چلتے رہے ہیں وہ جہنّم کی طرف تو نہیں جا رہی!"

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: "عدل وانصاف اور حکمِ خدا پر عمل درآمد گناہ گاروں کو سخت ناگوار گذرتا ہے۔ میں نے کیا کیا ہے؟ نجاشی نے جسارت کرتے ہوئے خدا کی نافرمانی کی تھی۔ میں نے بھی شرعی حکم کے مطابق اس کو سزا دے دی ہے جو اس کا کفارہ ہے۔ خداوندِ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰى اَنْ لَا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (سورۂ مائدہ ۵: آیت نمبر ۸) یعنی کسی گروہ کا غصّہ ہرگز اس بات کا باعث نہیں بننا چاہیے کہ تم عدل وانصاف

کا دامن چھوڑ دو۔ عدل وانصاف کرتے رہو، یہی تقویٰ سے قریب ترین چیز ہے۔"

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ نجاشی اور طارق جب اپنی بات پر زور نہ دے سکے تو کوفہ سے فرار ہو گئے اور شام جاکر معاویہ سے جا ملے۔ وہاں جاکر ان کی معاویہ سے ملاقات کا تفصیلی واقعہ ہم طول سے بچنے کے لئے یہاں پیش نہیں کر رہے۔ البتہ اِس سلسلے میں ابن ابی الحدید کی لکھی ہوئی شرح نہج البلاغہ جلد اوّل، حصہ چہارم، صفحہ ۳۶۶، طباعت بیروت ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

شرابی سے دوری

خدا ورسولؐ نے شراب خوری جیسے بڑے گناہ کی روک تھام کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ لوگ شرابی کو اپنے پاس پھٹکنے نہ دیں۔ یہ وہ طریقہ ہے جس کے باعث شرابی آدمی کی جسارت بڑھ نہیں سکتی اور شراب خوری یا عیاشی جو معاشرے کی انفرادی واجتماعی زندگی کی بنیادیں اُکھاڑ دیتی ہے، اس سے بچاؤ رہے۔

شرابی کو اپنی بیٹی مت دو

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نقل کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا (قالؐ) مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ بَعْدَ اَنْ حَرَّمَهَا

اللّٰہُ علیٰ لِسانِی فَلَیْسَ بِاَھْلٍ اَنْ یُزَوَّجَ اِذا خَطَبَ وَلَا شُفِّعَ اِذا شَفَعَ وَلَا یُصَدَّقُ اِذا حَدَّثَ وَلَا یُؤْتَمَنُ عَلٰی اَمانَۃٍ، فَمَنِ ائْتَمَنَہٗ بَعْدَ عِلْمِہٖ فَلَیْسَ لِلَّذِی ائْتَمَنَہٗ عَلَی اللّٰہِ ضَمَانٌ وَلَیْسَ لَہٗ اَجْرٌ وَلَا خَلَفٌ (کتاب کافی)

"جب خدائے تعالیٰ نے میری زبان سے شراب کو حرام کہلوا دیا اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص شراب پیتا ہو تو وہ اس قابل نہیں ہے کہ اگر وہ خواستگاری کے لئے آئے تو اس کا رشتہ قبول کیا جائے۔ اگر وہ سفارش چاہے تو اس کی سفارش بھی نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر وہ کوئی بات بتائے تو اس کو سچ نہیں سمجھنا چاہیئے اور اس کی گواہی قبول نہ کی جائے۔ اس کے پاس کوئی چیز امانت کے طور پر نہ رکھی جائے۔ اگر کوئی شخص جانتے بوجھتے شرابی کے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھے گا تو خدا اس کا ضامن نہ ہوگا۔ اسے کوئی اجر بھی نہیں ملے گا۔ اور اگر وہ چیز کھو جائے تو اس کے بدلے کوئی دوسری چیز نہیں لی جاسکتی۔ اور نہ ہی قیمت۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام نے یہ بھی فرمایا: (قَالَ) مَنْ زَوَّجَ کَرِیْمَتَہٗ مِنْ شَارِبِ خَمْرٍ فَقَدْ قَطَعَ رَحِمَھَا (کافی) جو شخص اپنی اچھی عادت واطوار والی بیٹی کی شادی کسی شرابی سے کردے گا وہ اپنی بیٹی سے قطع رحمی کر بیٹھے گا!"

امام علیہ السّلام نے یہ بھی فرمایا: مَنْ زَوَّجَ کَرِیْمَتَہٗ مِنْ شَارِبِ الْخَمْرِ فَکَاَنَّمَا سَاقَھَا اِلَی الزِّنَا (مستدرک الوسائل) "جو شخص اپنی اچھی عادت واطوار والی بیٹی کی شادی کسی شرابی سے کردے گا وہ گویا اپنی بیٹی کو زنا کے

لئے دے گا!"

امام علیہ السّلام نے یہ بھی فرمایا: "اگر شرابی بیمار پڑ جائے تو اس کی عیادت کرنے کے لئے مت جایا کرو، اور اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت نہ کرو!"

شرابی کا بائیکاٹ

اگر ایسے احکامات پر عمل کر کے نہی عن المنکر کے فریضے کو بخوبی انجام دیا جائے تو شرابی کی سمجھ میں بھی آ جائے گا کہ اسے مسلمانوں نے معاشرے سے کاٹ کر رکھ دیا ہے۔ اگر اس کو کوئی بیٹی نہ دے، اس کی بات کو سچ نہ مانے، اس کو امانت دار نہ سمجھتے ہوئے اس سے کوئی معاملہ نہ کرے تو وہ کہاں جائے گا۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں اسے شراب چھوڑنی پڑے گی۔

مُسکرات کے خلاف جہاد

مُسکرات یعنی شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کے خلاف کتاب "برہانِ قرآن" میں کچھ یوں لکھا ہے:

مسکرات کی قباحت ظاہر کرنے کے لئے یہی کہہ دینا کافی ہے کہ فرانس جیسے عیاشی و فحاشی کے گڑھ میں اسمبلی کی ایک نمائندہ خاتون نے اسمبلی میں کھڑے ہو کر سخت اصرار کیا کہ شراب سمیت تمام نشہ آور چیزوں پر مکمل پابندی

عائد کردینی چاہیے یعنی وہ خاتون ان چیزوں کے نقصانات سے اتنی عاجز اور پریشان ہو چکی تھیں کہ انھوں نے اس سلسلے میں پُرزور احتجاج کیا۔ ظاہر ہے جب تک حکومتیں ایسی چیزوں کے خلاف سخت قانون نافذ نہیں کریں گی، اس وبا کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ صرف معاشرے کے افراد کا جہاد اور شرابیوں کا بائیکاٹ بھی پوری طرح مؤثر نہیں ہو سکتا جب تک کہ حکومتیں بھی ان کے خلاف سخت اقدامات نہ کریں۔

ٹھیک ہے دنیا میں انسان کو ہزاروں قسم کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اس کا حل یہ نہیں ہے کہ انسان شراب وغیرہ پی کر ان پریشانیوں کو مستقل طور پر بھلا دینے کی کوشش کرے اور نشے کا عادی ہو جائے۔ نشے کی عادت بذاتِ خود ایک بہت بڑی پریشانی ہے جس کی وجہ سے گھروں اور خاندانوں کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ آدمی جیتے جی موت سے بدتر زندگی گذارتا ہے۔ مسائل اور پریشانیوں کا یہ حل نہیں ہے۔ اس طرح تو پریشانیاں کم نہیں ہوتیں، بلکہ بڑھ جاتی ہیں۔ یہ ایک ایسی مہلک وبا ہے کہ نہ صرف انفرادی اور اجتماعی طور پر اس کے خلاف جہاد ہونا چاہیے بلکہ حکومتوں کے پیمانے پر بھی سخت اقدامات ہونے چاہئیں۔ اس کے بغیر یہ وبا کم نہیں ہو سکتی۔

حکومتِ امریکہ نے ایک زمانے میں شراب اور منشیات کے خلاف بھرپور کوشش کی تھی۔ اخبارات، رسائل، ریڈیو، ٹیلی ویژن، سینما کی فلموں، غرض ہر وسیلے سے منشیات کے خلاف پروپیگنڈا کیا تھا۔ اس سلسلے میں آٹھ ملین

اَن لاکھ ڈالر حکومت نے خرچ کر دیئے تھے۔ یہ ۱۹۳۰ء کے آس پاس کی بات ہے۔

اُس زمانے میں امریکی حکومت نے منشیات کے خلاف دس بلین (دس ارب) صفحے کتابوں اور رسالوں کے چھاپے تھے۔ چودہ سال کے اندر منشیات کے خلاف حکومت نے ڈھائی سو ملین (پچیس کروڑ) لیرے خرچ کر دیئے تھے۔ تین سو آدمیوں کو پھانسی دے دی تھی۔ پانچ لاکھ بتیس ہزار آدمیوں کو جیل میں بند کر دیا تھا۔ ایک کروڑ ساٹھ لاکھ کے قریب جرمانہ وصول کیا تھا۔ اکتالیس کروڑ پچاس لاکھ لیرے کی جائیداد ضبط کر لی تھی۔ لیکن ان تمام کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ منشیات کی طرف لوگوں کا رجحان بڑھتا ہی چلا گیا تھا۔ آخر کار ۱۹۳۳ عیسوی میں مجبوراً حکومت نے یہ تمام سختیاں ہٹالیں اور شراب نوشی اور منشیات کے استعمال کی پوری آزادی دے دی! (ماخوذ از کتاب "تنقیحات" تالیف سید ابوالاعلیٰ مودودی)

اس تلخ تجربے سے معلوم ہو گیا کہ اس بیماری کا علاج محض حکومت کے دباؤ اور ڈنڈے کے زور پر بھی ممکن نہیں ہے۔ جب تک کہ خود معاشرہ شرابیوں کا بائیکاٹ نہ کرے۔

اسلام نے جب شراب کو حرام قرار دے دیا تو ان تمام پہلوؤں کو نظر میں رکھا۔ سب سے پہلے اسلام نے شراب نوشی کے اسباب کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد شراب کو حرام اور ممنوع قرار دیا تھا۔ شراب نوشی کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ معاشرے کے افراد شراب پینے کی ڈھیل خود فراہم کرتے ہیں اور سختی نہیں کرتے۔ معاشرے میں شراب نوشی کو اُس نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا

ہو جانے والے، قطعِ رحمی کرنے والے اور بوڑھے زناکار نہیں سونگھ سکیں گے۔ بلکہ یقیناً جنّت کی خوشبو دو ہزار سال کی مسافت سے بھی محسوس ہو گی لیکن اُسے عاق والدین اور قطع رحمی کرنے والے نہیں سونگھ سکیں گے۔"

حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ قطع رحمی کے باعث دُعا قبول نہیں ہوتی۔

شبِ قدر کی فضیلت کے باب میں آپؐ سے مروی ہے کہ خداوند عالم اس شب میں شرابی، عاقِ ہو جانے والے، قطعِ رحمی کرنے والے اور مومنین سے دشمنی کرنے والے کے علاوہ، سب کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

صلۂ رحمی واجب ہے

پروردگارِ عالم ارشاد فرماتا ہے: وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ [1] "خدا (کے حکم کی مخالفت سے) ڈرو جس کے وسیلے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قطعِ رحم سے بھی (ڈرو)"

اس آیۂ مبارکہ میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ "اللہ" سے ڈرنے کے ساتھ ساتھ "الْاَرْحَامَ" (رشتے داروں کے معاملے میں) ڈرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ یہی بات تفسیر مجمع البیان میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے نقل کی گئی ہے۔ اصولِ کافی میں ہے کہ اس آیت کے معنی امام جعفرِ صادق علیہ السّلام نے یوں بیان فرمائے

---

[1]: سورۂ نساء ۴: آیت نمبر ۱

جاتا اور شرابیوں کا اس طرح بائیکاٹ نہیں ہوتا کہ وہ شراب سے توبہ کرلیں اسلام کہتا ہے کہ خطرناک اور روح میں جڑ پکڑ لینے والی بیماریوں کا علاج ہر طریقے سے کرنا چاہیئے اور صرف ایک پہلو پر توجہ کافی نہیں ہے۔ شرابی اور نشے کے عادی شخص کا اقتصادی بائیکاٹ بھی ہو۔ کوئی معاملہ اُس سے نہ کیا جائے۔ معاشرتی بائیکاٹ بھی ہو۔ اسے بیٹی تک نہ دی جائے اور اسے اپنے پاس پھٹکنے نہ دیا جائے۔ فکری لحاظ سے بھی اس کے خلاف ایک محاذ قائم کیا جائے۔ روحانی طریقے سے بھی علاج ہو اور اُسے آخرت کے عذاب سے ڈرایا جائے اور جسمانی طریقے سے بھی علاج ہو اور سخت شرعی سزاؤں کے علاوہ اسے بتایا جائے کہ نشہ آور چیزوں کے کیا کیا نقصانات ہیں۔

۱۴

چودھواں گناہ

جوا

چودہواں گناہ : جوا

چودہواں گناہِ کبیرہ جس کا کبیرہ ہونا صاف الفاظ میں ثابت ہے، جوا کھیلنا ہے۔ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے : يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ (سورۂ بقرہ ۲: آیت نمبر ۲۱۹) "اے رسولؐ لوگ تم سے شراب اور جوے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ تم کہہ دو کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے!"

"اِثْمِ كَبِيْرٌ"، یعنی بہت بڑا گناہ قرآنِ مجید میں صرف شراب اور جوے کو کہا گیا ہے۔

فضل ابن شاذان نے حضرت امام علی رضا علیہ السّلام سے جو روایت نقل کی ہے اس میں بھی جوا گناہانِ کبیرہ کی فہرست میں شامل ہے اور اعمش نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے جو روایت نقل کی ہے اُس میں بھی امامؑ نے صاف الفاظ میں اسے گناہِ کبیرہ قرار دیا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ابو بصیر نے نقل کیا ہے کہ : شطرنج بیچنا

حرام ہے۔ شطرنج بیچ کر اس کا پیسہ کھانا حرام ہے۔ شطرنج کو اپنے پاس رکھنا کفر ہے!
شطرنج کھیلنا خدا کے ساتھ شرک ہے! شطرنج کھیلنے والے شخص کو سلام تک کرنا گناہ ہے!
اور کسی کو شطرنج کھیلنا سکھانا بھی ایک ایسا گناہِ کبیرہ ہے جو مُہلک ہے! جو شخص کھیلنے
کے لئے شطرنج پر ہاتھ لگاتا ہے وہ ایسا ہے جیسے اُس نے سور کے گوشت میں اپنے
ہاتھ لتھڑالئے ہوں!" وسائل الشیعہ کتاب تجارت میں اس حدیث کے عربی الفاظ یہ
ہیں: عَنْ اَبِیْ بَصِیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ بَیْعُ الشَّطْرَنْجِ حَرَامٌ، وَاَکْلُ ثَمَنِہٖ
سُحْتٌ، وَاتِّخَاذُھَا کُفْرٌ، وَاللَّعِبُ بِھَا شِرْکٌ، وَالسَّلَامُ عَلَی اللَّاھِی بِھَا مَعْصِیَۃٌ
وَکَبِیْرَۃٌ مُّوْبِقَۃٌ، وَالْخَائِضُ یَدَہٗ فِیْھَا کَالْخَائِضِ یَدَہٗ فِیْ لَحْمِ الْخِنْزِیْرِ۔

کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں لفظ "معصیۃٌ" کے بعد کچھ یوں ہے: وَتَعْلِیْمُھَا
کَبِیْرَۃٌ مُّوْبِقَۃٌ۔ اسی کا لحاظ کرتے ہوئے ترجمہ کیا گیا ہے کہ "اور کسی کو شطرنج کھیلنا سکھانا
بھی ایک ایسا گناہِ کبیرہ ہے جو مُہلک ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ: (عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ) یَغْفِرُ اللّٰہُ
فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ اِلَّا لِثَلَاثَۃٍ: "خدا ماہِ رمضان میں سب کی مغفرت فرما دیتا ہے سوائے
تین قسم کے لوگوں کے: "صَاحِبِ مُسْکِرٍ" کوئی نشہ آور چیز استعمال کرنے والے کے سوا۔"
"اَوْصَاحِبِ شَاھِیْنٍ" جوا کھیلنے والے کے سوا۔ "اَوْمُشَاحِنٍ" اور کسی مسلمان سے
کینہ اور دشمنی رکھنے والے کے سوا"

جوئے کے گناہِ کبیرہ ہونے کی ایک اور دلیل یہ آیۂ شریفہ ہے: اِنَّمَا الْخَمْرُ
وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ (سورۂ مائدہ ۵: آیت

نمبر ۹۰) "شراب، جوا، بت اور پانسے، یہی وہ گندھی چیزیں ہیں جو شیطان کا عمل شمار ہوتی ہیں"

"مَیْسِر" اور "اَزلام" سے کیا مُراد ہے؟

"مَیْسِر" کا جو لفظ اس آیت میں استعمال ہوا ہے اُس میں ہر قسم کا جوا شامل ہوجاتا ہے۔ یہ لفظ "یُسر" سے نکلا ہے جس کے معنی آسانی کے ہیں۔ چونکہ جوا کھیلنے والا آدمی کچھ محنت کئے بغیر آسانی سے دوسروں کا مال ہتھیا لیتا ہے اِس لئے جوئے کو "مَیْسِر" کہتے ہیں۔

اور "اَزلام" یعنی پانسے دراصل لکڑی کے ایسے ٹکڑے ہوا کرتے تھے جن کو ایک خاص طریقے سے جوا کھیلنے میں استعمال کیا جاتا تھا۔ "اَزلام" کو "اقلام" بھی کہا جاتا تھا۔ ہوتا یہ تھا کہ جوے کے لئے جوا کھلانے والے لوگ ایک اُونٹ خریدتے تھے۔ اُس کو نحر کرکے حلال کرلیتے تھے۔ اُس کے اٹھائیس برابر کے حصے کرتے تھے۔ جوا کھیلنے کی جگہ پر دس تیر جیسے لکڑی کے ٹکڑے نصب ہوتے تھے۔ لکڑی کے ہر ٹکڑے کا ایک مخصوص نام ہوتا تھا۔ اُن میں سے سات کے نام یہ تھے۔ فذ، توأم، رقیب، حلس، نافس، مسبل اور مُعلّٰی۔ ان میں سے ہر ٹکڑے یا تیر کے کچھ نہ کچھ حصے مقرر ہوتے تھے۔ مثلاً فذ کا ایک ہی حصہ تھا اور مُعلّٰی کے سات حصے تھے۔ اٹھائیس۲۸ حصوں میں تقسیم کیا ہوا گوشت اِن ہی دس۱۰ تیروں کی مناسبت سے تقسیم ہوجاتے تھے۔ البتہ تین لکڑی کے تیر ایسے تھے جن پر نہ صرف یہ کہ گوشت کا کوئی حصہ نہیں ملتا تھا بلکہ جن تین آدمیوں کے نام یہ تین ازلام آجاتے تھے

اُن تینوں کو مل کر اُونٹ کی قیمت ادا کرنی پڑتی تھی اور وہ جوئے میں ہار جاتے تھے۔ اور کل دس آدمی اِس جوئے میں شریک ہوتے تھے۔ جن تین ازلام کی وجہ سے لوگ ہار جاتے تھے اُن کے نام منیح، سفیح اور رغد۔

"اَزلام" جوئے کی ایک قسم ہے جبکہ مَیسِر ہر قسم کے جوئے کو کہتے ہیں۔ "ازلام" کا ذکر خاص طور پر اِس لئے ہوا ہے کہ یہ ابتدائے اسلام کے زمانے میں رائج تھا۔ اگرچہ کہ ازلام کے اور بھی طریقے ذکر ہوئے ہیں لیکن کوئی بھی طریقہ ہو جوا بہر حال حرام ہے۔ یعنی شراب، جوئے، بتوں اور ازلام وغیرہ شیطانی کام ہیں اور ان میں مبتلا ہونے سے کوئی فلاح اور نجات کا راستہ نہیں کھلتا۔ اسی لئے حکم ہے کہ شراب اور جوئے کے قریب بھی نہ جایا جائے۔

جوا اور شراب باہمی عدوات کا سبب :

"شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان عدوات اور بغض شراب اور جوئے کے ذریعے ڈال دے۔" یہ اِس آیت کا ترجمہ ہے: اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ (سورۂ مائدہ ۵ : آیت نمبر ۹۱)

یہ بات عام مشاہدے کی ہے۔ شراب میں تو واضح ہے کہ نشے کے عالم میں آدمی آپے سے باہر ہوتا ہے اور ایسے جرائم کر بیٹھتا ہے جو دشمنی کا سبب بن جاتے ہیں۔ ایسا بھی ہو چکا ہے کہ نشے میں مست آدمی نے اپنے قریب ترین اور عزیز ترین رشتہ داروں کو قتل کر دیا ہے اور جہاں تک جوئے کا تعلق ہے آدمی یا تو ہارتا یا جیتا ہے۔ ہارنے

والا آدمی جیتنے والے آدمی سے حسد اور دشمنی کرنے لگتا ہے اور بدلہ نکالنے کی فکر کرتا ہے۔ اگر آدمی یہ سوچے کہ کھیل میں تو ہار جیت تو ہوتی ہے اور یہ سوچ کر ہار جانے پر بھی وہ بُرا نہ ماننے کی کوشش کرے تب بھی دِل میں حسد کا پیدا ہونا ایک فطری عمل ہے جس کا نتیجہ آخرکار دشمنی ہوتا ہے۔

جوا عیّاشی اور فحاشی کا سبب ہے

ظاہر ہے جوئے میں آدمی جب جیتتا ہے تو بغیر محنت کے اُسے کافی مال مل جاتا ہے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عیاشی کی فکر میں لگ جاتا ہے۔ مالِ مفت، دلِ بے رحم کا مصداق بنکر وہ پیسے کو پانی کی طرح خرچ کر ڈالتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ جوئے پیسہ پورا کا پورا حرام ہوتا ہے اِس لئے وہ زیادہ تر حرام کاموں ہی میں خرچ ہوتا ہے۔ حرام مال کا ایک بڑا اثر یہ بھی ہے کہ وہ مزید حرام کاموں پر آدمی کو اُکساتا ہے۔ جوئے میں جیتنے والا آدمی اِس لت میں پڑ جاتا ہے اور اپنا مال زیادہ بڑی رقم جیتنے کے لئے لگا دیتا ہے۔ کبھی تو وہ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ مال کی خاطر خون خرابے پر اُتر آتا ہے۔

کتاب "بلاھای اجتماعی" کے صفحہ ۲۲۱ پر لکھا ہے کہ ایران کے ایک شہر میں جوا کھیلنے والے ایک آدمی نے اپنے حریف کے پہلو میں تین دفعہ چاقو گھونپ کر اُسے قتل کر دیا۔ قاتل نے عدالت میں یہ بیان دیا کہ! "مقتول نے جوئے میں میری بہت ساری دولت ہتھیا لی تھی اور اُس کے بعد میرے کہنے کے باوجود ایک اور باز لگانے پر تیار

ہیں۔ یہاں پر احارم سے مراد تمام رشتے دار ہیں نہ کہ خاص رشتہ دار۔ بیشک خداوندِ عالم نے تمام رشتے داروں سے صلۂ رحمی کا حکم دیا ہے اور صلۂ رحمی کو اس قدر اہمیت دی ہے کہ اپنے نام کے ساتھ اس کا تذکرہ فرمایا ہے"۔

نماز اور زکوۃ کی طرح تقویٰ اور صلۂ رحمی کا حکم

امام علی رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَمَرَ بِثَلٰثَةٍ مَقْرُوْنٌ بِهَا ثَلٰثَةٌ اُخْرٰی اَمَرَ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ فَمَنْ صَلّٰی وَلَمْ يُزَكِّ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ صَلٰوتُهٗ، وَاَمَرَ بِالشُّكْرِ لَهٗ وَلِوَالِدَيْهِ فَمَنْ لَّمْ يَشْكُرْ وَالِدَيْهِ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ، وَاَمَرَ بِاتِّقَاءِ اللّٰهِ وَصِلَةِ الْاَرْحَامِ فَمَنْ لَّمْ يَصِلْ رَحِمَهٗ لَمْ يَتَّقِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ "پروردگارِ عالم نے تین چیزوں کا حکم تین چیزوں کے ساتھ قرآنِ مجید میں فرمایا ہے۔

۱۔ نماز اور زکوٰۃ کا حکم ساتھ ساتھ دیا ہے۔ اب اگر کوئی نماز پڑھے اور زکوٰۃ (اگر واجب ہوگئی ہو) نہ دے تو اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔

۲۔ اپنا اور والدین کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اب اگر کوئی والدین کا شکریہ ادا نہ کرے تو گویا اس نے خدا کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔

۳۔ اُس نے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور صلۂ رحمی کا حکم بھی فرمایا ہے پس اگر کوئی صلۂ رحمی نہ کرے تو وہ متقی بھی نہیں"۔

ہے۔

اِس کے بعد اسی آیت میں مزید تاکید کے لئے خدا ارشاد فرماتا ہے: فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ "آیا اب بھی تو ایسے بڑے گناہوں سے باز نہیں رہو گے؟" یعنی ان کے اتنے بڑے بڑے نقصانات سے واقف ہو کر بھی باز نہیں آؤ گے؟ اس کے بعد والی آیت میں اسی موضوع پر مزید تاکید کے لئے ارشاد ہے کہ: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (سورۂ مائدہ ۵: آیت نمبر ۹۲) یعنی اور خدا اور رسول کی اطاعت کرو۔ ان کی مخالفت سے پرہیز کرو۔ نصیحت کے باوجود اگر تم نے دوبارہ ان گناہوں (شراب خوری، قمار بازی اور بت پرستی) کی طرف جاؤ گے تو جان لو کہ ہمارے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر تو کھل کر ہدایت پہنچا دینے ہی کا فریضہ تھا" اِس طرح حجّت تمام ہو چکی ہے اور اب تم یہ عذر پیش نہیں کر سکتے کہ تمھیں کچھ معلوم نہ تھا۔

اب ہم جوئے کی کچھ قسمیں بیان کر رہے ہیں!

۱۔ لھو ولعب کے آلات اور شرط لگانا

جو آلات جوے ہی میں استعمال ہوتے ہیں اُن سے شرط لگائے بغیر محض تفریحاً کھیلنا بھی حرام ہے۔ اِس بات پر تمام مجتہدین متفق ہیں۔ ابھی جو حدیث ذکر ہوئی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ جوئے کے کھیل میں ہاتھ ڈالنے والا شخص ایسا ہے جیسے اُس نے سور کے گوشت میں اپنے ہاتھ لتھڑا لئے ہوں۔ اِسی حدیث کے ذیل میں

یہ بھی ہے کہ: لَا صَلٰوۃَ لَہٗ حَتّٰی یَغْسِلَ یَدَہٗ وَالنَّاظِرُ اِلَیْھَا کَالنَّاظِرِ اِلٰی فَرْجِ اُمِّہٖ

(وسائل الشیعہ، باب تجارت) "شطرنج کھیلنے والے شخص کی اُس وقت تک نماز نہیں ہوتی

جب تک وہ شطرنج کھیلنے کے بعد ہاتھ نہ دھولے اور شطرنج کو دیکھنا ایسا ہی ہے

جیسے آدمی اپنی ماں کی شرمگاہ کو دیکھے"۔

اَنَّہٗ سُئِلَ عَنِ الشَّطْرَنْجِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے شطرنج کے بارے

میں پوچھا گیا۔ فَقَالَ تو امامؑ نے فرمایا: دَعُوا الْمَجُوْسِیَّۃَ لِاَھْلِھَا "مجوسیوں کا کام

انہی کے لئے چھوڑ دو" یعنی مسلمانوں کو شطرنج کی بازی کے نزدیک بھی نہیں جانا چاہیئے۔

ایک اور روایت میں امام نے فرمایا لَا تَقْرَبُوْھَا یعنی "شطرنج کے قریب بھی مت جاؤ۔

کتاب "تحف العقول" کی روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایسی ہر چیز کا

استعمال حرام ہے جو جوئے میں استعمال ہوتی ہو۔ مثلاً وَجَمِیْعُ التَّقَلُّبِ فِیْہِ مِنْ

جَمِیْعِ وُجُوْہِ الْحَرَکَاتِ کُلِّھَا "جوئے کے تمام آلات اور کام حرام ہیں"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کا ارشاد ہے: کُلُّ قِمَارٍ مَیْسِرٌ وَکُلُّ ھٰذَا

بَیْعُہٗ وَشِرَآئُہٗ وَالْاِنْتِفَاعُ لِشَیْءٍ مِّنْ ھٰذَا حَرَامٌ مُّحَرَّمٌ وَھُوَ رِجْسٌ مِّنْ

عَمَلِ الشَّیْطَانِ (تفسیر قمی) ہر قسم کا قمار (قمار ایسے کھیل کو کہتے ہیں جس میں شرط

لگائی جائے کہ جو بھی ہارے گا وہ جیتنے والے کو اتنا مال دے گا) جوا ہے اور جوئے کے

آلات کو بیچنا یا خریدنا یا استعمال کرنا بہر حال حرام ہی ہے۔ یہ وہی گندا عمل ہے

جو شیطان کرواتا ہے"۔

اگر کوئی کہے کہ شطرنج اور تاش وغیرہ اگر پیسے کی شرط لگائے بغیر کھیلی جائے

تو کیوں حرام ہے؟ خاص طور پر جب کہ ایسے کھیلوں سے کافی ذہنی ورزش ہوتی ہو!

جواب میں یہ کہنا چاہیئے کہ جوا ایک اتنی بُری لت ہے جو خاندانوں کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے۔ بغیر کسی مالی شرط کے کھیلتے رہنے کا نتیجہ بھی یہی ہوتا ہے کہ شیطان جوئے کے ذریعے مال حاصل کرنے پر اکساتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے جوئے میں استعمال ہونے والی چیزوں کو بھی ممنوع قرار دیا ہے تاکہ معاشرے میں جوا جڑ سے ختم ہو جائے۔ اِسی لئے جوئے کے آلات بنانا، بیچنا، خریدنا اور بیچ کر اُن سے حاصل ہونے والی رقم کو استعمال کرنا بھی حرام ہے۔ بلکہ جوئے کے آلات اپنے پاس رکھنا بھی حرام ہے اور اُنھیں ضائع کر دینا واجب ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جوئے سے حاصل ہونی والی رقم بھی حرام ہے۔

اسحاق ابنِ عمار نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے پوچھا کہ بچے انڈے اور اخروٹ سے اُسی طرح کھیلتے ہیں جیسے جوا کھیلا جاتا ہے"۔ حضرت نے فرمایا: "ایسی چیزیں کھاؤ بھی نہیں!"

جوئے کا مال حرام ہونے کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ (سورۂ نساء ۴۔ آیت نمبر ۲۹) یعنی "اے ایمان دارو! باطل اور غلط طریقے سے ایک دوسرے کا مال مت کھاؤ!"

جوئے کا مال حاصل کرنے والے شخص پر واجب ہوتا ہے کہ جس آدمی کو ہرا کر وہ رقم لی ہے اسے وہ واپس کر دے!

۲۔ بغیر شرط کے آلات لھو و لعب سے کھیلنا

معلوم ہوا کہ جس طرح شرط لگا کر جوئے کے آلات سے کھیلنا حرام ہے اسی طرح بغیر شرط لگائے بھی ان چیزوں کو استعمال کرنا حرام ہے جو جوئے ہی سے مخصوص ہیں۔ یہاں تک کہ جوئے کی بیٹھک میں بیٹھ کر کھیل دیکھنا بھی حرام ہے۔ نہی عن المنکر کے لحاظ سے بھی ایسی جگہ سے باہر نکل جانا واجب ہے۔

اگر اتفاق سے جوئے کے آلات پر نظر پڑ جائے تو مستحب ہے کہ آدمی حضرت امام حسین علیہ السّلام کو یاد کرے اور یزید ملعون پر لعنت کرے۔ فضل ابنِ شاذان نے امام علی رضا علیہ السّلام کو یہ کہتے سنا (عَنِ الْفَضْلِ بْنِ شَاذَانَ قَالَ سَمِعْتُ الرِّضَا يَقُوْلُ) لَمَّا حُمِلَ رَأْسُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اِلَى الشَّامِ "جب حسین ابنِ علی علیہم السّلام کا سر شام لے جایا گیا" اَمَرَ يَزِيْدُ لَعَنَهُ اللهُ "یزید، خدا اس پر لعنت کرے، نے کچھ حکم دیا"، فَوُضِعَ وَنُصِبَتْ عَلَيْهِ الْمَائِدَةُ "پس سرِ مبارک رکھ دیا گیا اور یزید کے سامنے دستر خوان بچھا دیا گیا"، فَاَقْبَلَ هُوَ لَعَنَهُ اللهُ وَاَصْحَابُهُ يَاْكُلُوْنَ وَيَشْرَبُوْنَ الْفُقَّاعَ "پھر یزید (خدا اس پر لعنت کرے) اور اس کے ساتھیوں نے کھانا اور جو کی شراب پینا شروع کر دی" فَلَمَّا فَرَغُوْا اَمَرَ بِالرَّاْسِ "جب وہ لوگ فارغ ہو گئے تو یزید نے سرِ مبارک کے بارے میں کچھ حکم دیا" فَوُضِعَ فِيْ طَسْتٍ تَحْتَ سَرِيْرِهِ "پس سرِ مبارک ایک طشت میں رکھ کر اس کے تخت کے نیچے ڈال دیا گیا" وَبُسِطَ عَلَيْهِ رُقْعَةُ الشِّطْرَنْجِ "اور یزید کے لئے شطرنج

کی بساط بچھائی گئی "۔ وَجَلَسَ یَزِیدُ عَلَیْهِ اللَّعْنَةُ یَلْعَبُ بِالشَّطْرَنْجِ وَیَذْکُرُ الْحُسَیْنَ وَاٰبَاهُ وَجَدَّهٗ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ وَیَسْتَهْزِئُ بِذِکْرِهِمْ "یزید ملعون شطرنج کھیلنے بیٹھ گیا۔ ساتھ ساتھ وہ حسینؑ، اُن کے والد اور جد صلوات اللہ علیہم کا بھی مذاق اڑا رہا تھا!" فَمَتٰی مَرَّ صَاحِبَهٗ تَنَاوَلَ الْفُقَّاعَ فَشَرِبَهٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ "جب وہ اپنے حریف پر جیت جاتا تھا تو جو کی شراب سنبھال لیتا تھا اور تین دفعہ جام پی جاتا تھا!" ثُمَّ صَبَّ فَضْلَتَهٗ عَلٰی مَا یَلِی الطَّسْتَ "پھر جو شراب بچی ہوئی ہوتی وہ طشت میں (امام حسین علیہ السّلام کے سرِ مبارک پر) پھینک دیتا تھا!"

حضرت امام علی رضا علیہ السّلام پھر فرماتے ہیں: فَمَنْ کَانَ مِنْ شِیْعَتِنَا فَلْیَتَوَرَّعْ عَنْ شُرْبِ الْفُقَّاعِ وَاللَّعِبِ بِالشَّطْرَنْجِ "پس جو بھی ہمارا شیعہ ہو اُسے جو کی شراب پینے اور شطرنج کھیلنے سے پرہیز کرنا چاہیئے!" وَمَنْ نَظَرَ اِلَی الْفُقَّاعِ اَوْ اِلَی الشَّطْرَنْجِ فَلْیَذْکُرِ الْحُسَیْنَ وَلْیَلْعَنْ یَزِیْدَ وَاٰلَ زِیَادٍ "اور شخص جو کی شراب یا شطرنج دیکھے اُسے چاہیئے وہ امام حسینؑ کو یاد کرے اور یزید و آلِ زیاد پر لعنت بھیجے!"

یَمْحُو اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِذٰلِكَ ذُنُوْبَهٗ وَلَوْ کَانَتْ بِعَدَدِ النُّجُوْمِ (عیون اخبار الرضا صفحہ ۱۹۳) "اگر شیعہ ایسا کرے گا تو خدا تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا اگرچہ وہ ستاروں کی طرح زیادہ ہوں!"

۳۔ جوئے کے آلات کے علاوہ دیگر آلات سے شرط لگا کر کھیلنا

ایسے آلات اور ایسی چیزوں سے شرط لگا کر کھیلنا بھی حرام ہے جن کا استعمال جوئے میں نہیں ہوتا۔ البتہ گھڑ دوڑ اور تیر اندازی میں شرط لگانا حرام نہیں ہے ان دو چیزوں کے علاوہ کسی بھی مقابلے اور کھیل میں شرط لگانا حرام ہے۔ مثلاً کشتی کے مقابلوں، وزن اٹھانے کے یا نیزہ بازی کے جیسے مقابلوں میں شرط لگانا حرام ہے۔ اگر پھر بھی کوئی آدمی شرط جیت کر رقم حاصل کرے تو وہ حرام مال ہے۔ اسے چاہیئے کہ وہ رقم اس کے مالک کو لوٹا دے۔

گھڑ دوڑ اور تیر اندازی

جہاں تک گھڑ دوڑ اور تیر اندازی کے مقابلوں کا تعلق ہے اُن میں بلاشبہ شرط لگانا اور جیت کر رقم حاصل کرنا جائز ہے۔ جیتا ہوا آدمی اُس رقم کا مالک بھی ہو جاتا ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کی جنگی استعداد کو اُبھارنے کے لئے اور ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی عادت ڈالنے کے لئے اِن دو مقامات پر ایسا کرنا جائز قرار دیا ہے۔ اس کے تفصیلی احکام فقہی کتابوں میں موجود ہیں۔

شہیدِ ثانی کتاب مسالک میں اِس حکم پر علماء کے اجماع کا دعویٰ تحریر فرماتے ہیں۔ کتاب" وافی" میں امام جعفرِ صادق علیہ السّلام کی تین حدیثیں نقل ہوئی ہیں جن کا مضمون یہ ہے کہ گھڑ دوڑ اور تیر اندازی کے علاوہ کسی اور مقابلے میں

جب شرط لگتی ہے تو فرشتے غضب ناک ہو جاتے ہیں اور ایسا کام کرنے والے پر لعنت بھیجتے ہیں!

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے مروی ہے کہ: اِنَّ الْمَلَائِکَۃَ تَحْضُرُ الرِّھَانَ فِی الْخُفِّ وَالْحَافِرِ وَالرِّیْشِ وَمَا عَدَا ذٰلِکَ قِمَارٌ مُحَرَّمٌ (کتاب "وافی") یعنی "ملائکہ اس وقت حاضر ہوتے ہیں جب گھڑ دوڑ، اونٹوں کی دوڑ اور تیر اندازی کا مقابلہ ہوتا ہے۔ ان تین چیزوں کے علاوہ باقی سب جوا اور حرام ہے۔"

ایک اور روایت میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان تین مقابلوں کے علاوہ دیگر مقابلوں کو منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ: لَا سَبَقَ اِلَّا فِی خُفٍّ اَوْ حَافِرٍ اَوْ نَصْلٍ (کتاب "وافی") "گھڑ دوڑ، اونٹوں کی دوڑ اور تیر اندازی کے سوا کوئی مقابلہ ٹھیک نہیں ہے۔"

محمد ابن قیس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے جو صحیح حدیث نقل کی ہے اس میں امام کا ارشاد ہے کہ (قَالَ) قَضٰی اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی رَجُلٍ اَکَلَ ھُوَ وَاَصْحَابُہٗ شَاۃً امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام نے ایک ایسے شخص کے بارے میں حکم دیا جس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک بھیڑ کو زیادہ سے زیادہ کھانے کا مقابلہ کیا تھا۔ فیصلہ کرتے ہوئے امامؑ نے فرمایا: (فَقَالَ) اِنْ اَکَلْتُمُوْھَا فَھِیَ لَکُمْ وَاِنْ لَمْ تَاْکُلُوْھَا فَعَلَیْکُمْ کَذَا فَقَضٰی فِیْہِ اَنَّ ذٰلِکَ بَاطِلٌ لَا شَیْئَ فِی الْمُؤَاکَلَۃِ مِنَ الطَّعَامِ قَلَّ مِنْہُ اَوْکَثُرَ وَمَنَعَ غَرَامَۃً فِیْہِ (مکاسب محرّمہ، نقل از "کافی و تہذیب") "اگر تم لوگوں نے اُسے کھانا شروع کر دیا تھا تو وہ بھیڑ پوری کی پوری

تمھاری ہے۔ لیکن اگر ابھی تم نے کھانا شروع نہیں کیا تھا (اور شرط لگائی تھی) تو تم پر آتنا جرمانہ ہے۔" امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ امیر المومنین نے یہ فیصلہ کیا کہ ایسی شرط باطل ہے اور زیادہ سے زیادہ کھانے کا مقابلہ کرنے والوں پر کوئی جرمانہ نہیں ہے خواہ انھوں نے کم کھایا ہو یا زیادہ۔ البتہ انھوں نے کم کھانے والے کو ہارنے کے نتیجے میں نقصان اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔ یعنی اس مقابلے میں جو شخص سب سے کم کھا پائے گا اسے کچھ ادا کرنا نہیں پڑے گا، اصل شرط ہی باطل ہے۔

حضرت جابر امام محمد باقر علیہ السّلام سے نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "ہر وہ چیز جوا ہے جس میں ہارنے والے کو کچھ ادا کرنا پڑتا ہو خواہ وہ مقابلہ اخروٹ اور پانسوں ہی سے کیوں نہ ہو۔" یعنی اگرچہ چیز جوئے کے آلات میں شمار نہ ہوتی ہے پھر بھی اُس سے جوا کھیلنا حرام ہے۔

بغیر شرط کے کھیل

ایسے مقابلے جن میں جوئے کے آلات استعمال نہ ہوتے ہوں اور جن میں ہارنے والے کو کچھ ادا نہ کرنا پڑتا ہو، ان کے بارے میں بھی علماء کے فتوے مختلف ہیں۔ اکثر مجتہدین نے انہیں حرام قرار دیا ہے۔ علّامہ حلّی سے ان کی کتاب "تذکرہ" کے حوالے سے نقل ہے کہ "کشتی کا مقابلہ جائز نہیں ہے اگرچہ ہارنے والے کو کچھ دینا نہ پڑتا ہو۔ یہ علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔" علّامہ حلّی یہ بھی فرماتے ہیں کہ: دور دور تک ہاتھ یا کسی اور چیز کی مدد سے پتھر پھینکنے کا مقابلہ جائز نہیں

ہے۔ اسی طرح گھوڑے اور اونٹ کے علاوہ کسی اور جانور پر سواری کا مقابلہ، کشتی رانی کا مقابلہ یا پرندوں کو اُڑانے کا مقابلہ جائز نہیں ہے، اگرچہ کوئی مالی شرط رکھی نہ گئی ہو۔ اسی طرح مرغوں کو لڑا کر مقابلہ کروانا یا دو بکروں کا ایک دوسرے سے مقابلہ کروانا بھی جائز نہیں ہے۔ غرض ہر ایسا مقابلہ جائز نہیں ہے جس کا فائدہ میدانِ جہاد میں کچھ نہ ہو۔ مثلاً ایک پیر پر زیادہ دیر تک کھڑے رہنے کا مقابلہ، بند مٹھی میں دبی ہوئی چیزوں کے بارے میں طاق یا جفت عدد میں ہونے کی قیاس آرائی کرنا، زیادہ دیر تک پانی کے نیچے رہنا اور اس جیسے دیگر مقابلے میدانِ جہاد میں کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے۔ پس گھڑ دوڑ اور تیر اندازی کے سوا کوئی مقابلہ جائز نہیں ہے، خواہ اس میں کوئی شرط لگائی گئی ہو یا نہیں۔"

بعض دیگر مجتہدین مثلاً شہید ثانی ایسے مقابلوں کو حرام قرار نہیں دیتے ہیں جن میں نہ تو جوئے کے آلات استعمال ہوتے ہوں اور نہ ہی کوئی شرط لگائی گئی ہو۔ وہ ایسے مقابلوں کو جائز قرار دینے پر مائل ہیں۔ یہ قول ایک لحاظ سے قوی ہے خصوصاً ایسے مقابلوں میں یقیناً کوئی حرام پہلو نہیں ہے جن میں کوئی معقول غرض اور مصلحت ہو۔ مثلاً خوشخطی کا مقابلہ، پڑھنے، سینے، تعمیر کرنے کھیتی باڑی کرنے۔ ڈوڑنے اور کشتی رانی وغیرہ کے مقابلوں میں یہی بات ہے۔ لیکن چونکہ اکثر مجتہدین نے تیر اندازی اور گھڑ دوڑ کے علاوہ ہر قسم کے مقابلے سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے احتیاط بہتر ہے۔

البتہ ایسے مقابلے اسی صورت میں جائز ہیں جب کہ نقصان کا اندیشہ نہ

ہو۔ اگر نقصان کا اندیشہ ہو تو یہ مقابلے جائز نہیں رہتے۔ مثلاً کاروں کی خطرناک ریس، زیادہ سے زیادہ کھانے کا مقابلہ، باکسنگ یا وحشیانہ انداز میں کشتی کا مقابلہ، یہ سب حرام ہے کیوں کہ ان میں نقصان کا اندیشہ رہتا ہے۔

"قومی امداد" کے نام پر ایسے ٹکٹ خریدنا حرام ہے جن کی رقم واپس نہ ملتی ہو اور ٹکٹ خریدنے والوں میں سے چند افراد کو بیٹھے بٹھائے خطیر رقم مل جاتی ہو۔ یہ یقیناً جوا ہے اور بہت بڑا گناہ ہے۔

رشتے داروں کے حقوق اور آخرت کے حساب میں آسانی

پروردگارِ عالم قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی[1] "بیشک خداوندِ عالم عدل وانصاف اور (لوگوں کے ساتھ) نیکی کرنے اور رشتے داروں کو (جس چیز کی انہیں ضرورت ہو) عطا کرنے کا حکم دیتا ہے۔"

سورۂ رعد میں ارشاد ہوا: وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ[2] "اور وہ لوگ جن سے (صلۂ رحمی) کے تعلقات قائم رکھنے کا حکم خدا نے دیا ہے اسے قائم رکھتے ہیں اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور (قیامت کے دن) بُری طرح حساب لئے جانے سے خوف کھاتے ہیں۔"

اس آیت میں "سُوْٓءَ الْحِسَابِ" سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ "صلۂ رحمی" اور رشتے داروں کے حقوق کی ادائیگی آخرت کے حساب وکتاب کے موقع پر آسانی کا باعث ہے۔ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام واضح طور پر فرماتے ہیں! صِلَۃُ الرَّحِمِ تُھَوِّنُ الْحِسَابَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ[3] "صلۂ رحمی آخرت کے حساب کو آسان بنا دیتی ہے۔"

امام جعفرِ صادق علیہ السّلام کا دشمن رشتہ دار

امام جعفرِ صادق علیہ السّلام نے وقتِ آخر وصیت فرمائی کہ "میرے

[1]: سورۂ نحل ۱۶: آیت ۹۰۔ [2]: سورۂ رعد ۱۳: آیت ۲۱۔ [3] بحار الانوار جلد ۱۶۔ صفحہ ۲۸

پندرھواں گناہ

موسیقی

پندرہواں گناہ : موسیقی (ساز بجانا)

پندرہواں ایسا گناہ جس کے کبیرہ ہونے کی صراحت موجود ہے، موسیقی کے آلات استعمال کرنا ہے۔ مثلاً ستار، پیانو، تنبورہ اور ڈھول وغیرہ بجانا حرام ہے۔ اسی طرح موسیقی سننا بھی ایک گناہ کبیرہ ہے۔ فضل ابن شاذان نے امام علی رضا علیہ السّلام سے گناہانِ کبیرہ کی جو فہرست نقل کی ہے اس میں یہ بھی شامل ہے:

وَالْاِشْتِغَالُ بِالْمَلَاهِیْ "اور لہو ولعب کے آلات میں مگن ہو جانا بھی ایک گناہِ کبیرہ ہے"

تمام مجتہدین متفق ہیں کہ گانے بجانے کے آلات بنانا، خریدنا یا بیچنا جوئے کے آلات کی طرح حرام ہے اور ان سے حاصل ہونے والی رقم حرام مال ہے اور ان کے سلسلے میں ہونے والا ہر معاملہ باطل ہے۔ یہاں تک کہ موسیقی کے آلات

اپنے پاس محفوظ رکھنا بھی حرام ہے اور ان کو ضائع کر دینا واجب ہے۔ یہ بات امام جعفر صادق علیہ السّلام کی اس طولانی حدیث سے بھی ثابت ہے جو کتاب "تُحَفُ الْعُقُول" میں نقل ہے۔ اسی طرح شیخ حرّ عاملی کتاب "اَلْفُصُوْلُ الْمُهِمَّه" میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے نقل کرتے ہیں کہ: اِنَّمَا حَرَّمَ اللّٰهُ الصِّنَاعَةَ الَّتِی هِیَ حَرَامٌ کُلُّهَا الَّتِی یَجِیْئُ مِنْهَا الْفَسَادُ مَحْضًا نَظِیْرُ الْبَرَابِطِ وَالْمَزَامِیْرِ وَالشِّطْرَنْجِ وَکُلِّ مَلْهُوِیَّةٍ وَالصُّلْبَانِ وَالْاَصْنَامِ وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ یعنی "خدائے تعالیٰ نے ہر ایسی چیز بنانے کو حرام قرار دیا ہے جو مکمل طور پر حرام ہی میں استعمال ہوتی ہو اور جس سے محض خرابی پیدا ہوتی ہو۔ مثلاً بربط، بانسری، شطرنج لہو ولعب کے تمام آلات، صلیب، بت اور اس جیسی تمام چیزیں بنانا حرام ہے"۔

یہاں تک کہ امامؑ نے فرمایا (اِلٰی اَنْ قَالَ) فَحَرَامٌ تَعْلِیْمُهٗ وَتَعَلُّمُهٗ وَالْعَمَلُ بِهٖ وَاَخْذُ الْاُجْرَةِ عَلَیْهِ وَجَمِیْعُ التَّقَلُّبِ فِیْهِ مِنْ جَمِیْعِ وُجُوْهِ الْحَرَکَاتِ یعنی "پس گانے بجانے کو سیکھنا، سیکھانا، گانا بجانا، اس پر اُجرت لینا اور کسی بھی طریقے سے لہو ولعب میں مشغول ہونا حرام ہے"۔

موسیقی روایات کی روشنی میں

لہو ولعب اور گانے بجانے کے آلات کا استعمال حرام ہے اور اس سلسلے میں وارد ہونے والی روایات بہت سی ہیں۔ مثلاً حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی یہ حدیث نقل فرماتے ہیں کہ (قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اَنْهَاكُمْ عَنِ الزَّفْنِ وَالْمِزْمَارِ وَعَنِ الْكُوبَاتِ وَالْكَبَرَاتِ (کتاب "کافی") "میں تمھیں رقص کرنے، بانسری بجانے، ڈھول اور طبلہ بجانے سے منع کرتا ہوں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی بَعَثَنِیْ هُدًی وَّ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَمْحُوَ الْمَزَامِیْرَ وَالْمَعَازِفَ وَالْاَوْتَارَ وَالْاَوْثَانَ وَاُمُوْرَ الْجَاهِلِیَّةِ (تجارت، مستدرک الوسائل، باب ۷۹) "خداوند عالم نے مجھے لوگوں کی ہدایت کرنے کے لئے سارے جہاں پر رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں بانسری، گانے بجانے کے آلات، لہو و لعب کی چیزوں، بتوں اور زمانۂ جاہلیت کے امور کا خاتمہ کر دوں۔"

امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں: مَنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ بِنِعْمَةٍ فَجَاءَ عِنْدَ تِلْكَ النِّعْمَةِ بِمِزْمَارٍ فَقَدْ كَفَرَهَا (وسائل الشیعہ، کتاب تجارت، باب ۱۲۸) "جس شخص کو خدا نے کوئی نعمت عطا کی ہو لیکن اس نعمت کی موجودگی میں وہ شخص بانسری بجائے تو وہ شخص اس نعمت کی ناشکری کر بیٹھتا ہے!" کھانے پینے کی نعمتوں ہاتھوں اور بدن کی سلامتی جیسی نعمتوں، غرض ہر اس نعمت کی ناشکری ہو جائے گی جو بانسری بجانے والے شخص کو ملی ہو۔

موسیقی نفاق اور بے غیرتی کا سبب

چھٹے امامؑ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: ضَرْبُ الْعِیْدَانِ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ كَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الْخُضْرَةَ (تجارت، وسائل الشیعہ، باب ۱۲۸) "سارنگی بجانا دل میں

اس طرح نفاق پیدا کر دیتا ہے جس طرح پانی سبزہ اُگنے کا سبب بنتا ہے"۔ امامؑ یہ بھی فرماتے ہیں کہ مَنْ ضُرِبَ فِی بَیْتِہٖ بَرْبَطٌ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا سَلَّطَ اللّٰہُ عَلَیْہِ شَیْطَانًا یُقَالُ لَہٗ قَفَنْدَرُ فَلَا یَبْقٰی عُضْوٌ مِنْ اَعْضَائِہٖ اِلَّا قَعَدَ عَلَیْہِ "جس شخص کے گھر میں چالیس دن تک ڈھول تاشہ بجایا جائے گا خدا اس پر قفندر نامی ایک شیطان جو اس شخص کے بدن کے ہر ہر حصّے پر بیٹھے گا! فَاِذَا کَانَ کَذٰلِکَ نُزِعَ مِنْہُ الْحَیَاءُ فَلَمْ یُبَالِ مَا قَالَ وَلَا مَا قِیْلَ فِیْہِ "جب ایسا ہو جائے گا تو اس سے حیاء رخصت ہو جائے گی، پھر اُسے پرواہ نہیں ہوگی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور اس کے بارے میں کیا کہا جا رہا ہے!" ثُمَّ نَفَخَ فِیْہِ نَفْخَۃً فَلَا یَغَارُ بَعْدَھَا حَتّٰی تُؤْتٰی نِسَاءُہٗ فَلَا یَغَارُ (کتابِ تجارت، وسائل الشیعہ، باب ۱۲۸) "پھر وہ شیطان اس شخص میں پھونک مار دیتا ہے۔ پھر اس کے بعد اس کی غیرت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی عورتوں کے ساتھ بھی اگر بدفعلی کی جائے تو اسے غیرت نہیں آتی!"۔

یہ بات مشاہدے کی ہے کہ جن لوگوں کے گھروں میں ڈھول تاشہ اور گانا باجا عام ہوتا ہے، خواہ وہ ریڈیو اور کیسٹوں کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو وہ لوگ عام طور پر بے حیا اور بے غیرت ہوتے ہیں۔

موسیقار اور گانے کی آواز

مُعدۃ ابنِ زیاد کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السّلام کے حضور

حاضر تھا کہ ایک شخص نے امامؑ سے کہا: "جب میں بیت الخلاء جاتا ہوں تو میرے ہمسائے کی کنیزیں مجھے گاتی اور بجاتی ہوئی سنائی دیتی ہیں۔ کبھی میں کچھ زیادہ دیر وہاں رُک جاتا ہوں تاکہ مزید کچھ سُن لوں!" حضرتؑ نے فرمایا: "لہو و لعب کو غور سے سننا چھوڑ دو!"

اس شخص نے پھر کہا: مولا! میں ان کی لہو و لعب والی محفل میں نہیں جاتا ہوں! میں تو بس ان آوازوں کو سنتا ہوں!" امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: "کیا تم نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی؟ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (سورۂ بنی اسرائیل ۱۷: آیت نمبر ۳۶) یعنی بے شک کان، آنکھ، دل، غرض ان سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اس شخص نے کہا: "مجھے اس آیت کے بارے میں معلوم نہیں تھا اور میں اپنے عمل پر پشیمان ہوں۔ اب آئندہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ میں اپنے گزشتہ گناہوں کی توبہ کرتا ہوں اور اپنے خدا سے مغفرت طلب کرتا ہوں!"

یہ حال دیکھ کر امامؑ نے اس سے فرمایا (فقالَ) قُمْ فَاغْتَسِلْ وَصَلِّ مَا بَدَا لَكَ، فَإِنَّكَ كُنْتَ مُقِيمًا عَلٰى أَمْرٍ عَظِيمٍ مَا كَانَ أَسْوَءَ حَالَكَ! لَوْمِتَّ عَلٰى ذٰلِكَ، أَحْمَدُ اللّٰهَ وَأَسْئَلُهُ التَّوْبَةَ مِنْ كُلِّ مَا يَكْرَهُ "کھڑے ہو جاؤ جا کر غسل کرو اور نماز کے بعد اس بارے میں دُعا مانگو۔ تم یقیناً بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کرتے رہے ہو۔ تم کتنے بُرے حال میں مبتلا رہے ہو! تم نے اس بات پر اپنی ملامت کی ہے، میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں اور ہر اس چیز سے توبہ

کرتا ہوں جو خدا کو ناپسند ہو" یٰاَنَّہٗ لَایَکْرَہُ اِلَّا کُلَّ قَبِیْحٍ، وَالْقَبِیْحُ دَعْہُ لِاَھْلِہٖ یٰاَنَّ لِکُلٍّ اَھْلًا (کتاب "کافی" گانے بجانے کا باب) "بے شک خدا صرف قبیح چیز ہی کو ناپسند فرماتا ہے۔ قبیح چیز کو اس کے لائق لوگوں کے لئے چھوڑ دو کیوں کہ ہر چیز کے لائق کچھ نہ کچھ لوگ ہوتے ہیں!"

برکت اٹھ جاتی ہے

امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا: لَاتَدْخُلُ الْمَلَآئِکَۃُ بَیْتًا فِیْہِ خَمْرٌ اَوْدَفٌّ اَوْطُنْبُوْرٌ اَوْنَرْدٌ وَلَاتُسْتَجَابُ دُعَآئُھُمْ وَتُرْفَعُ عَنْھُمُ الْبَرَکَۃُ (وسائل الشیعہ) "فرشتے ایسے گھر میں داخل ہی نہیں ہوتے جس میں شراب، ڈھول، دف، یا بانسری وغیرہ موجود ہو۔ ایسے گھر والوں کی دُعا تک قبول نہیں ہوتی اور ان کے پاس سے برکت اُٹھ جاتی ہے!"

حضرت امام علی رضا علیہ السّلام نے فرمایا: اِسْتِمَاعُ الْاَوْتَارِ مِنَ الْکَبَآئِرِ (التجارت، مستدرک الوسائل، باب ۷۹) "موسیقی کے آلات کو سننا گناہانِ کبیرہ میں سے ہے!"

موسیقار کا سیاہ چہرہ

پیغمبر اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے: یُحْشَرُ صَاحِبُ الطُّنْبُوْرِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَھُوَ اَسْوَدُ الْوَجْہِ وَبِیَدِہٖ طُنْبُوْرٌ مِّنْ نَّارٍ وَّفَوْقَ

رَأْسِهٖ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ بِيَدِ كُلِّ مَلَكٍ مَقْمَعَةٌ يَضْرِبُوْنَ رَأْسَهٗ وَوَجْهَهٗ "جس شخص کے پاس ستار ہوگا وہ قیامت کے دن سیاہ چہرے کے ساتھ محشور ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں آگ کا ستار ہوگا! اور اس کے سر پر ستّر ہزار فرشتے ہوں گے جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں آگ کا گرز ہوگا اور وہ اس سے صاحبِ ستار کے سر اور چہرے پر ماریں گے!" وَيُحْشَرُ صَاحِبُ الْغِنَاءِ مِنْ قَبْرِهٖ اَعْمٰى وَاَخْرَسَ وَاَبْكَمَ "اور گانے والا شخص اپنی قبر سے اندھا، بہرا اور گونگا اٹھے گا۔" وَيُحْشَرُ الزَّانِيْ مِثْلُ ذٰلِكَ "اور زانی کو بھی اسی طرح قبر سے اٹھایا جائے گا! وَصَاحِبُ الْمِزْمَارِ مِثْلُ ذٰلِكَ وَصَاحِبُ الدَّفِّ مِثْلُ ذٰلِكَ (مستدرک الوسائل) " اور بانسری بجانے والا بھی اسی طرح محشور ہوگا اور ڈھول بجانے والا بھی ایسا ہی ہوگا! (یعنی ایسے تمام لوگ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے جب میدانِ حشر میں وارد ہوں گے!)"

جس گھر میں چالیس دن گانا بجانا ہوتا ہے

حضرت امام علی رضا علیہ السّلام کا ارشاد ہے: مَنْ بَقِيَ فِيْ بَيْتِهٖ طُنْبُوْرٌ اَوْ عُوْدٌ اَوْ شَيْئٌ مِّنَ الْمَلَاهِيْ مِنَ الْمِعْزَفَةِ وَالشِّطْرَنْجِ وَاَشْبَاهِهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللهِ "جس شخص کے گھر میں ڈھول، بانسری یا گانے باجے کی کوئی اور چیز، یا شطرنج جیسی چیز چالیس دن تک رہے، وہ شخص خدا کے غضب کو دعوت دے دیتا ہے!" فَاِنْ مَاتَ فِي الْاَرْبَعِيْنَ

چچازاد بھائی حسن افطس کو ستّر دینار پہنچا دیں!" آپؑ سے سوال کیا گیا کہ "مولا آپؑ اس پر عنایت فرما رہے ہیں جس نے آپؑ پر تلوار سے حملہ کیا تھا؟!"

امام علیہ السّلام نے جواب میں فرمایا" کیا تم نہیں چاہتے کہ میں ان لوگوں میں قرار پاؤں جن کے متعلق خداوندِ عالم فرماتا ہے: وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ اَنْ یُّوْصَلَ [1] اور وہ لوگ جن سے تعلقات یعنی صلۂ رحمی کے قائم رکھنے کا حکم خدا نے دیا ہے اُنھیں قائم رکھتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پروردگارِ عالم نے بہشت کو خلق فرمایا اور اسے پاک و پاکیزہ اور خوشبودار بنایا۔ اس کی خوشبو دو ہزار سال کی مسافت سے محسوس کی جا سکتی ہے لیکن عاقِ والدین اور قطعِ رحمی کرنے والے اس سے محروم ہوں گے [2]

صلۂ رحمی کے بارے میں احادیث

صلۂ رحمی کے واجب ہونے کے بارے میں بہت سی احادیث ہیں ان میں سے ایک حدیث جسے امام محمد باقر علیہ السلام نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُوْصِی الشَّاھِدَ مِنْ اُمَّتِیْ وَالْغَائِبَ مِنْھُمْ وَمَنْ فِیْ اَصْلَابِ الرِّجَالِ وَاَرْحَامِ النِّسَآءِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اَنْ یَّصِلَ الرَّحِمَ وَلَوْ کَانَ مِنْہُ عَلٰی مَسِیْرَۃِ سَنَۃٍ فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنَ الدِّیْنِ [3] "میں اپنی اُمّت کے حاضرین، غائب لوگوں اور آنے والی قیامت تک کی نسل جو مردوں کے اصلاب اور عورتوں

---

[1]: سورۂ رعد ۱۳: آیت ۲۱ [2]: بحار الانوار جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۶ [3]: کتاب "کافی"

مَاتَ نَاجِرًا فَاسِقًا، مَأْوٰیہُ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ (مستند نراقی) "اگر ایسا شخص ان چالیس دنوں ہی میں مر جائے تو اس کی موت ایک فاسق و فاجر کی موت ہوگی۔ اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا، اور وہ کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے!"

آخری زمانہ اور موسیقی

آخری زمانے کی نشانیاں جن روایتوں میں بیان کی گئی ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ: وَرَأَیْتَ الْمَلَاھِیَ قَدْ ظَھَرَتْ لَا یَمْنَعُھَا اَحَدٌ اَحَدًا وَلَا یَجْتَرِءُ اَحَدٌ عَلٰی مَنْعِھَا "اور تم دیکھو گے کہ لہو ولعب اتنا عام ہو جائے گا کہ کوئی کسی کو نہ تو منع کرے گا اور نہ ہی اپنے اندر منع کرنے کی ہمت پائے گا!" وَرَأَیْتَ الْمَعَازِفَ ظَاھِرَۃً فِی الْحَرَمَیْنِ (مستند نراقی) "اور تم دیکھو گے کہ حرمین شریفین (مکۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ) تک میں موسیقی کھلے عام ہونے لگے گی!"

ظاہر ہے آج یہی حالت ہے کہ بازاروں، سڑکوں، دکانوں، گھروں اور گاڑیوں میں بلند آواز سے فحش اور بے ہودہ موسیقی سنائی دیتی ہے مگر کسی کو روک ٹوک کرنے کی جرأت تک نہیں ہوتی۔

موسیقی اور گانے بجانے کے عذاب اور اس کی اخروی سزا کا اب تک بیان ہو چکا۔ اس گناہ کے دنیوی نقصانات بھی زیادہ ہیں۔ اس سلسلے میں دانشوروں نے باقاعدہ کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً فارسی میں یہ چند کتابیں ملاحظہ

کی جا سکتی ہیں "مناظرۂ دکتر و پیر"، بلاھای اجتماعی قرن ما" موسیقی و اسلام وغیرہ۔

اعصاب پر موسیقی کے اثرات

علمِ طبیعات اور حیاتیات کے ماہرین نے انسان کے اعصاب کی دو قسمیں کی ہیں: ایک ارتباطی اعصاب ہیں اور ایک نباتی اعصاب ہیں ارتباطی اعصاب سے مراد وہ اعصاب ہیں جو حلق سے اور مغز سے لیکر پورے بدن میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں اور نباتی اعصاب وہ اعصاب ہیں جو ذیلی شاخوں اور ذیلی جڑوں کی طرح ان مرکزی اعصاب کے آگے اپنا سلسلہ پھیلاتے ہیں۔ نباتی اعصاب بدن کے ظاہری حصّوں سے قریب ہوتے ہیں اور تمام اعضاء تک پیغام نشر کرتے ہیں۔ یہ اعصاب رلوگوں کو پھیلا دیتے ہیں جس کی وجہ سے خون کے دباؤ میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے اور بلڈ پریشر لو ہو جاتا ہے۔ جب کہ اِن اعصاب کا اثر مرکزی اور ارتباطی اعصاب پر بھی پڑتا ہے۔ وہاں رگیں سُکڑ جاتی ہیں جس کے نتیجے میں بلڈ پریشر ہائی ہو جاتا ہے۔ جب پورے بدن میں کہیں خون کا دباؤ کم اور کہیں زیادہ ہو تو اس سے صحت متاثر ہو جاتی ہے۔

اسکے علاوہ نباتی اعصاب جب کام کرتے ہیں تو گرمی پیدا ہوتی ہے اس کے برعکس مرکزی اور ارتباتی اعصاب کا کام الٹا ہے یعنی ان کی وجہ سے سُستی، نیند، غفلت، سہو و نسیان، غم و اندوہ، بے ہوشی، بدحالی اور آخر کار موت تک واقع

ہو سکتی ہے! ظاہر ہے جب موسیقی جیسے گناہوں کا اثر مختلف اعصاب پر مختلف ہوگا تو آدمی نفسیاتی طور پر بھی بیمار ہوگا اور اس کی فکر بھی منتشر ہوگی۔ اسی وجہ سے موسیقی کی دھن میں مست آدمی ویسے کام انجام نہیں دے سکتا جو ایک باشعور آدمی سوچ سمجھ کر انجام دے سکتا ہے۔

ظاہر ہے موسیقی بدن میں ارتعاش پیدا کرتی ہے جسکا اثر پورے بدن پر اعصاب کے نظام کے ذریعے ہو جاتا ہے۔ اعصاب کا سلسلہ معدے تک بھی گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے اور ہاضمے کا نظام بگڑ جاتا ہے۔ موسیقی کا اثر اتنا خراب ہوتا ہے کہ اس سے دل کی دھڑکن متاثر اور بے ربط ہو جاتی ہے۔ خون کا دباؤ اور بلڈ پریشر خراب ہو جاتا ہے۔ ایسے تمام امراض آدمی کو مستقل طور پر بیمار بنا دیتے ہیں اور حال یہ ہو جاتا ہے کہ جدید علم طب حیرت انگیز ترقی کے باوجود مکمل علاج سے اکثر موقعوں پر ناکام رہتا ہے! کبھی موسیقی اتنی ہیجان انگیز ہوتی ہے کہ آدمی کا دماغ خراب ہو جاتا ہے! سکتہ طاری ہو جاتا ہے اور طرح طرح کی نفسیاتی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ جن علاقوں میں موسیقی کا رواج زیادہ ہوتا ہے وہاں نفسیاتی بیماریاں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ اور امریکہ میں نفسیاتی بیماریوں کے ہسپتال سب سے زیادہ پائے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر ایڈلر موسیقی کے خلاف لکھتا ہے: "اگرچہ موسیقی اچھی لگتی ہے لیکن اسکا برا اثر انسان کے اعصاب پر پڑتا ہے۔ خاص طور پر جب گرمی زیادہ ہو تو موسیقی کا برا اثر بھی بڑھ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب اور ایران کے بعض گرم

علاقوں میں موسیقی کے بُرے اثرات انتہائی زیادہ ہوتے ہیں! امریکہ کے ہزاروں لوگ موسیقی اور اس کے نقصانات سے اتنے عاجز آچکے ہیں کہ انھوں نے مل کر ایک مطالبہ امریکی سنیٹ کے سامنے پیش کیا تھا تاکہ قانونی طور پر موسیقی پر پابندی لگادی جائے! افسوس کی بات یہ ہے کہ دنیا اس کی بدبختوں کو دیکھ رہی ہے مگر پھر بھی اس سے دِل لگا رہی ہے!" (ملاحظہ کیجیے کتابچہ تاثیر موسیقی بر اعصاب صفحہ ۳، ۶ اور ۱۰)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ناظرینِ محترم سے گذارش ہے کہ اس حصہ دویم کے ساتھ حصہ سویم بھی چھپ گئی ہے۔

غرض نقشی است کز ما باز ماند
کہ ہستی را نمی بینم بقائی

مگر صاحبدلی روزی برحمت
کند حق حسینی یک دعائی

تعارف

حضرت حجۃ الاسلام آقائے سید محمد علی حسینی دام مدظلہ العالی کی ذاتِ والا صفات ہمارے علمی حلقہ میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ اور نہ صرف ہمارے ملک کے اندر رہنے والے علمائے کرام کے درمیان آپ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں بلکہ نجفِ اشرف اور قم مقدسہ کے بزرگ مجتہدین کرام، فقہاء عظام اور علمائے ذوی الاحترام کے نزدیک بھی نہایت وثوق و اعتماد کی حامل شخصیت سمجھے جاتے ہیں۔

آپ نے سرزمینِ بلتستان پر جامعۂ محمدیہ، جامعۂ مصطفویہ، مدرسۂ صادقیہ کھرمنگ کے علاوہ کراچی میں طالبات کے لئے چار مدارس الزہراء اور طالب علموں کے لئے جامعۃ السبطین ابی سینالائن۔ جامعۂ آلِ اطہار، جعفرِ طیار سوسائٹی اور مکتبِ اہلِ بیت رضویہ سوسائٹی کی تاسیس فرمائی۔

اسی کے ساتھ آپ کو مذہبی و دینی کتابوں کی نشر و اشاعت کا بھی بہت احساس ہے۔ کیونکہ اچھی کتاب نہ صرف یہ کہ ذوقِ مطالعہ رکھنے والوں کے لئے ذہنی غذا فراہم کرتی ہے بلکہ ایک ایسا علمی سرمایہ ثابت ہوتی ہے جس سے نسلاً بعد نسل بنی نوع انسان کسبِ فیض کرتے رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ اپنے مکتبہ کے زیرِ اہتمام متعدد کتابیں چھپوا چکے ہیں۔ جنھوں نے مومنین کرام اور قارئینِ عظام سے سندِ قبولیت حاصل کی۔

زیرِ نظر کتاب عالم اسلام کے ایک جلیل القدر دینی رہنما شہیدِ محراب حضرت آیۃ اللہ آقائے سید عبدالحسین دستغیب علیہ الرحمۃ کی علمی نگارشات میں سے ایک نہایت

اہم تالیف ہے جس کا ترجمہ اور چھپائی نہایت محنت سے کی گئی ہے۔ ہمیں تقویٰ کی عظمت اس کے حصول کے اسباب، اس کے دنیاوی اثرات و اخروی نتائج کے ساتھ ساتھ اُن مواقع کا بھی ذکر کیا گیا ہے جنھیں دور کئے بغیر انسان نہ انسانی کمالات تک پہنچ سکتا ہے نہ اُس سعادت عظمیٰ کے حصول کا حقدار بن سکتا ہے جن کا قرآن و اہلِ بیت نے وعدہ کیا ہے۔

میں نے زیرِ نظر کتاب گناہانِ کبیرہ کے حصول کو جا بجا سے دیکھا، اور ناشر کے حسنِ انتخاب کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے بارگاہِ معبود میں دعا کرتا ہوں کہ وہ اس خدمت کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور جملہ اہلِ ایمان کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

این دعا از ما و از جملہ جہان آمین باد

احقر رضی جعفر نقوی، کراچی

جامعۃ الزہرا کی خصوصیات حسبِ ذیل ہیں

۱۔ تعلیمی نصاب کی بنیاد فقہ، اخلاق اور عقائد کے علاوہ عربی، فارسی اور انگلش کلاسز رکھی گئی ہیں۔

۲۔ کلاسز دو شفٹوں پر مشتمل ہوں گی۔ پہلی صبح ۸ سے ۱۰ اور دوسری ۲ بجے دوپہر سے شام ۵ بجے تک۔

۳۔ کسی قسم کی فیس یا معاوضہ نہیں لیا جاتا بلکہ کاپی پینسل قیمتی درسی کتب اور مطالعہ کی کتابیں مفت فراہم کی جاتی ہیں۔

۴۔ داخلہ لینے والی طالبات کے لئے مڈل پاس اور ذہین ہونا ضروری ہے۔

۵۔ ہر سال یکم جنوری سے فروری کے آخر تک داخلے دیئے جاتے ہیں۔

۶۔ طالبات کے لئے شرعی احکام اور خصوصاً حجاب کی پابندی نہایت ضروری ہے۔

۷۔ طالبات کو اختیار ہوگا کہ وہ ایک سالہ کورس کرنیکے بعد مدرسہ چھوڑ دیں یا دوسرے سال کا کورس بھی مکمل کریں۔

۸۔ مذکورہ کورس مکمل کرنے کے بعد حوزہ علمیہ قم جانا منظور ہو تو کراچی سے قم تک کے مصارف جامعہ برداشت کرے گا اور وہاں داخلے کا بندوبست بھی کیا جائے گا۔

۹۔ رضویہ سوسائٹی کے علاوہ ابی سینا لائن میں مدارس زہرآء قائم ہیں

آخر میں میری دعا ہے کہ پروردگارِ دو عالم ہم سب کو چہاردہ معصومین علیہم السّلام کی سیرتِ طیبہ پر چلنے اور خصوصاً ہماری ماؤں بہنوں کو ام الائمہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اور ناموس کبریٰ حضرت زینب علیہا السلام کے نقشِ قدم پر چلنے کی عملاً توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

خادم علومِ آلِ محمدؐ

سید محمد علی الحسینی

موسّس و مدیر جامعۃ الزہرآء

سی۔ ۳۳۔ رضویہ سوسائٹی۔ کراچی نمبر ۱۸ (پاکستان)

جامعۃ الزہراء کی معیاری مطبوعات

گناہانِ کبیرہ	جلد اوّل
گناہانِ کبیرہ	جلد دوئم
گناہانِ کبیرہ	جلد سوئم
قلبِ سلیم	جلد اوّل
قلبِ سلیم	جلد دوئم

کے ارحام میں ہے، سب کو وصیّت کرتا ہوں کہ وہ صلۂ رحمی کریں اگرچہ کہ وہ ایک سال کی مسافت کے فاصلے پر رہتے ہوں۔ کیونکہ صلۂ رحمی ان امور میں سے ہے جسے خدا نے دین کا جزء (ایک اہم اور ضروری حکم) قرار دیا ہے۔"

صلۂ رحمی کرنے والا باآسانی پُلِ صراط سے گذر جائے گا

امام محمد باقر علیہ السّلام نے حضرت ابوذر غفاریؒ سے، اور انھوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ: حَافَتَا الصِّرَاطِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ الرَّحِمُ وَالْاَمَانَةُ، فَاِذَا مَرَّ الْوَصُوْلُ لِلرَّحِمِ الْمُؤَدِّیْ لِلْاَمَانَةِ نَفَذَ اِلَی الْجَنَّةِ وَاِذَا مَرَّ الْخَائِنُ لِلْاَمَانَةِ الْقَطُوْعُ لِلرَّحِمِ لَمْ یَنْفَعْ مَعَهُمَا عَمَلٌ وَتَکَفَّأَ بِهِ الصِّرَاطُ فِی النَّارِ[1] "صراط (جہنّم کے اوپر ایک پل ہے جس پر سے ہر ایک کو گذرنا پڑے گا) اُس کے دونوں طرف صلۂ رحمی اور امانت ہوگی۔ صلۂ رحمی اور امانت کو ادا کرنے والے باآسانی پُلِ صراط سے گذر کر جنّت میں پہنچ جائیں گے۔ امانت میں خیانت کرنے اور قطع رحمی کرنے والوں کو ان کا کوئی عمل فائدہ نہیں پہنچائے گا اور وہ پُلِ صراط سے جہنّم کی آگ میں گر پڑیں گے۔"

صلۂ رحمی کا دنیا میں فائدہ

بہت سی روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ صلۂ رحمی کا فائدہ اس دنیا میں بھی،

---

[1]: کتاب "کافی"

ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً طولِ عمر، موت کا ٹل جانا، بلاؤں کا دور ہو جانا، رزق میں برکت، فقر و فاقہ کا دور ہو جانا اور نسل کا زیادہ ہو جانا وغیرہ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے منصور دوانقی کے دربار میں، رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے تین حدیثیں نقل فرمائی ہیں:

۱- اِنَّ الرَّجُلَ لَیَصِلُ رَحِمَهُ وَ قَدْ بَقِیَ مِنْ عُمُرِهِ ثَلٰثُ سِنِیْنَ فَیُصَیِّرُهُ اللّٰهُ ثَلٰثِیْنَ سَنَةً وَ یَقْطَعُهَا وَ بَقِیَ مِنْ عُمُرِهِ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً فَیُصَیِّرُهُ اللّٰهُ ثَلٰثَ سِنِیْنَ ثُمَّ قَالَ یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَاۤءُ وَ یُثْبِتُ [۱] "ایک شخص جس کی عمر تین سال سے زیادہ باقی نہیں رہی صلۂ رحمی کرنے کی وجہ سے خداوندِ عالم اس کی عمر بڑھا کر تیس سال کر دیتا ہے۔ اسی طرح ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کی عمر تیس[۳۰] باقی رہتی ہے لیکن قطعِ رحمی کی وجہ سے اس کی عمر گھٹ کر تین سال رہ جاتی ہے۔ پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ خدا جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے لکھ دیتا ہے"۔

یعنی انسان کے اعمال کی وجہ سے اس کی زندگی کے بعض امور میں خدا اگر چاہے تو تبدیلی پیدا کر دیتا ہے"۔

۲- صِلَةُ الرَّحِمِ تَعْمُرُ الدِّیَارَ فِی الْاَعْمَارِ وَ اِنْ کَانَ اَهْلُهَا غَیْرَ اَخْیَارٍ [۲] "رشتے داروں کے حقوق کی ادائیگی گھروں کو آباد کر دیتی ہے اور اس سے عمریں طولانی ہو جاتی ہیں خواہ رشتے داروں کے حقوق کو ادا کرنے والا فاسق ہو۔

---

[۱]: بحار الانوار۔ [۲]: بحار الانوار۔

۳۔ صِلَةُ الرَّحِمِ تَهُوْنُ الْحِسَابَ وَ تَقِيْ مِيْتَةَ السُّوْءِ؎ "صلہ رحمی بروز قیامت حساب وکتاب میں آسانی کا باعث ہے اور یہ ناگہانی موت سے بچاتی ہے۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے میسر سے فرمایا: قَدْ حَضَرَ اَجَلُكَ غَيْرَ مَرَّةٍ كُلَّ ذٰلِكَ يُؤَخِّرُ اللّٰهُ بِصِلَتِكَ لِرَحِمِكَ وَ بِرِّكَ قَرَابَتَكَ " "(اے میسر) کئی مرتبہ تمہاری موت کا وقت آیا مگر اللہ نے صلۂ رحمی اور رشتے داروں کے ساتھ اچھے سلوک کی وجہ سے اسے مؤخر کر دیا۔"

صلۂ رحمی طویل عمر کا باعث ہے

امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: يَا مُيَسِّرُ لَقَدْ زِيْدَ فِيْ عُمُرِكَ فَاَيَّ شَيْءٍ تَعْمَلُ؟ "اے میسر واقعاً تمہاری عمر بڑھ گئی ہے۔ تم کون سا ایسا کام کرتے رہے ہو؟" قُلْتُ۔ میسر نے جواب میں کہا: اَنَا غُلَامٌ بِخَمْسَةِ دَرَاهِمَ فَكُنْتُ اُجْرِيْهَا عَلٰى خَالِيْ۔ "میں جوانی میں مزدوری کر کے پانچ درہم کمایا کرتا تھا اور وہ اپنے ماموں کو دے دیا کرتا تھا۔"

ایک مرتبہ یعقوب مغربی حضرت امام موسیٰ ابن جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں آئے تو آپؑ نے فرمایا: وَقَعَ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ اَخِيْكَ شَرٌّ فِيْ مَوْضِعِ كَذَا وَ كَذَا حَتّٰى شَتَمَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَ لَيْسَ هٰذَا دِيْنِيْ وَ لَا دِيْنَ آبَائِيْ وَ لَا نَامُرُ بِهٰذَا اَحَدًا مِنَ النَّاسِ فَاتَّقِ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، فَاِنَّكُمَا سَتَفْتَرِقَانِ بِمَوْتٍ اَمَا اِنَّ اَخَاكَ سَيَمُوْتُ فِيْ سَفَرِهٖ قَبْلَ اَنْ يَصِلَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَ سَتَنْدَمُ

اَنْتَ عَلٰی مَاکَانَ مِنْکَ وَ ذٰلِکَ اَنَّکُمَا تَقَاطَعْتُمَا فَبَتَرَ اللّٰہُ اَعْمَالَکُمَا۔

"تمھاری اپنے بھائی سے فلان مکان پر تو تو میں میں ہوگئی یہاں تک کہ تم نے ایک دوسرے کو گالی دی اور قطعِ تعلق کرلیا۔ ایسا کرنا نہ میرے دین میں ہے نہ میرے اباء واجداد کے دین میں۔ پس خوفِ خدا کرو۔ عذابِ الٰہی سے ڈرو۔ اِس عمل کی وجہ سے موت عنقریب تمھیں جدا کردے گی۔ تمھارا بھائی اپنے اس سفر میں مر جائے گا اور تم اپنے کئے پر پشیمان ہوجاؤ گے"۔

فَقَالَ لَہُ الرَّجُلُ فَاَنَا جُعِلْتُ فِدَاکَ مَتٰی اَجَلِیْ اُس شخص (یعقوب) نے کہا "مولا میں آپؑ پر قربان ہوجاؤں! مجھے کب موت آئے گی؟"

فَقَالَ اَمَا اِنَّ اَجَلَکَ قَدْ حَضَرَ حَتّٰی وَصَلْتَ عَمَّتَکَ بِمَا وَصَلْتَہَا بِہٖ فِیْ مَنْزِلِ کَذَا کَذَا فَزِیْدَ فِیْ اَجَلِکَ عِشْرُوْنَ: امام علیہ السّلام نے جواب میں فرمایا: "تمھاری موت بھی آچکی تھی لیکن تم نے اپنی پھوپھی کے ساتھ ایک مقام پر صلۂ رحمی اور حسنِ سلوک کیا، جس کی وجہ سے تمھاری عمر بیس سال (یا ماہ) بڑھ گئی!"

قَالَ شُعَیْبُ فَاَخْبَرَنِی الرَّجُلُ وَلَقِیْتُہٗ حَاجًّا اَنَّ اَخَاہُ لَمْ یَصِلْ اِلٰی اَھْلِہٖ حَتّٰی دَفَنَہٗ فِی الطَّرِیْقِ [1] "آخر کار یعقوب کے بھائی کا وہی انجام ہوا جس کی خبر امام علیہ السّلام نے دی تھی کہ وہ اپنے وطن پہنچنے سے پہلے ہی مر گیا اور اُسے راستے ہی میں دفن کردیا گیا"۔

---

[1]: کتاب "سفینۃ البحار" جلد اوّل صفحہ ۵۱۶

صلۂ رحمی کا آخرت میں فائدہ

صلۂ رحمی کا نہ صرف اس دنیا میں فائدہ ہے بلکہ آخرت میں بھی اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے اور روحانی معنوی کمالات بھی حاصل ہوتے ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: صِلَۃُ الْاَرْحَامِ تُحَسِّنُ الْخُلُقَ وَتُسَمِّحُ الْکَفَّ وَتُطِیْبُ النَّفْسَ [۱] "صلۂ رحمی سے اخلاق بہتر ہوجاتے ہیں۔ سخاوت پیدا ہوتی ہے۔ (کیوں کہ جب صلۂ رحمی کو انجام دیتا ہے تو اسے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اخلاق اور نرمی سے پیش آنا پڑتا ہے۔) اس طرح بار بار کرنے کی وجہ سے اس کے کے اخلاق بہتر ہوجاتے ہیں، اور اسی طرح رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ان کی امداد کرنے سے انسان میں سخاوت کی صفت بھی پیدا ہوجاتی ہے۔) اور نفس (حسد، دشمنی اور دیگر گناہوں سے) پاک و پاکیزہ ہوجاتا ہے۔"

صلۂ رحمی تمام اعمال قبول ہوجانے کا سبب

امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں: صِلَۃُ الْاَرْحَامِ تُزَکِّی الْاَعْمَالَ وَتُنْمِی الْاَمْوَالَ وَتَدْفَعُ الْبَلْوٰی وَتُیَسِّرُ الْحِسَابَ وَتُنْسِی الْاَجَلَ [۲] "صلۂ رحمی کی وجہ سے اعمال پاک و پاکیزہ ہوجاتے ہیں (یعنی صلۂ رحمی کرنے والا جو عمل انجام دیتا ہے اس کی خامیاں دور ہوجاتی ہیں اس طرح اس کے اعمال بارگاہِ احدیت

---

[۱]: کتاب سفینۃ البحار جلد اوّل صفحہ ۵۱۶ [۲]: کتاب کافی۔

میں قبول ہو جاتے ہیں) مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔ مصیبتیں اور بلائیں دور ہوتی ہیں۔ آخرت کا حساب و کتاب آسان ہو جاتا ہے اور آئی ہوئی موت بھی ٹل جاتی ہے۔"

قطعِ رحمی کرنے والے کی طرف دوستی کا ہاتھ

حضرت سیدِ سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں: مَا مِنْ خُطْوَةٍ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ خُطْوَتَیْنِ خُطْوَةٌ یَسُدُّ بِهَا الْمُؤْمِنُ صَفًّا فِی اللّٰهِ وَ خُطْوَةٌ اِلٰی ذِیْ رَحِمٍ قَاطِعٍ[1] "دو کاموں کی طرف قدم بڑھانے سے زیادہ بہتر خدا کے نزدیک کوئی اور قدم (عمل) نہیں۔ ایک وہ قدم جو اللہ کی راہ میں قائم ہونے والی صف (مثلاً صفِ جہاد اور نمازِ جماعت) کی طرف بڑھتا ہے دوسرے وہ قدم (وہ دوستی کا ہاتھ) جو کسی ایسے رشتہ دار کی طرف بڑھتا ہے جو اس سے تعلقات توڑنا چاہتا ہے۔"

رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں: اِنَّ فِی الْجَنَّةِ دَرَجَةً لَا یَبْلُغُهَا اِلَّا اِمَامٌ عَادِلٌ اَوْ ذُوْ رَحِمٍ وَصُوْلٍ اَوْ ذُوْ عِیَالٍ صَبُوْرٍ[2] "بے شک بہشت میں ایک ایسا درجہ ہے جسے تین قسم کے لوگوں کے علاوہ کوئی اور نہیں پا سکے گا۔ اول عادل امام، دوسرے صلۂ رحمی کرنے والا اور تیسرے ایسا بال بچے دار شخص جو فقر و فاقہ میں صبر کرنے والا ہو۔"

---

[1]: بحار الانوار   [2]: بحار الانوار

صلۂ رحمی کا ثواب

ایک مقام پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صلۂ رحمی کا ثواب کچھ اسطرح بیان فرمایا: مَنْ مَشٰی اِلٰی ذِیْ قَرَابَۃٍ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ لِیَصِلَ رَحِمَہٗ اَعْطَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَجْرَ مِاَۃِ شَہِیْدٍ وَلَہٗ بِکُلِّ خُطْوَۃٍ اَرْبَعُوْنَ اَلْفَ حَسَنَۃً وَیُمْحٰی عَنْہُ اَرْبَعُوْنَ اَلْفَ سَیِّئَۃً وَتُرْفَعُ لَہٗ مِنَ الدَّرَجَاتِ مِثْلَ ذٰلِکَ وَکَاَنَّمَا عَبَدَ اللّٰہَ تَعَالٰی مِاَۃَ سَنَۃٍ [1] "جب کوئی شخص اپنے رشتہ دار کی طرف جاتا ہے تاکہ اپنی جان و مال کے ذریعے رشتہ داری کے حق کو ادا کرے تو خدا اسے ایک سو شہید کے برابر اجر عطا فرماتا ہے۔ اس کے ہر قدم پر چالیس ہزار حسنہ (نیکیاں) لکھتا ہے۔ اس کے چالیس ہزار گناہ مٹا دیتا ہے اور اسی طرح اس کے چالیس ہزار درجات بلند کر دیتا ہے اور وہ شخص ایسا قرار پاتا ہے گویا اس نے سو سال خدا کی عبادت کی ہو۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں: اَلصَّدَقَۃُ بِعَشَرَۃٍ وَالْقَرْضُ بِثَانِیْ عَشَرَۃٍ وَصِلَۃُ الْاِخْوَانِ بِعِشْرِیْنَ وَصِلَۃُ الرَّحِمِ بِاَرْبَعٍ وَّعِشْرِیْنَ [2] "راہِ خدا میں صدقہ کرنے کا ثواب دس درجہ، قرض دینے کا بارہ درجہ (کیونکہ قرض میں قرض لینے والے کی عزت محفوظ رہتی ہے) اور برادرانِ دینی کے ساتھ حسنِ سلوک کا بیس درجہ اور صلۂ رحمی (رشتے داروں کے

---

[1]: بحار الانوار [2]: بحار الانوار

ساتھ حسنِ سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی) کا ثواب چوبیس درجہ ہے۔"

صلۂ رحمی اور قطعِ رحمی کے معنی

چونکہ شریعتِ مقدسہ نے صلۂ رحمی اور قطعِ رحمی کے کوئی خاص معنی ذکر نہیں کیے ہیں لہٰذا عام لوگوں کی نظر میں صلۂ رحمی اور قطعِ رحمی کا جو مفہوم ہو اُسی کو معتبر سمجھا جائے گا۔ باپ کی طرف سے رشتہ داری ہو یا ماں کی طرف، اسی طرح براہِ راست رشتہ داری ہو یا چند واسطوں کے ذریعے (دُور کی رشتے داری) ہو، سب کو رشتہ دار سمجھا جائے گا۔ اسی طرح بیٹے اور بیٹی کی جو نسل ہو وہ بھی محترم ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ[1] یعنی اور جن تعلقات (صلۂ رحمی) کے قائم رکھنے کا حکم خدا نے دیا ہے وہ لوگ قائم رکھتے ہیں۔"

عروہ ابن یزید نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے معنی دریافت کیے۔ آپؑ نے جواب میں فرمایا "هِيَ قَرَابَتُكَ"[2] یعنی تمام رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کا حکم دیا گیا ہے، خواہ وہ محرم ہوں یا نامحرم، دور کے رشتہ دار ہوں یا قریبی۔ آپس میں براہِ راست رشتہ داری ہو یا کئی نسلوں کے فاصلے کے ذریعے رشتہ داری ہو۔

---

[1]: سورۂ رعد ۱۳۔ آیت نمبر ۲۱ [2]: کتابِ کافی

مال دار اور غریب رشتہ داروں میں کوئی فرق نہیں

عام طور پر یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر کوئی مال و دولت اور شہرت رکھنے والا رشتہ دار ہو تو لوگ اسے اپنا عزیز سمجھتے ہیں اور اسکے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی غریب رشتہ دار ہو تو اس سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔ شریعتِ مقدّسہ میں مالدار اور غریب رشتہ داروں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ جتنا قریبی رشتہ دار ہو اتنی ہی ذمّہ داری بڑھ جاتی ہے اور اس کے حقوق کا خیال رکھنا اتنا ہی ضروری ہو جاتا ہے۔

صلۂ رحمی کیا ہے؟

ہر وہ کام جو لوگوں کی نظر میں خاندان کے عزیز واقارب کے ساتھ مناسب سمجھا جاتا ہو، صلۂ رحمی ہے۔ بظاہر ایک معمولی سا کام جیسے اپنے کسی عزیز کو سلام کرلینا یا اسے خوش اخلاقی سے سلام کا جواب دے دینا بھی صلۂ رحمی ہی میں شمار کیا جائے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ وَ الْبِرِّ لَیُهَوِّنَانِ الْحِسَابَ وَ یَعْصِمَانِ مِنَ الذُّنُوْبِ فَصِلُوْا اَرْحَامَکُمْ وَ بَرُّوْا اَخْوَانَکُمْ وَ لَوْ بِحُسْنِ السَّلَامِ وَ رَدِّ الْجَوَابِ[1] "رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی اور برادرانِ دینی کے ساتھ نیکی، آخرت کے حساب و کتاب میں آسانی پیدا کرتی ہے۔

---

[1]: کتاب "کافی"

اور گناہوں سے بچاتی ہے۔ تو تمھیں چاہیئے کہ تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کرو اور برادرانِ دینی کے ساتھ نیکی کرو خواہ وہ نیکی گرم جوشی کے ساتھ سلام اور جواب سلام ہی کے ذریعے کیوں نہ ہو۔"

ایک اور مقام پر چھٹے امامؑ فرماتے ہیں: صِلْ رَحِمَكَ وَلَوْ بِشُرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ[1] " اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ صلۂ رحمی کرو چاہے تھوڑا سا (ایک گلاس) پانی پلا کر ہی سہی۔"

صلۂ رحمی کے درجات

شہیدِ ثانی عَلَیہِ الرَّحمَہ صلۂ رحمی کے درجات کو کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صلۂ رحمی کا اعلیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ رشتہ دار کو اپنے نفس کی طرح سمجھ کر اس کے ساتھ سلوک کیا جائے۔ یعنی آدمی جو کچھ خود اپنے لئے چاہے وہی اپنے عزیز و اقارب کے لئے بھی چاہے۔

اس کے بعد دوسرا درجہ یہ ہے کہ رشتہ داروں پر اگر کوئی مصیبت یا پریشانی آئے تو اسے دور کرے۔ اس کے بعد تیسرا درجہ انھیں فائدہ پہنچانا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اپنے رشتہ دار جہاں تک ہو سکے جائز اور حلال طریقے سے فائدہ پہنچانے کی فکر میں رہے (خواہ اسے ملازمت اور کاروبار دلا کر مالی فائدہ پہنچائے یا دینی اور مذہبی باتیں سمجھا کر آخرت کے فائدے کا ذریعہ بنے) اس کے بعد چوتھا درجہ اپنے عزیزوں

---

[1]: "وسائل الشیعہ" کتاب نکاح باب ۱۹: صفحہ ۱۴۱

اور رشتہ داروں کے ایسے متعلقین کے ساتھ جن کا نان نفقہ ان پر واجب ہوتا ہے (مثلاً بھابی اور سوتیلی ماں کہ ان کا نفقہ، بھائی اور باپ پر واجب ہوتا ہے) ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کرے۔

صلۂ رحمی کا معمولی درجہ سلام کرنا ہے اس سے کم درجہ سلام پہنچانا ہے۔ اس کے بعد سب سے کم ترین درجہ رشتہ دار کی عدم موجودگی میں اس کے لئے دُعا کرنے اور اس کے سامنے اچھی باتوں پر اس کی حوصلہ افزائی کرنے کا ہے۔

قطع رحمی کسے کہتے ہیں

جس طرح سے صلۂ رحمی کو سمجھنے کے لئے لوگوں کی نظر اور رائے کو معتبر سمجھا گیا ہے اُسی طرح قطعِ رحمی میں لوگوں کی نظر اور رائے کا احترام کیا جائے گا۔ اب اگر عام لوگوں کی نظر میں سلام نہ کرنا، منہ پھیر لینا، بات چیت ترک کر دینا اور ادب واحترام نہ کرنا، قطع رحمی سمجھا جاتا ہو تو شریعت میں بھی یہ قطعِ رحمی ہے۔ اسی طرح اگر لوگ خط کا جواب نہ لکھنے، ملاقات نہ کرنے، بیمار ہو جانے کی صورت میں عیادت نہ کرنے اور سفر سے لوٹنے کی صورت میں ملاقات کے لئے نہ جانے کو رشتہ داروں کے حقوق سے انحراف کہیں تو یہ بھی قطعِ رحمی ہی کے زمرے میں آئے گا۔

قریبی اور دور کے رشتہ داروں سے قطعِ رحمی کا معیار

اس میں کوئی شک نہیں کہ صلۂ رحمی اور قطعِ رحمی کا معیار لوگوں کی نظر

میں قریبی اور دور کے رشتہ داروں کے ساتھ مختلف ہوا کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک عمل کسی ایک رشتہ دار کے ساتھ قطعِ رحمی کہلائے لیکن دوسرے رشتہ دار کے ساتھ قطعِ رحمی نہ کہلائے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کسی پڑھے لکھے اور متقی رشتہ دار کے ساتھ کوئی کام قطعِ رحمی ہو تو دوسرے کے ساتھ نہ ہو۔ ہاں البتّہ اگر کسی مقام پر شک ہو کہ یہ روّیہ قطعِ رحمی کا موجب تو نہیں تو ایسے موقع پر اسے انجام نہیں دینا چاہیئے، اور اس بات سے ڈرتے ہوئے احتیاط کرنا چاہیئے کہ کہیں یہ گناہِ کبیرہ نہ سرزد ہو جائے۔

غریب رشتہ داروں کے ساتھ تکبّر، قطعِ رحمی ہے

بدترین قطعِ رحمی یہ ہے کوئی شخص مال و دولت اور مقام و مرتبہ رکھنے کے باوجود اپنے غریب رشتہ دار کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرے اور اسے اپنا رشتہ دار نہ سمجھے اور اس کے ساتھ تکبّر سے پیش آئے اور مالدار رشتہ دار کے ساتھ اچّھا سلوک کرے۔ ایسا کرنے والا درحقیقت رشتہ داری کے حقوق کو نہیں ادا کر رہا ہے بلکہ اسکی نظر میں مال دینا ہے۔ اس نے تو بس اس حقیر اور ذلیل دنیا کو معتبر سمجھا ہے۔ یہ رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کہاں ہوئی۔

صلۂ رحمی کس حد تک واجب ہے

اس حد تک صلۂ رحمی تو واجب ہے کہ اگر اسے انجام نہ دیا جائے تو لوگوں کی نظر میں وہ قطعِ رحمی کہی جانے لگے۔ پس ہر وہ عمل جسے اگر بجا نہ لایا جائے تو لوگ قطعِ رحمی کرنے والا کہنے لگیں، بجالانا شرعاً واجب ہے۔ مثال کے طور پر جب کوئی مفلس رشتہ دار جو اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا نہ کر سکتا ہو، علاج معالجہ یا قرض کی

ادائیگی کے سلسلے میں اپنے باحیثیت اور دولت مند عزیز سے سوال کرے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ یہاں اگر اس نے اپنے غریب رشتہ دار کی حاجت کو پورا نہ کیا تو قطعِ رحمی کی ہے جو کہ گناہ ہے۔

اسی طرح سے اُس وقت بھی اپنے رشتہ دار کی حاجت پورا کرنا واجب ہوجاتا ہے جب یہ معلوم ہوجائے کہ میرے عزیز کو فلاں چیز کی ضرورت ہے اور وہ اس ضرورت کو پورا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ البتہ اگر رشتہ دار کی ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کی وجہ سے تنگ دستی، پریشانی اور سختی میں مبتلا ہوجانے کا ڈر ہو تو پھر اس پر ایسا کرنا واجب نہیں۔ اسی طرح اگر رشتہ دار کی ضرورت پوری کرنے کے سبب یا صلۂ رحمی کو انجام دینے کی وجہ سے خود گناہ میں پڑجانے کا اندیشہ ہو، تب بھی صلۂ رحمی واجب نہیں۔ مثال کے طور پر کسی کا کوئی عزیز طولانی سفر کرکے لوٹتا ہے لیکن اگر صلۂ رحمی کرنے والا اس کے گھر جائے (جو کہ لوگوں کی نظر میں ضروری سمجھا جارہا ہو) تو اُسے گناہ کا ارتکاب کرنا پڑے گا (مثلاً گانا سُننا پڑیگا یا بے پردگی ہوگی) تب ایسی صورت میں صلۂ رحمی واجب نہیں۔

صلۂ رحمی اور قطعِ رحمی کا معیار

جب کبھی یہ شک ہو کہ اس مقام پر صلۂ رحمی واجب ہے یا نہیں، تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ عام لوگوں کی رائے میں یہ عمل کیسا ہے۔ پس اگر عام لوگ اسے قطعِ رحمی قرار دیں تو ایسا کرنے سے خود کو باز رکھے۔

مختصر یہ کہ صلۂ رحمی اور قطع رحمی کا معیار عام لوگوں کی رائے ہے۔ لوگ اگر سلام نہ کرنے، تھوڑی بہت نیکی نہ کرنے، معمولی سی حاجت کو پورا نہ کرنے اور ملنے جلنے کے لئے نہ جانے کو قطع رحمی قرار دیں تو یہ قطع رحمی ہے، اور اس کے انجام دینے کو صلۂ رحمی قرار دیں تو یہ صلۂ رحمی ہے۔

بعض رشتہ داروں کے ساتھ اگر صلہ رحمی واجب نہیں تو مستحب ہے

کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ بعض دُور کے عزیزوں کے ساتھ کوئی کام لوگوں کی نظر میں قطع رحمی نہ ہو۔ ایسی صورت میں یہ بات تو یقینی ہے کہ اس کام کا انجام دینا واجب نہیں ہے لیکن بہرحال اگر یہ واجب نہیں تو مستحب قرار پائے گا۔ اس کے علاوہ جب کسی عمل کے بارے میں شک ہو جائے کہ ایسا کرنا واجب ہے یا نہیں تو جہاں تک ہو سکے ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے کہ اس بات کا یقین ہو جائے کہ یہ گناہ کبیرہ ہم سے سرزد نہیں ہوا ہے۔

قطع رحمی کرنے والوں سے بھی قطع رحمی حرام ہے

اکثر و بیشتر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جب کسی کا کوئی رشتہ دار اپنے کسی دوسرے رشتے دار کے حق کو پورا نہیں کرتا ہے اور قطع رحمی کرنے لگتا ہے تو جواباً پہلا شخص بھی اپنے خاندانی تعلقات توڑ لیتا ہے اور اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے۔ ایسا کرنا شرعی نقطۂ نظر سے حرام ہے۔ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

لَا تَقْطَعْ رَحِمَكَ وَاِنْ قَطَعَكَ " اپنے رشتہ داروں کے ساتھ قطع رحمی مت کرو خواہ وہ تم سے قطع رحمی کریں"۔[1]

امام جعفر صادق علیہ السّلام کا ایک فرمان

عبداللہ ابن سنان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کیا: اِنَّ لِیْ اِبْنُ عَمٍّ اَصِلُہٗ فَیَقْطَعُنِیْ وَاَصِلُہٗ فَیَقْطَعُنِیْ حَتّٰی لَقَدْ ھَمَمْتُ بِقَطِیْعَتِہٖ اِیَّایَ " میرا ایک چچازاد بھائی ہے۔ میں اس سے صلۂ رحمی کرتا ہوں اور تعلقات قائم رکھنا چاہتا ہوں لیکن وہ مجھ سے قطع رحمی کرتا ہے اور تعلقات توڑنا چاہتا ہے (مولا) میں تو تعلقات قائم رکھنا چاہتا ہوں اور وہ مجھ سے تعلقات توڑنا چاہتا ہے! اب تو میں بھی تنگ آکر اس رویّہ کی وجہ سے اس سے تعلقات ختم ہی کرلینا چاہتا ہوں۔ کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیتے ہیں؟"

امام علیہ السّلام نے جواب میں فرمایا: اِنَّكَ اِنْ وَصَلْتَہٗ وَقَطَعَكَ وَصَلَكُمَا اللّٰہُ جَمِیْعًا وَاِنْ قَطَعْتَہٗ وَقَطَعَكَ قَطَعَكُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی[2] "(یاد رکھو) اگر تم نے اپنے اس رشتہ دار کی قطع رحمی کے باوجود صلۂ رحمی کی (تو ہو سکتا ہے کہ ایک نہ ایک دن اس پر اثر پڑے اور وہ بھی رشتہ داری کے حق کو ادا کرنے لگے) اس طرح تم دونوں پر رحمتِ الٰہی ہو اور اگر تم نے بھی اپنے چچازاد بھائی سے قطع تعلق کرلیا تو تم دونوں رحمتِ الٰہی کے سزاوار نہیں قرار پاؤ گے"۔

---

[1]: کتاب "کافی" [2]: کتاب "کافی"

برائی کا بدلہ نیکی

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں: لَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ فَتَكُوْنَ مِثْلَهُ وَلَا تَقْطَعْ رَحِمَكَ وَاِنْ قَطَعَكَ [1] " اگر کوئی تمھارے ساتھ خیانت کرے تو تم اسکے ساتھ خیانت مت کرو، ورنہ تم بھی اسی کی طرح ہو جاؤ گے۔ اسی طرح اپنے رشتہ دار کے ساتھ ترکِ تعلق مت کرو چاہے وہ تم سے بے تعلقی اختیار کرے" ایسا کرنے کی صورت میں تم اپنے اسی رشتہ دار کی طرح ہو جاؤ گے جو تم سے قطع تعلق کر رہا ہے۔

اسی طرح رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم برائی کے بدلے نیکی کی طرف رغبت دلاتے ہوئے فرماتے ہیں: اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ؟ " کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمھیں ایسی باتیں بتاؤں جو دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ مفید ہیں؟ " قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ " لوگوں نے کہا، اللہ کے رسولؐ ضرور ارشاد فرمائیے"۔ قَالَ مَنْ وَصَلَ مَنْ قَطَعَهُ وَاَعْطٰى مَنْ حَرَمَهُ وَعَفَا مَنْ ظَلَمَهُ [2] " آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ یہ تین خصلتیں ہیں۔ اوّل جو قطع رحمی کرے اس کے ساتھ صلۂ رحمی کرنا۔ دوسرے جس نے تمھیں محروم رکھا ہو اسے عطا کرنا۔ تیسرے جس نے تم پر ظلم وستم کیا ہو اسے معاف کر دینا"۔

---

[1]: کتاب بحار الانوار [2]: کتاب "کافی"

قطعِ رحمی اور کافر یا مسلمان رشتہ دار

روایاتِ معصوم سے اس بات کی طرف نشاندہی ہوتی ہے کہ رشتہ داری کے حقوق کی ادائیگی بہر حال ضروری ہے۔ خواہ رشتہ دار شیعہ ہو یا سُنّی، متقی اور پرہیز گار ہو یا فاسق و فاجر۔ یہاں تک کہ رشتہ دار مسلمان ہو یا کافر، سب کے حق کو ادا کرنا اور صلۂ رحمی کرنا ضروری ہے۔ کسی مسلمان رشتہ دار کے کافر ہو جانے سے بھی حقِ رشتہ ختم نہیں ہو جاتا۔ ابنِ حمید نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے سوال کیا: تَكُونُ لِيَ الْقَرَابَةُ عَلٰى غَيْرِ اَمْرِيْ اَلَهُمْ عَلَيَّ حَقٌّ؟ "میرے رشتہ دار میرے مذہب پر نہیں ہیں کیا ان کا بھی مجھ پر کوئی حق ہے یا نہیں؟" قَالَ نَعَمْ حَقُّ الرَّحِمِ لَا يَقْطَعُهُ شَيْئٌ وَاِذَا كَانُوْا عَلٰى اَمْرِكَ كَانَ لَهُمْ حَقَّانِ حَقُّ الرَّحِمِ وَحَقُّ الْاِسْلَامِ[1] "حضرتؑ نے جواب میں فرمایا: کیوں نہیں، رشتہ داروں کے حقوق کسی بھی وجہ سے ختم نہیں ہوتے (خواہ رشتہ دار کافر ہی کیوں نہ ہوں) ہاں اگر رشتہ دار مسلمان ہوں تو انہیں دو حق حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا حق رشتہ داری کی وجہ سے اور دوسرا حق، مسلمان ہونے کی حیثیت سے۔

چھٹے امامؑ کے صحابی داؤد رقّیؒ

داؤد رقّی کہتے ہیں کہ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

---

[1]: کتاب "کافی"

اِذْ قَالَ لِی مُبْتَدِءً مِّنْ قِبَلِ نَفْسِہٖ " میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپؑ نے خود گفتگو شروع کی اور فرمایا: یَا دَاوُدُ لَقَدْ عُرِضَتْ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ یَوْمَ الْخَمِیْسِ " اے داؤد، جمعرات کے دن تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے گئے "۔ فَرَأَیْتُ فِیْمَا عُرِضَ عَلَیَّ مِنْ عَمَلِكَ صِلَتَكَ لِابْنِ عَمِّكَ فُلَانٍ فَسَرَّنِیْ ذٰلِكَ اَنِّیْ عَلِمْتُ اَنَّ صِلَتَكَ لَهٗ اَسْرَعُ فِیْ فَنَاءِ عُمُرِهٖ وَقَطْعِ اَجَلِهٖ[۱] " میں نے جب تمہارے اعمال میں اُس صلۂ رحمی کو بھی دیکھا جو تم نے اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ کی تھی تو مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی۔ البتہ مجھے معلوم ہے کہ تمہاری یہ صلۂ رحمی (اس کی قطع رحمی کی وجہ سے) اس کی جلد موت کا سبب ثابت ہوگی "۔

امام جعفرِ صادق علیہ السّلام کے صحابی داؤد کہتے ہیں کہ: میرا چچازاد بھائی مجھ سے دشمنی رکھتا تھا وہ بہت کمینہ اور ذلیل شخص تھا۔ جب مجھے اس کی تنگ دستی کا علم ہوا تو میں مکہ پہنچا۔ مکہ پہنچ کر میں نے اتنی رقم دے دی تاکہ وہ گذرا وقات کر سکے۔ یہ وہ عمل تھا جو امام علیہ السّلام کی خدمتِ اقدس میں پیش ہوا اور مدینہ پہنچنے پر آپؑ نے مجھے اس کی خبر دی۔

دشمن رشتہ داروں کے ساتھ چھٹے امامؑ کا سلوک

دشمن اور کافر رشتہ داروں سے بھی تعلقات نہیں توڑنے چاہئیں۔ اس بات کی تائید میں ہمارے ائمہؑ کی زندگی کے متعدد واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ ائمہ کے بعض

---

[۱]: بحار الانوار

ایسے رشتہ دار تھے جو نہ صرف یہ کہ حق سے منحرف ہو چکے تھے بلکہ جانی دشمن ہو گئے تھے، اور امام سے دشمنی کفر ہے۔ لیکن پھر بھی امام جعفر صادق علیہ السّلام نے وصیّت فرمائی کہ ستّر دینار حسن افطس کو دے دیئے جائیں۔ حسن افطس امامؑ کا ایسا دشمن رشتہ دار تھا جس نے آپؑ پر تلوار کھینچی تھی۔ دشمن کے ساتھ چھٹے امامؑ کا یہ سلوک رشتہ داری کے حق کی وجہ سے تھا۔

عبداللہ ابن حسن، چھٹے امامؑ کا ایک ایسا رشتہ دار تھا جس نے آپؑ کو بُرا بھلا کہا تھا اور جھگڑا کیا تھا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے اپنے بیٹے محمد کے لئے آپؑ سے بیعت کا مطالبہ تک کیا تھا۔ اس کے باوجود تاریخ میں کہیں بھی یہ نہیں ملتا کہ کسی بھی موقع پر آپ اس کے خلاف کچھ کیا ہو یا ایسی بات کہی ہو جس میں قطع رحمی کا شائبہ تک پایا جاتا ہو۔

عبداللہ حسنی سے چھٹے امامؑ کی گفتگو

ایک روز عبداللہ جو چھٹے امامؑ کا رشتہ دار تھا، چھٹے امامؑ سے مدینہ کی ایک گلی میں ملا۔ اس نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے بے جا بحث کی اور آپؑ کے خلاف باتیں بناتا رہا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر لوگ ارد گرد جمع ہو گئے۔ عبداللہ کی اس قطع رحمی اور الٹی سیدھی باتوں کا جواب امامؑ نے انتہائی اخلاق سے دیا۔ وہ اس طرح کہ امامؑ اس کی ہدایت کرنے لئے دوسرے دن اس کے گھر پہنچے اور فرمایا: "کل شب میں نے قرآنِ مجید میں آیت وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ[1] اور وہ لوگ

[1]: سورۂ رعد ۱۳: آیت نمبر ۲۱

جن تعلقات یعنی رشتہ داری اور صلۂ رحمی کے قائم رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے انھیں قائم رکھتے ہیں) کی تلاوت کی اس سے مجھے انتہائی خوف محسوس ہوا!" عبداللہ یہ سُن کر سمجھ گئے کہ امامؑ میری ہدایت فرما رہے ہیں۔ روتے ہوئے کہا "میں نے اس آیت کو بھلا دیا تھا"۔ اس کے بعد امام جعفر صادق علیہ السّلام اور عبداللہ ایک دوسرے سے گلے مل گئے۔ (کتاب "کافی")

ساداتِ حسنی پر ظلم اور حضرت جعفر صادق علیہ السّلام کا رنج و غم

جب منصور دوانیقی نے "عبداللہِ محض" اور دوسرے بہت سے حسنی سادات کو قید کر کے کوفے کے زندان میں ڈال دیا تو امام جعفر صادق علیہ السّلام کو اس کا انتہائی صدمہ ہوا حالانکہ یہ لوگ امامؑ کے مخالف تھے۔ رنج و غم کا وہ عالم تھا کہ امام علیہ السّلام بیس دن تک بستر سے نہ اٹھ سکے تھے۔ افسوس اور تسلی پر مشتمل ایک طولانی خط لکھ کر زندانِ کوفہ ارسال فرمایا اور ان کے حالات سے مسلسل آگاہی حاصل کرتے رہتے تھے۔ ان کے قید کر دیئے جانے والے حالات پر وہ اکثر گریہ فرمایا کرتے تھے۔

بعض کافر رشتہ داروں سے صلۂ رحمی میں کوئی حرج نہیں

اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اسلام میں صلۂ رحمی واجب ہے اور قطع رحمی حرام ہے۔ یہاں تک کہ بعض کافر رشتہ داروں سے صلۂ رحمی کرنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ حقیقت میں کافر اور مسلمان اسی طرح فاسق اور متقی رشتہ داروں میں

کوئی فرق نہیں ہے۔ کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ کافر کے ساتھ بغض رکھنے کا حکم ملا ہے، اب یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کے ساتھ صلۂ رحمی بھی کی جائے؟ بات صرف یہ ہے کہ صلۂ رحمی کا تعلق ایسے حُسنِ سُلوک اور عمل سے ہے جسے دیکھ کر لوگ کہیں کہ اس نے رشتہ داری کے تعلق کو نہیں توڑا ہے اور کافروں سے بغض رکھنے کا تعلق باطن یعنی دِل سے ہوا کرتا ہے۔ یعنی آدمی کو چاہیئے کہ وہ عملی طور پر صلۂ رحمی کرے لیکن رشتہ دار کے کافر ہونے کی وجہ سے دِل میں اُس سے بغض اور نفرت بھی رکھے۔

اگر کافر رشتہ داروں کی ظلم میں مدد نہ ہو

البتہ اگر کافر رشتہ دار سے صلۂ رحمی اس کے کفر میں پختہ ہو جانے کا سبب بنے، یا کسی فاسق رشتہ دار کے فسق و فجور اور گناہوں میں اضافے کا سبب بنے تو اگر صلۂ رحمی نہ کرنے کی صورت میں کفر یا گناہ کے کم ہونے کا احتمال بھی ہو تب قطعِ رحمی واجب ہے۔ یہ مسئلہ نہی عن المنکر کی رو سے ایسا بن جاتا ہے۔ اگر آدمی صلۂ رحمی نہ کرے تب بھی کفر و ظلم اور گناہ و عصیان میں کوئی فرق نہ آتا ہو یا فرق آنے کا احتمال بھی نہ ہو تب صلۂ رحمی نہ کرنا حرام ہوگا۔

دشمنِ دین سے بیزاری

ایک اور صورت میں بھی قطعِ رحمی واجب ہو جاتی ہے۔ یہ وہ صورت ہے جب کافر یا فاسق رشتہ دار دینِ اسلام سے دشمنی پر تُلا ہو۔ سورۂ مجادلہ میں

ارشاد خداوندی ہے کہ: لَاتَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ (سورۂ مجادلہ ۵۹: آیت نمبر ۲۲) یعنی "جو لوگ خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے اگرچہ کہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ (کیوں نہ) ہوں" اس آیۂ شریفہ سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر رشتہ دار خدا و رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور دینِ اسلام کا دشمن ہو تو اس سے قطع رحمی واجب ہے خواہ وہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو!

اگر کھلی دشمنی نہ کرے تو صلۂ رحمی واجب ہے

سورۂ ممتحنہ میں ارشاد ہے کہ: لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ـ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ج وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (سورہ ممتحنہ ۶۰: آیت نمبر ۸ اور ۹) یعنی "جو لوگ تم سے تمہارا دین کے بارے میں نہیں لڑے بھڑے اور نہ تمھیں تمہارے گھروں سے نکالا اُن لوگوں کے ساتھ احسان کرنے اور ان کے ساتھ انصاف کرنے سے خدا تمھیں منع نہیں کرتا۔ بے شک خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ خدا تو بس ان لوگوں کے ساتھ

دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور تم کو تمہارے گھروں

گھروں سے نکالکر باہر کیا اور تمہارے نکالنے میں (اوروں کی) مدد کی اور جو لوگ ایسوں سے دوستی کرینگے وہ

لوگ ظالم ہیں۔ ان دو آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر رشتہ دار کھلی دشمنی نہ کرے تو صلۂ

رحمی واجب ہے۔

طولانی سفر کر کے بھی صلۂ رحمی کا حکم

اسلام کی مقدس شریعت صلۂ رحمی کے سلسلے میں اتنی تاکید کرتی ہے کہ رشتہ داروں

سے ملنے کے لئے اگر دور دراز کا سفر بھی کرنا پڑے تو اسے مستحب قرار دیتی ہے۔ رسولِ خدا

صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی علیہ السّلام سے فرمایا: یَا عَلِیُّ سِرْ سَنَتَیْنِ بَرَّ وَا

لِدَیْکَ۔ سِرْ سَنَۃً صِلْ رَحِمَکَ۔ سِرْ مِیْلاً، عُدْ مَرِیْضًا۔ سِرْ مِیْلَیْنِ، شَیِّعْ

جَنَازَۃً۔ سِرْ اَرْبَعَۃَ اَمْیَالٍ زُرْ اَخًا فِی اللّٰہِ (بحار الانوار جلد ۱۶: صفحہ ۳۰) یعنی "اے

علی علیہ السّلام! اپنے والدین سے نیکی کرنے کے لئے اگر دو سال کا بھی سفر کرنا پڑے تو کرو۔

اپنے رشتہ داروں سے صلۂ رحمی کی خاطر اگر ایک سال کا بھی سفر کرنا پڑے تو کرو۔ اگر کسی

مریض کی عیادت کے لئے ایک میل بھی سفر کرنا پڑے تو کرو۔ اگر تشیع جنازہ کے لیے دو میل

بھی چلنا پڑے تو چلو اور اگر مومن بھائیوں سے ملاقات کی خاطر چار میل دور بھی جانا پڑے

تو جاؤ۔"

گزشتہ روایتوں میں نقل ہو چکا ہے کہ جو شخص اپنے رشتہ داروں سے ملنے

کے لئے سفر کرتا ہے، ایک ایک قدم کے فاصلے پر اسے چالیس ہزار نیکیوں کا ثواب ملتا ہے،

اس کے چالیس ہزار گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور اس کے درجات میں چالیس ہزار درجوں کا اضافہ ہو جاتا ہے!!

رشتہ داروں کی دوری اور میل جول

مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام نے اپنے دورِ حکومت میں اپنے کارندوں کو خط میں کچھ یوں تحریر فرمایا تھا! مُرُوْا الْاَقَارِبَ اَنْ یَتَزَاوَرُوْا وَلَا یَتَجَاوَرُوْا: امیر المومنین سے منسوب اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ: "رشتہ داروں کو حکم دو کہ وہ آپس میں ملتے رہیں لیکن ایک دوسرے کے پڑوس میں نہ رہیں" مرحوم نراقی اپنی کتاب معراج السعادہ میں اس جملے کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "پڑوس میں رہنا بغض و حسد اور قطع رحمی کا سبب بنتا ہے۔ آج کل اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن جب رشتہ دار دور دور رہتے ہیں تو ان کی دوستی زیادہ قائم رہتی ہے اور ایک دوسرے کی طرف زیادہ مائل رہتے ہیں۔ ہاں یہ ایک فارسی ضرب المثل ہے " دوری و دوستی " یعنی دوری اور دوستی لازم و ملزوم ہیں۔

روحانی والد سے صلۂ رحمی

اہلِ بصیرت سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ انسان صلاحیت کے اعتبار سے دو پہلو رکھتا ہے۔ ایک روحانی اور ایک جسمانی پیدائش اور جسمانی پروان چڑھنے کے لئے انسان کے حقیقی ماں باپ ہوتے ہیں جب کہ روح کو پروان چڑھانے کے لئے، روحانیت پیدا

کرنے کے لئے اور باقی زندگی، بلکہ حقیقی اور آخروی زندگی میں سعادت حاصل کرنے کے لئے کسی اُستاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ استاد روحانی باپ ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے روحانی والد اپنے وقت حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور حضرت علی علیہ السّلام ہیں۔ ان کی محبّت اور فرمانبرداری اور اطاعت کی برکت سے انسان روحانی کمال حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ خداوندِ تعالےٰ سے مربوط ہوجاتا ہے جو شخص محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور حضرت علی علیہ السّلام جیسے روحانی استادوں کی روحانیت کے محکم قلعے میں آجاتا ہے اس کی روحانیت عملی مظاہرے کرنے لگتی ہے اور چھپی ہوئی روحانیت ظاہر ہوجاتی ہے۔ علوم ومعارف کے دروازے اس پر کھُل جاتے ہیں۔ حکمت اور حقیقت کے چشمے اس کے قلب میں جاری ہوجاتے ہیں۔ وہ ایک پاک وطیّب اور انسانیت بھری زندگی پالیتاہے۔

اگر یہ بزرگ اور مقدس ہستیاں نہ ہوتیں تو انسان کی روح حیوانیت اور حیوانی زندگی سے آگے نہیں بڑھ پاتی۔ اور انسانیت پروان نہ چڑھ پاتی۔

بعثت رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم عظیم ترین نعمت

جب تک انسان ان پاکیزہ ہستیوں کا روحانی فرزند نہ بنے اور ان کی محبت وولایت جیسی نعمت سے بہرہ مند نہ ہو، اس وقت تک روح کا کمال حاصل نہیں ہوسکتا۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِہِمْ یَتْلُوْ عَلَیْہِمْ آیَاتِہٖ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ (سورۂ آل عمران ۳: آیت نمبر ۱۶۴) یعنی: خدا نے تو ایمان داروں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے واسطے انہیں کی قوم کا ایک رسولؐ بھیجا جو انھیں خدا کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کی (طبیعت) کو

پاکیزہ کرتا ہے اور انھیں کتاب (خدا) اور عقل کی باتیں سکھاتا ہے اگرچہ وہ پہلے کھُلی ہوئی
گمراہی میں پڑے تھے"۔

قرآنِ مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا بھیجا
جانا ایک اتنی بڑی نعمت ہے کہ خداوندِ تعالےٰ خود مومنین پر اس کی منّت رکھ رہا ہے۔ پس
رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جیسے روحانی باپ کا بھیجا جانا خدا کا مومنین پر بہت بڑا
احسان ہے۔

ولایتِ اہلِ بیتؑ اور دنیاوی نعمتیں

یونس ابنِ عبدالرّحمان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے عرض کیا کہ:
"آپؑ اہلِ بیت کی ولایت و محبّت کو خداوندِ تعالےٰ نے آپؑ کا ہم پر حق قرار دیا ہے۔
میرے نزدیک یہ نعمت (اہلِ بیتؑ کی محبّت) دنیا اور دنیا میں موجود تمام چیزوں
سے بہتر ہے"۔ امامؑ نے سُنکر ناراض ہوتے ہوئے فرمایا: قِسْتَنَا بِغَيْرِ قِيَاسٍ،
مَا الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا؟ هَلْ هِيَ اِلَّا سَدُّ فَوْرَةٍ اَوْ سَتْرُ عَوْرَةٍ؟ وَاَنْتَ لَكَ بِمُحِبِّنَا
الْحَيٰوةُ الدَّائِمَةُ (سفینۃ البحار جلد ۲: صفحہ ۶۹۱) یعنی "تم نے غلط قیاس کیا ہے دنیا اور
دُنیا میں موجود ہر چیز کیا ہے؟ کچھ وقتی کھانے پینے اور کچھ پہننے کے سوا کیا ہے؟ اور تم اس
کا مقابلہ ہماری محبّت سے کر رہے ہو جو کہ ایک دائمی ولا متناہی حیات ہے۔

حقوقِ والدین کے موضوع میں مختصر طور پر ذکر ہوا کہ روحانی باپ سے بھی
انسان عاق ہو جاتا ہے۔ جو شخص اپنے روحانی باپ کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کرے

وہ خود بخود اپنے روحانی باپ کی جانب سے عاق ہو جاتا ہے۔ البتہ روحانی باپ کا حق ادا کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ پس عام انسان یہی کر سکتا ہے کہ ان مقدس ہستیوں کا حتّی الامکان حق ادا کرنے کی کوشش کرے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی عاجزی اور بے بضاعتی کا بھی اعتراف کرے۔

روحانی رشتہ دار کون ہیں؟

پس روحانی رشتہ داروں کے ساتھ بھی صلۂ رحمی واجب ہے۔ جس طرح جسمانی والدین اور دیگر رشتہ داروں سے قطع رحمی حرام ہے اسی طرح روحانی والد سے بھی قطع رحم حرام ہے۔ روحانی شخصیتوں کو روحانی رشتہ دار کہا جاتا ہے۔ ان سب کا ہم مومنین پر بہت حق ہے۔ ان روحانی رشتہ داروں میں سرفہرست تو خود روحانی باپ (پیغمبرؐ یا امامؑ) ہوتا ہے اور دیگر روحانی رشتہ داروں کی دو قسمیں ہیں ایک ان روحانی شخصیتوں کی جسمانی اولاد کا سلسلہ ہے، یعنی سلسلۂ سادات ہے اور روحانی رشتہ داروں کی دوسری قسم مومنین اور شیعہ حضرات ہیں یہ سب روحانی شخصیتوں کے روحانی فرزند ہیں اور اسی رشتے سے آپس میں بھائی بھائی ہیں "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ" (سورۂ حجرات ۴۹: آیت نمبر ۱۰) یعنی "تمام مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں" ظاہر ہے ان سب کا سلسلہ کسی نہ کسی روحانی باپ سے ملتا ہے۔

سادات کے حقوق

علامہ حلی نے اپنی کتاب "قواعد الاحکام" اپنے فرزند فخر المحققین کے لئے تالیف فرمائی تھی۔ اپنی اس کتاب کے آخر میں وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تیرا فریضہ سادات کی پاک نسل کے ساتھ صلۂ رحمی بھی ہونا چاہیئے۔ خداوند تعالیٰ نے اس امر پر آتنی تاکید فرمائی ہے کہ سادات کی دوستی کو اجر رسالت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ کا اجر قرار دیا ہے۔ قرآنِ مجید میں فرمایا: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى (سورۂ شوریٰ ۴۲: آیت نمبر ۲۳) یعنی "اے رسولؐ، تم کہہ دو کہ میں اِس (تبلیغِ رسالت) کا اپنے قرابت داروں (اہلِ بیتؑ) کی محبت کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔" اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِنِّیْ شَافِعٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لِاَرْبَعَةِ اَصْنَافٍ "میں چار قسم کے لوگوں کی شفاعت کروں گا۔" وَلَوْ جَاؤُا بِذُنُوْبِ اَهْلِ الدُّنْيَا "اگرچہ کہ وہ تمام دنیا والوں کے گناہ اپنے ساتھ لے آئیں۔" رَجُلٌ نَصَرَ ذُرِّيَّتِیْ (۱) "ایسا شخص جس نے میری ذریت اور نسل کی مدد کی۔" وَرَجُلٌ بَذَلَ مَالَهٗ لِذُرِّيَّتِیْ عِنْدَ الْمَضِيْقِ (۲) اور ایسا شخص کہ جس نے میری نسل پر اس وقت اپنا مال صرف کیا جب ان کو تنگی تھی۔" وَرَجُلٌ اَحَبَّ ذُرِّيَّتِیْ بِاللِّسَانِ وَالْقَلْبِ (۳) "اور ایسا شخص جس نے زبان اور دل سے میری نسل کے ساتھ محبت کی۔" وَرَجُلٌ سَعٰى فِیْ حَوَائِجِ ذُرِّيَّتِیْ اِذَا طُرِدُوْا اَوْ شُرِدُوْا (۴)

"اور ایسا شخص جس نے میری ذریت کی حاجتوں کا اس وقت خیال رکھا جب وہ شمن کے ہاتھوں گرفتار تھے یا بے گھر ہو گئے تھے"۔

کیا پیغمبر پر کسی کا کوئی حق ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادٰى مُنَادٍ أَيُّهَا الْخَلَائِقُ اَنْصِتُوْا فَإِنَّ مُحَمَّدًا يُكَلِّمُكُمْ "جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک منادی ندا کرے گا کہ اے لوگو! خاموشی اختیار کرو۔ اس لئے کہ محمدؐ تم سے کچھ کہنے والے ہیں"۔ فَيَقُوْمُ النَّبِيُّ فَيَقُوْلُ: يَا مَعَاشِرَ الْخَلَائِقِ مَنْ كَانَتْ لَهٗ عِنْدِيْ يَدٌ اَوْ مِنَّةٌ اَوْ مَعْرُوْفٌ فَلْيَقُمْ حَتّٰى اُكَافِيَهٗ یعنی پھر نبیؐ کھڑے ہوں گے اور فرمائیں گے: "اے لوگو! جس شخص کا کوئی حق، کوئی احسان، یا کوئی کارِ خیر میری گردن پر ہو تو وہ کھڑا ہو جائے میں اس کا بدلہ دلاؤں گا"۔ فَيَقُوْلُوْنَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا اَيُّ يَدٍ وَّاَيُّ مِنَّةٍ وَّاَيُّ مَعْرُوْفٍ لَّنَا؟ بَلِ الْيَدُ وَالْمِنَّةُ وَالْمَعْرُوْفُ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ عَلٰى جَمِيْعِ الْخَلَائِقِ یعنی وہ لوگ کہیں گے: "ہمارے ماں باپ آپؐ قربان ہمارا کیسا حق، کیسا احسان، اور کیسا کارِ خیر؟ بلکہ حق، احسان اور کارِ خیر تو خدا اور اس کے رسولؐ کا تمام مخلوق پر ہے"۔

سادات کی خدمت اور بہشت میں اعلیٰ مقام

فَيَقُوْلُ بَلْ مَنْ اٰوٰى اَحَدًا مِّنْ اَهْلِ بَيْتِيْ اَوْ بَرَّهُمْ اَوْ كَسَاهُمْ

مِنْ عُرًى اَوْ اَشْبَعَ جَائِعَهُمْ فَلْيَقُمْ حَتّٰى اُكَافِيَهٗ یعنی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پھر فرمائیں گے! نہیں بلکہ حق ہے۔ جس شخص نے ٹھکانا اور سہارا فراہم کیا ہو میرے اہلِ بیتؑ میں سے کسی کو بھی، یا ان کے ساتھ نیکی کی ہو، یا ضرورت کے وقت ان کو لباس فراہم کیا ہو یا بھوک میں ان کو کھانا کھلایا ہو تو وہ کھڑا ہو جائے تاکہ میں اس کا بدلہ دلاؤں"۔ فَيَقُوْمُ اُنَاسٌ قَدْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ : پس کچھ لوگ کھڑے ہوں گے۔ جنھوں نے ایسے کام کئے تھے۔ فَيَأْتِي النِّدَاءُ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ پس خدا کی جانب سے آواز آئے گی۔ يَا مُحَمَّدُ يَا حَبِيْبِيْ قَدْ جَعَلْتُ مَكَافَاتَهُمْ اِلَيْكَ فَاَسْكِنْهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْتَ " اے محمدؐ اے میرے حبیبؐ! میں نے تمہارا خیال کرتے ہوئے ان کی نیکی کا بدلہ مقرر کر دیا ہے۔ پس میں انہیں جنّت میں ایسی جگہ دوں گا جیسی تم چاہو گے۔ فَيُسْكِنُهُمْ فِي الْوَسِيْلَةِ حَيْثُ لَا يُحْجَبُوْنَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ پس خدا ان کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہمسائے میں اس طرح جگہ دے گا کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ اور ان کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوگا۔

برادرانِ ایمانی کے حقوق

مومنین اور برادرانِ ایمانی کے حقوق سے متعلق کئی روایات موجود ہیں۔ ہم ان میں سے بعض پر اکتفاء کر رہے ہیں۔

مُعَلّٰی بن خُنَیس نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے سوال کیا کہ "مومن بھائیوں کے حقوق کیا ہیں؟" حضرتؑ نے فرمایا: "مومن کے سات حقوق واجب ہیں۔ اگر

کوئی شخص ان میں سے ایک حق ادا نہ کرے تو بھی وہ خدا کی اطاعت سے خارج ہو جاتا ہے اور پروردگار کی جانب سے اسے کچھ نہیں ملتا۔" معلّی نے عرض کیا کہ " وہ سات حقوق کیا ہیں؟" فرمایا: " مجھے اندیشہ ہے کہ تم ان کو یاد تو کرلو مگر ان پر عمل نہ کرو۔" معلّی نے کہا " لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا)"

امام جعفر صادق علیہ السّلام نے پھر فرمایا: اَیْسَرُ حَقٍّ مِّنْهَا اَنْ تُحِبَّ لَهٗ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ، وَتَكْرَهَ لَهٗ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ الکتاب کافی") اُن میں سے سب سے آسان حق یہ ہے کہ تم مومن بھائی کے لئے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، اور وہی چیز ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔"

امام علیہ السّلام نے باقی چھے (۶) حقوق کچھ یوں بیان فرمائے!

دوسرا حق یہ ہے کہ تم اس کو غصّہ دلانے سے پرہیز کرو، اس کی مرضی حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اس کی بات مان لیا کرو۔

تیسرا حق یہ ہے کہ تم اس کی جان و مال سے، زبان سے اور ہاتھ پاؤں سے مدد کرو۔

چوتھا حق یہ ہے کہ تم اس کی رہنمائی کرو اور اس کو ایسی باتیں بتاؤ جن میں اس کی بہتری ہو۔

پانچواں حق یہ ہے کہ اس وقت تک سیر ہو کر نہ کھاؤ جب تک کہ تمہارا مومن بھائی بھوکا ہو، اس وقت تک سیراب نہ ہو جب تک کہ وہ پیاسا ہو۔ اور اس وقت تک ڈھنگ کا لباس نہ پہنو جب تک کہ وہ لباس سے محروم ہو۔

چھٹا حق یہ ہے کہ اگر تمھارے پاس کوئی خادم ہے تو اس کی ضروریات پوری کرنے کے لئے اور اس کا کام بھی کر دینے کے لئے بھیج دیا کرو۔

اور مومن بھائی کا ساتواں حق یہ ہے کہ اگر وہ قسم کھائے تو اس کی بات درست سمجھو، اگر وہ دعوت دے تو قبول کر لو، اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو، اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ، اور اگر تم کو اس کی کوئی ضرورت معلوم ہو جائے تو اس کے کہنے سے پہلے اُسے پورا کر دو۔

ائمہؑ کے ساتھ صلۂ رحمی

حضرت امام علی رضا علیہ السّلام فرماتے ہیں: مَنْ لَمْ یَقْدِرْ اَنْ یَزُوْرَنَا فَلْیَزُرْ مَوَالِیْنَا یُکْتَبُ لَهٗ ثَوَابَ زِیَارَتِنَا یعنی "جو شخص ہماری زیارت نہ کر سکے تو وہ ہمارے چاہنے والے نیک دوستوں کی زیارت کرلے۔ اسے ہماری زیارت کرنے کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔" وَمَنْ لَمْ یَقْدِرْ عَلٰی صِلَتِنَا فَلْیَصِلْ صَالِحِیْ مَوَالِیْنَا یُکْتَبُ لَهٗ ثَوَابَ صِلَتِنَا "اور جو شخص ہم سے صلۂ رحمی کر لینا چاہے اور نہ کر سکے تو اسے بھی ہمارے ماننے والے صالح دوستدار کیساتھ صلۂ رحمی کر لینا چاہیے۔ اسے ہمارے ساتھ صلۂ رحمی کرنیکا ثواب حاصل ہو جائیگا۔

مومن بھائی کی عزت اور اس کا احترام، پدرِ روحانی (ائمہ معصومین علیهم السّلام) کا احترام ہے۔ اسی طرح مومن بھائی کی بے عزتی اور توہین پدرِ روحانی (ائمہ معصومینؑ) کی توہین ہے۔

یہی وجہ ہے برادرِ مومن کی عزت یا بے عزتی کرنے کے گہرے اثرات بیان

کئے گئے ہیں۔ چونکہ بحث طولانی ہو جائے گی لہٰذا ہم اس تفصیلی بحث سے اجتناب کر رہے ہیں۔ پروردگار عالم ہم سب کو صلۂ رحمی کرنے اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آٹھواں گناہ

یتیم کا مال کھانا

آٹھواں گناہ : یتیم کا مال کھانا

گناہانِ کبیرہ میں سے آٹھواں گناہ یتیم کا مال کھانا ہے۔ یتیم سے مُراد وہ بچہ جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو اور اس کا باپ مَر گیا ہو۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام، حضرت موسیٰ کاظم علیہ السّلام اور حضرت محمد تقی جواد علیہ السّلام، یتیم کا مال کھانے کو گناہِ کبیرہ قرار دیتے ہیں۔ یہ ایسا گناہ ہے جس کے انجام دینے والے کو خدا نے آتشِ جہنّم کا مستحق قرار دیا ہے۔ بلکہ خداوندِ عالم نے اس کے گناہِ کبیرہ ہونے اور اس پر عذابِ جہنّم دیئے جانے کا اعلان کچھ یوں کیا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ نَارًا ؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا (سورۂ نساء۴: آیت نمبر۱۰) "جو لوگ یتیموں کے مالِ ناحق کھا جایا کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بس انگارے بھرتے ہیں اور عنقریب جہنّم واصل ہوں گے۔"

تفسیرِ کبیر میں ہے کہ روزِ قیامت یتیم کا مال کھانے والا اس حالت میں محشور

ہوگا کہ اس کے منہ، ناک، کان اور آنکھ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر لوگ سمجھ لیں گے کہ یہ وہ شخص ہے جو دنیا میں یتیم کا مال کھایا کرتا تھا۔ آیت میں سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا "عنقریب واصلِ جہنّم ہوں گے" سے معلوم ہوتا ہے کہ یتیم کا مال ناحق کھالینا ایک ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے آتشِ جہنّم میں جلایا جائے گا۔ خواہ اس نے کوئی اور گناہ نہ کیا ہو۔ اور یہ بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ شمار کیا گیا ہے۔

خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے: وَاٰتُوا الْیَتٰمٰۤی اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا "اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور بُری چیز (مالِ حرام) کو بھلی چیز (مالِ حلال) کے بدلے میں نہ لو اور ان کے مال اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھاؤ کیوں کہ یہ بہت ہی بڑا گناہ ہے۔" خداوندِ تبارک وتعالےٰ اس بات کی وضاحت فرما رہا ہے کہ اگر تم یتیموں کے سرپرست، ولی یا وصی قرار پائے ہو تو جب تک یہ یتیم کم سن اور نابالغ ہیں، مال ان پر خرچ کیا جائے اور ان پر تنگی نہ کی جائے۔ پھر جب یہ بالغ ہو جائیں تو تمام مال ان کو دے دیا جائے۔ اللہ تعالےٰ نے ہم پر یہ واضح کر دیا کہ کہیں تم پاک چیز کے بدلے نجس چیز کو مت لینا یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے پاک اور حلال مال کو خرچ کرنے کے بجائے تم اس میں یتیموں کا مال شامل کر کے اسے اپنے لئے نجس اور حرام بنالو۔ مختصر یہ کہ یتیم کے مال میں ہر اُس تصرّف سے منع کیا گیا ہے جس سے اُسے نقصان پہنچے۔ اس کے قیمتی مال کی جگہ اپنا گھٹیا بھی نہیں رکھا جا سکتا۔

اسی سورۂ نساء کی نویں آیت میں ارشاد ہوا: وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا۔

"اور ان لوگوں کو ڈرنا (اور خیال کرنا) چاہیئے کہ اگر وہ لوگ خود اپنے بعد (ننھے ننھے) ناتواں بچے چھوڑ جاتے تو ان پر (کسی قدر) ترس آتا۔ اس لئے ان کو (یتیم اور غریب بچوں پر سختی کرنے کے سلسلے میں) خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ اور ان سے سیدھی طرح بات کرنی چاہیئے"۔ تفسیر المیزان میں ہے کہ جو شخص بھی یتیموں کے مال میں خیانت کرے گا اور ان پر ظلم کرے گا تو یہی اس کی اولاد کے ساتھ بھی ہوگا۔ یہ ایک ایسی حیرت انگیز حقیقت ہے جس پر سے قرآن نے پردہ ہٹایا ہے۔ اسی طرح قرآنِ مجید میں اور بھی ایسی متعدد آیتیں ہیں جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ انسان کے اچھے اور برے اعمال کا اثر اس دنیا میں ظاہر ہوتا ہے، اور انسان اپنے اعمال کے نتائج کو دیکھ لیتا ہے۔ مختصراً یہ کہ اچھے اور برے عمل کا ردِ عمل ہوا کرتا ہے اور عمل کرنے والے کو اس کا ردِ عمل (نتیجہ یا عکس العمل) برداشت کرنا پڑتا ہے۔ سورۂ نساء کی اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمل کا ردِّ عمل اور اس کی بازگشت فقط عمل کرنے والے تک ہی محدود نہیں بلکہ ممکن ہے کہ اس کے اثرات اس کی اولاد پر بھی پڑیں۔

اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ اچھا یا برا عمل کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اسے اپنے لئے بھی پسند کرتا ہے کیوں کہ دوسرے لوگ بھی تو آخر اس کی طرح انسان ہیں۔ مسئلہ کسی فرد یا ذات کے ساتھ سلوک کرنے کا نہیں بلکہ انسانیت کی بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کے ساتھ نیکی کی ہے تو گویا وہی نیکی اس نے اپنے لئے

پسند کی ہے۔ اس نے نیکی کر کے ایک ایسی دعا کی ہے جو کبھی رد نہیں ہوگی بلکہ ضرور
قبول کی جائے گی اور اگر کسی نے دوسرے کے ساتھ برائی کی ہے تو گویا وہی برائی اس
نے اپنے لئے پسند کی ہے۔ بالکل اسی طرح جو کچھ بھی اچھائی یا برائی وہ دوسروں
کے یتیم بچوں کے لئے پسند کرتا ہے۔ وہی کچھ درحقیقت اس نے اپنے بچوں کے لئے
بھی پسند کیا ہے۔

ایک ہی خاندان کے خونی رشتہ دار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سب میں
ایک ہی خون گردش کررہا ہے۔ اگر کسی حصے میں کوئی جگہ خالی ہوگی تو خون وہاں
پہنچنے لگے گا۔ اسی طرح اگر کسی حصے میں کوئی چیز رکھی جائے گی تو اس کا اثر بھی جسم کے
تمام حصوں پر پڑے گا۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو کچھ بھی انسان کسی کے ساتھ
کرتا ہے یا کسی کے بچوں اور خاندان کے ساتھ کرتا ہے اس کا ردِعمل اس پر اس کے بچوں
اور خاندان پر ہوتا ہے یہ اور ہے کہ اس کے کسی اچھے عمل کی وجہ سے جو اس نے اس دنیا
میں انجام دیا ہو، خدا اس کے بعض برے اعمال کو نظر انداز کردے۔ جیسا کہ اس
کا ارشاد ہے کہ۔ وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا
عَن كَثِيرٍ (سورۂ شوریٰ ۴۲: آیت نمبر ۳۰) "اور جو مصیبت تم پر پڑتی ہے وہ تمہارے
اپنے ہی ہاتھوں پڑتی ہے۔ اور (اس کے باوجود) وہ بہت کچھ معاف کردیتا ہے"۔
اس لئے ہمیں چاہیئے کہ یتیموں پر ظلم نہ کریں۔ یتیموں کے بارے میں خوفِ خدا
ہمارے دلوں میں ہونا چاہیئے۔ ان کے ساتھ نرمی سے گفتگو کریں۔ خلاصہ یہ ہے کہ
جسے بھی اپنے بچوں کا خیال ہو اور وہ چاہتا ہو کہ اس کے مرنے کے بعد کوئی ان پر ظلم و ستم

نہ کرے تو اسے چاہیئے کہ وہ دوسرے یتیم بچّوں کا خیال رکھے۔ دامنِ تقویٰ سے وابستہ رہے۔ یتیموں پر ظلم کرنے سے مکمل طور پر اجتناب کرے۔ کیوں کہ دوسرے یتیم بچّوں پر ظلم کرنے کا مطلب خود اس کے اپنے بچّوں پر ظلم ہے۔ جو کچھ بھی دوسرے یتیم بچّوں پر کرے گا اور ان کے حقوق کو جس طرح سے پامال کرے گا وہی کچھ اس کے یتیم بچّوں اور پسماندگان پر بھی کیا جائے گا۔

سورۂ نساء کی اس آیت میں واضح طور پر یتیم کا مال کھانے اور ان کے حقوق کو سلب کر لینے کو گناہِ کبیرہ قرار دیا گیا ہے اور اس کے خوفناک انجام کو بیان کیا گیا ہے۔

مالِ یتیم کھانے کا بدلہ اسی دُنیا میں

امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ پروردگارِ عالم نے یتیم کا مال کھانے کی دو سزائیں رکھیں ہیں: اَمَّا اَحَدُھُمَا فَعُقُوبَۃُ الْاٰخِرَۃِ اَلنَّارُ "پہلی سزا، آخرت میں دی جانے والی سزا ہے اور وہ آتشِ جہنّم ہے" وَاَمَّا عُقُوبَۃُ الدُّنْیَا فَھُوَ قَوْلُہٗ عَزَّوَجَلَّ: وَلْیَخْشَ الَّذِیْنَ لَوْ تَرَکُوْا مِنْ خَلْفِھِمْ ذُرِّیَّۃً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَیْھِمْ فَلْیَتَّقُوا اللّٰہَ وَلْیَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا "دوسری سزا دنیا میں دی جانے والی سزا ہے۔ جس کی طرف قرآنِ مجید نے کچھ یوں نشاندہی کی ہے کہ: اور ان لوگوں کو ڈرنا (اور خیال کرنا) چاہیئے کہ اگر وہ خود اپنے بعد (ننھے ننھے) ناتواں بچّے چھوڑ جاتے تو ان پر (کس قدر) ترس آتا۔ اس لئے ان کو (یتیم اور غریب بچوں پر)

سختی کرنے میں خدا سے ڈرنا چاہیئے اور ان سے سیدھی طرح بات کرنی چاہیئے۔

یتیموں کے اوصیاء کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ یتیموں کے معاملے میں محتاط رہیں اور ان کے ساتھ ایسا سلوک کریں جیسا اپنے بچّوں کے لئے چاہتے ہوں۔

پروردگارِ عالم نے اس کے بعد یہ بھی حکم دیا کہ: فَلْيَتَّقُوا اللهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا "پس ان کو یتیم اور غریب بچوں پر سختی کرنے میں خدا سے ڈرنا چاہیئے اور ان سے سیدھی طرح بات کرنی چاہیئے"

یعنی یتیموں کے ساتھ بھی اپنی اولاد کی طرح شفقت اور مہربانی سے پیش آنا چاہیئے اور ان سے نرمی کے ساتھ بات چیت کرنی چاہیئے۔

جو کچھ قرآنِ مجید کی اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے وہی حضرت امیر المومنین علیہ السّلام۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام اور امام علی رضا علیہ السّلام سے بھی مروی ہے اور دوسری تفاسیر میں بھی یہی کچھ لکھا ہے۔

حضرت علی علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ: اِنَّ آكِلَ مَالِ الْيَتِيمِ سَيُدْرِكُهُ وَبَالُ ذٰلِكَ فِي عَقِبِهِ وَيَلْحَقُهُ وَبَالُ ذٰلِكَ فِي الْاٰخِرَةِ (بحار الانوار) "اس میں کوئی شک نہیں کہ یتیم کا مال کھانے والے کی اولاد کو اسی دُنیا میں اس کا بدلہ جلد ہی مل کر رہے گا، اور خود اُسے آخرت میں سزا ملے گی۔ حضرت علی علیہ السّلام کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: اَحْسِنُوا فِي عَقِبِ غَيْرِكُمْ تُحْسَنُوا فِي عَقِبِكُمْ۔

"دوسروں کی اولاد کے ساتھ نیکی کرو تاکہ تمھاری اولاد کے ساتھ (تمھارے مرنے کے بعد) نیکی کی جائے"۔

ان روایات کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ یتیموں پر جو بھی ظلم کرے گا یا ان کا مال کھائے گا تو اس کے نتیجے میں اس ظلم کرنے والے کی اولاد پر بھی ظلم ہوگا۔ اب جو شخص بھی یہ چاہتا ہو کہ اس کی اولاد پر اس کے مرنے کے بعد ظلم نہ ہو تو اسے چاہیے کہ دوسرے یتیم بچّوں پر ظلم وستم نہ کرے۔

امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں: مَنْ ظَلَمَ سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مَنْ يَظْلِمُهُ أَوْ عَلٰى عَقِبِهِ أَوْ عَلٰى عَقِبِ عَقِبِهِ (کتاب کافی) "جو شخص بھی ظلم کرے گا تو خداوندِ عالم اس پر یا اس کی اولاد پر یا اس کی اولاد کی اولاد پر ایک ظلم کرنے والا مسلّط کر دے گا۔"

یہ عدلِ الٰہی کے خلاف نہیں ہے

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ظلم تو کسی اور نے کیا ہے۔ یتیم کے مال کو کسی اور نے کھایا ہے۔ آخر ان بچّوں کا کیا قصور ہے! انھیں کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے! اُن بچّوں کا تو کوئی جرم نہیں ہے۔ کیا یہ عدلِ الٰہی کے خلاف نہیں؟

اس سوال کا جواب بہت آسان ہے۔ ظلم کرنے والے کی اولاد پر خدا نے جو ظالم مسلّط کرنے کا حکم دیا ہے اس سے مُراد یہ نہیں ہے کہ خدا ظلم کرنے والے کی اولاد پر اپنی طرف سے ایک ظالم مسلّط کر دے گا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اس کی اولاد پر ظلم کرے گا تو خداوندِ عالم اس کی اولاد کو نہیں بچائے گا۔

اس کی اولاد کو ظلم سے بچانا ایک فضل و کرمِ الٰہی ہے۔ احسانِ پروردگار ہے۔ یہ فضل و کرم اور احسان اس وجہ سے اس کی اولاد کے ساتھ نہیں کیا جا رہا کہ باپ نے یتیموں پر ظلم و ستم کیا ہے۔ باپ نے اس فضل و احسان کو پسند نہیں کیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر باپ نیک ہو تو خداوند عالم اس کی اولاد کی حفاظت کرتا ہے۔ جیساکہ سورۂ کہف میں فرماتا ہے:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ (سورۂ کہف ۱۸: آیت نمبر ۸۲) "اور وہ دیوار (جسے حضرت خضر علیہ السلام نے تعمیر کی) شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے انھیں دو لڑکوں کا خزانہ (گڑا ہوا) تھا، اور (چونکہ) ان لڑکوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا تو تمھارے پروردگار نے چاہا کہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچیں تو تمھارے پروردگار کی مہربانی سے اپنا خزانہ نکال لیں" یہ فضل و کرم پروردگارِ عالم کی جانب سے اس لئے تھا کہ ان بچوں کے والد نیک اور صالح تھے۔ معلوم ہوا کہ باپ کے نیک ہونے کی وجہ سے پروردگارِ عالم اس کے بچوں پر فضل و کرم کیا گیا ہے۔ اسی طرح باپ اگر ظالم ہو تو یہی چیز پروردگارِ عالم کے فضل و کرم کو روکنے کا سبب بن جایا کرتی ہے۔

مالِ یتیم کھانے کی مذمت میں احادیث

عمر بن زرارہ فرماتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے گناہانِ کبیرہ کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: مِنْهَا اَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ ظُلْمًا (بحار الانوار) گناہانِ کبیرہ میں سے ایک گناہ یتیم کے مال کو ناجائز طریقے سے کھانا ہے"۔

اور امام محمد باقر علیہ السّلام، اپنے جد بزرگوار رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے نقل فرماتے ہیں کہ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ) يُبْعَثُ نَاسٌ عَنْ قُبُوْرِهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَأَجَّجُ اَفْوَاهُهُمْ نَارًا "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کچھ لوگ اپنی قبروں سے اس حالت میں نکلیں گے کہ ان کے مُنہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے"۔ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ لوگوں نے پوچھا "اے اللہ کے رسولؐ وہ کون ہوں گے؟ قَالَ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا (بحار الانوار) "آپؐ نے فرمایا کہ وہ یتیموں کا مال ناجائز طریقے سے کھانے والے لوگ ہوں گے"۔

امام علی رضا علیہ السّلام سے سوال کیا گیا: كَمْ اَدْنٰى مَا يُدْخِلُ بِهِ النَّارَ مِنْ اَكْلِ مَالِ الْيَتِيْمِ؟ "وہ کم سے کم یتیم کا مال کتنا ہے جس کے کھانے کی وجہ سے جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا؟" قَالَ كَثِيْرُهٗ وَقَلِيْلُهٗ وَاحِدٌ اِذَا كَانَ مِنْ نِيَّتِهٖ اَنْ لَّا يَرُدَّهٗ "آپؑ نے فرمایا کہ جب یتیم کا مال واپس لوٹانے کی نیت کے بغیر

کھالے تو کم اور زیادہ میں کوئی فرق نہیں"۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: لَمَّا اُسْرِیَ بِیْ اِلَی السَّمَآءِ رَأَیْتُ قَوْمًا یُقْذَفُ فِیْ اَجْوَافِهِمُ النَّارُ وَتَخْرُجُ مِنْ اَدْبَارِهِمْ! "شبِ معراج جب مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی تو میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ جنکے شکم میں آگ ڈال رہے ہیں! اور ان کے پاخانے کے مقام سے آگ نکل رہی ہے!" فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ یَا جَبْرَئِیْلُ؟ پس میں نے جبرائیلؑ سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ فَقَالَ هٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتَامٰی ظُلْمًا (وسائل الشیعہ، کتاب التجارۃ باب نمبر ۹۹) "تو جبرائیل علیہ السّلام نے جواب دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیم کا مال ظلم و ستم کر کے کھایا کرتے تھے"۔

قرض دینے والے کی موت اور اُس کے کم سن بچّے

اگر کسی شخص نے کسی کو قرض دیا ہو اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں، اب اگر وہ اپنے اس قرض کی وصولی کا انتظام نہ کرے اور اس دنیا سے کوچ کر جائے تو ایسا مقروض شخص بھی یتیم کا مال کھانے والا شمار کیا جائے گا۔ البتہ جتنا حصّہ یتیم بچّوں کا اس مال میں ہوتا ہے اسی کی نسبت ظالم قرار پائے گا۔ کیوں کہ باپ کے مرنے کے بعد اس کا مال اس کے بچّوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

امیر المومنینؑ کی آنکھ میں شدید درد

حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کو آنکھوں کا درد لاحق ہوا۔ درد اتنا شدید تھا کہ آپؑ کی آہیں بلند ہو رہی تھیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لائے اور فرمایا: "یہ آہ وزاری بے صبری کی وجہ سے ہے یا شدید درد کی وجہ سے ہے؟ امیر المومنین علیہ السّلام نے جواب دیا: "مجھے کبھی اتنا شدید درد نہیں ہوا، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک ایسی خوفناک حدیث بیان فرمائی کہ امیر المومنین علیہ السّلام اپنی آنکھوں کی تکلیف بھول گئے۔ وہ حدیث یہ ہے۔

ایک خوفناک حدیث

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں: یَا عَلِیُّ اِنَّ مَلَکَ الْمَوْتِ اِذَا نَزَلَ لِقَبْضِ رُوحِ الْکَافِرِ نَزَلَ مَعَہٗ سَفُّودٌ مِنْ نَارٍ فَیَنْزِعُ رُوحَہٗ بِہٖ فَتَصِیحُ جَھَنَّمُ!" اے علیؑ جب ملک الموت (عزرائیلؑ) کافر کی روح نکالنے کے لئے آئے گا تو اس کے پاس آگ کا گرز ہوگا اور اسی سے وہ اس کی روح سختی کے ساتھ نکالے گا۔ پس جہنّم (یہ دیکھ کر) زور سے چیخے گی! (تاکہ اسے جلدی سے لے لے)" فَاسْتَوٰی عَلِیٌّ جَالِسًا یہ سنکر حضرت علی سیدھے بیٹھ گئے"۔ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَعِدْ عَلَیَّ حَدِیْثَکَ فَقَدْ اَنْسَانِیْ وَجْعِیْ مَا قُلْتَ!" اور آپؑ نے فرمایا کہ

اے اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حدیث کو مجھے دوبارہ سنایئے۔ آپ کی یہ بات سُنکر تو اپنا درد بھول گیا ہوں!" ثُمَّ قَالَ: هَلْ يُصِيبُ ذٰلِكَ أَحَدًا مِنْ أُمَّتِكَ؟ پھر حضرت علی علیہ السّلام نے دریافت فرمایا کہ کیا اس طرح سختی سے آپ کی اُمت میں سے بھی کسی کی روح نکالی جائے گی اور اس پر ایسا عذاب ہوگا؟ قَالَ: نَعَمْ حَاكِمٌ جَائِرٌ وَآكِلُ مَالِ الْيَتِيمِ ظُلْمًا وَشَاهِدُ زُوْرٍ" رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! مسلمانوں میں سے تین گروہ ایسے ہیں جن کی روح اس طرح سختی سے نکالی جائے گی۔ پہلا گروہ ظالم حکمرانوں کا ہے، دوسرا یتیم کا مالِ ناحق کھانے والوں کا اور تیسرا جھوٹی گواہی دینے والوں کا ہے۔

یتیموں کے ساتھ حسن سلوک

جس طرح یتیموں پر ظلم وستم کرنے کے سبب دنیا اور آخرت میں سخت سزائیں ہیں اسی طرح یتیموں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے ساتھ احسان کا دنیا وآخرت میں بڑا اجر ہے۔ خاص طور پر یتیموں کی حفاظت ان کی کفالت کے بارے میں بہت سے احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے چند کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں: مَنْ كَفَلَ يَتِيمًا أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ كَمَا أَوْجَبَ جَهَنَّمَ عَلَىٰ آكِلِ مَالِهِ، "جو شخص یتیم کی کفالت کرے خدا اس پر جنّت واجب کر دیتا ہے جس طرح یتیم کا مال کھانے والے پر جہنّم واجب کر دیتا ہے۔"

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اَنَا وَ کَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّۃِ اِذَا اتَّقَی اللّٰہَ تَعَالٰی وَ اَشَارَ بِالسَّبَّابَۃِ وَالْوُسْطٰی "میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا، جنّت میں پروردگارِ عالم کے حضور ایک ساتھ ہوں گے۔ جس طرح یہ دو انگلیاں ساتھ ساتھ ہیں۔ اور آپؐ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ فرمایا۔" مقصد یہ تھا کہ مجھ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والے میں کوئی جدائی اور پردہ حائل نہیں ہوگا اور ہم دونوں جنّت میں ساتھ ساتھ ہوں گے۔ آپکا یہ بھی ارشاد ہے کہ: لَا یَلِیْ اَحَدُکُمْ یَتِیْمًا فَیُحْسِنُ وِلَایَتَہٗ وَوَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی رَأْسِہٖ اِلَّا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃً وَمَحٰی عَنْہُ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ سَیِّئَۃً وَرَفَعَ لَہٗ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ دَرَجَۃً "تم میں سے جو شخص بھی یتیم کا سرپرست بنے اور وہ یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔ اس کے کاموں کو اچھی طرح انجام دے۔ اور اس کے سر پہ ہاتھ پھیرے تو خداوندِ عالم لازمی طور پر اس کے سر کے بالوں کی تعداد کے برابر نیکی اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیتا ہے۔ سر کے بالوں کی تعداد کے برابر اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے، اور سر کے بالوں کی تعداد کے برابر اس کا درجہ بلند کر دیتا ہے۔"

ایک اور مقام پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں کہ: اِذَا بَکَی الْیَتِیْمُ اِھْتَزَّ بِبُکَائِہِ الْعَرْشُ "جب کوئی یتیم روتا ہے تو اس کے گریہ کے سبب عرشِ الٰہی لرز اٹھتا ہے۔" فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا مَلَائِکَتِیْ، ھٰذَا الْیَتِیْمُ الَّذِیْ غَیَّبَ اَبُوْہُ فِی التُّرَابِ! "پس پروردگارِ عالم یہ ارشاد فرماتا ہے کہ اے ملائکہ! یہ وہی یتیم رو رہا ہے جس کا باپ زمین میں دفن کیا جا چکا ہے!

فَیَقُوْلُ الْمَلٰئِکَۃُ! اَنْتَ اَعْلَمُ" ملائکہ جواب دیں گے پروردگارا! تو خوب جانتا ہے۔ " فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی یَامَلَآئِکَتِیْ اِنِّیْ اَشْھَدُکُمْ اِنَّ لِمَنْ اَسْکَتَہٗ وَاَرْضَاہُ اَنْ اُرْضِیَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ " پھر اللہ تعالےٰ کہے گا کہ اے ملائکہ! تم گواہ رہنا کہ جو بھی اس یتیم کو چپ کرائے گا اور اس کو خوش کرے گا قیامت کے دن میں اسے خوش کروں گا۔"

یتیموں کے سر پر دستِ شفقت پھیرنے سے قساوتِ قلبی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس بات کا تذکرہ بہت سی روایات میں کیا گیا ہے۔ ہم یہاں پر بس انہی چند روایتوں کے ذکر کو کافی سمجھتے ہیں۔

نابالغ بچّوں کا ولی

وہ لڑکا جو ابھی پندرہ برس کا نہیں ہوا ہے، اپنے مال میں تصرّف کا حق نہیں رکھتا۔ اسی طرح وہ لڑکی جو نو برس کی نہیں ہوئی ہے، اپنا مال خرچ نہیں کر سکتی۔ نابالغ لڑکا ہو یا لڑکی اپنے مال کو کسی بھی طرح استعمال کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ ان کے مال کو ان کا ولی ان کی بھلائی اور اچھے کاموں کے لئے خرچ کرنے کا حق رکھتا ہے۔ نابالغ بچّوں کا ولئ شرعی سب سے پہلے ان کا باپ یا دادا ہے۔ ماں، نانی، بھائی، چچا اور دوسرے رشتہ دار شرعاً ولی نہیں ہیں۔

دوسرے مرتبے پر یعنی جب باپ اور دادا زندہ نہ ہوں تو جو شخص ان کی طرف سے قیّم بنایا گیا ہو، بچّوں پر ولایت (سرپرستی) کا حق رکھتا ہے۔

تیسرے مرتبہ پر یعنی جب باپ اور دادا نے اپنی زندگی میں کسی کو اپنے بچّوں پر قَیِّم (بچّوں کے امور کی نگرانی کے لئے کسی شخص نگراں) نہ بنایا ہو، تو اس کا ولی حاکمِ شرع ہے۔ یا پھر وہ شخص ہے جسے حاکمِ شرع بچّوں پر قَیِّم قرار دے۔

چوتھے مرتبے پر یعنی جب حاکمِ شرع بھی موجود نہ ہو تو یتیم بچّوں کے امور کی نگرانی عادل مومنین کریں گے۔ (جسے شرعی اصطلاح میں عدول المومنین کہتے ہیں) اس کا بیان اپنے مقام پر کیا جائے گا۔

یتیم کے کاموں کو سوچ سمجھ کر انجام دینا چاہیئے

یتیم کے امور کی نگرانی کرنے والا (قَیِّم) یتیم کے مال میں ہر طرح کا تصرّف کر سکتا ہے۔ اسے یتیم کے لباس اور غذا کے معاملے میں سختی نہیں کرنی چاہیئے۔ البتہ فضول خرچی سے بھی بچنا چاہیئے۔ میانہ روی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ یتیم بچے کے معیار کے مطابق اس کے لئے لباس اور غذا کا انتظام کرنا چاہیئے۔

یتیم کے امور کی نگرانی کرنے والے کو چاہیئے کہ اس کے لباس کا حساب و کتاب علیحدہ رکھے اور اسے اپنے بچّوں کے اخراجات کے ساتھ نہ ملائے۔ ہاں البتہ غذا کے سلسلے میں ضروری نہیں کہ اس کے لئے جداگانہ انتظام کرے بلکہ اپنے مال کے ساتھ ملا کر، اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ اس کی غذا کا بندوبست کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر اس کے کھانے کا خرچ سو روپے ہوتا ہے اور اس کے اہلِ خانہ کی تعداد نو (۹) ہے اور یتیم بچّے کو ملا کر کل دس افراد ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں یتیم کے مال سے

دس روپے لے کر کھانے کے خرچ میں ملا سکتا ہے اور اگر بچے کے مال سے کچھ کم لے تو زیادہ بہتر ہے اور یہ احتیاط والا طریقہ ہے۔

اپنی غذا میں بچے کے مال کو شامل کر کے اس کے لئے غذا تیار کروانا، اس کے لئے علیحدہ غذا تیار کروانے سے بہتر اور آسان ہے اور اس میں خرچ بھی کم ہوتا ہے۔

جی ہاں! جب یتیم بچے اور اہل و عیال کی غذا میں بہت زیادہ فرق ہو مثلاً یتیم بچہ گھر والوں کے مقابلے میں نصف غذا کھاتا ہو، اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے بچہ گوشت اور چاول نہ کھاتا ہو تو پھر ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ اس کی غذا کا انتظام کرنا بہت مشکل ہے۔ بہر حال یتیم کے مال کی حفاظت اور اس کی بھلائی کو مدّنظر رکھنا چاہیئے۔

سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا: وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ (سورۂ بقرۃ ۲: آیت نمبر ۲۲۰) "اور تم سے لوگ یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں تم (ان سے) کہہ دو کہ ان کی اصلاح (اور درستی) بہتر ہے اور اگر تم ان سے مل جل کر رہو تو (کچھ حرج نہیں آخر) وہ تمہارے بھائی ہی تو ہیں اور خدا فسادی کو خیر خواہ سے (الگ خوب) جانتا ہے۔"

اِس آیت کی شانِ نزول میں یہ کہا گیا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد مسلمانوں پر یتیم کے مال کے بارے میں سخت خوف لاحق ہوا۔ وہ یتیم

کا مال کھانے اور اس کے عذاب سے اتنا زیادہ ڈرنے لگے کہ یتیم اور اس کا مال کھانے کا کیا ذکر اس کے قریب تک نہ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ جو کوئی بھی یتیم کی سرپرستی کرتا اور اس کے مال کی نگرانی کرتا، یہ لوگ اس کو اپنے سے جُدا کر دیتے تھے اور اس کے لئے علیحٰدہ کھانے پینے کا انتظام کرتے تھے۔ اگر یتیم کی نگرانی کرنے والے کی غذا بچ جاتی تو یہ لوگ اسے ہاتھ تک نہیں لگاتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ چیز خراب ہوجایا کرتی تھی۔ ایسا کرنے سے وہ پریشان ہو گئے اور رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں آکر سوال کیا تو پروردگارِ عالم نے اس آیت کو نازل فرمایا کہ "(اے رسولؐ) تم ان سے کہہ دو کہ ان کی اصلاح بہتر ہے اور تم ان سے مل جُل کر رہو تو (کچھ حرج نہیں) وہ تمہارے بھائی ہی تو ہیں"۔ ظاہر ہے کہ ایک برادرِ دینی کے ساتھ مل جُل کر رہنا چاہیئے۔ پروردگارِ عالم تمہارے دِلوں کے حال کو جانتا ہے اور تمہاری نیتّوں سے اچھی طرح واقف ہے کہ کون یتیموں کا مال کھانے والا ہے اور کون اُن کی اصلاح چاہتا ہے۔

یتیموں کے امور کی نگرانی کرنے والا دولت مند شخص

یتیموں کے امور کی نگرانی کرنے والا شخص اگر دولت مند ہے یعنی اس کی ضروریاتِ زندگی آسانی کے ساتھ پوری ہوجایا کرتی ہیں تو اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ یتیم کے کاموں کو مفت انجام دے، اور آخرت کے اس اجر و ثواب پر اکتفا کرے جو پروردگارِ عالم اسے عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں اس کا ارشاد

ہے۔ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ (سورۂ نساء ۴: آیت نمبر ۶) "اور جو (ولی یا سرپرست) دولت مند ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ (مالِ یتیم اپنے تصرّف میں لانے سے) بچتا رہے"۔

غریب شخص جو یتیموں کے امور کی نگرانی کرے

اگر یتیم کے امور کی نگرانی کرنے والا شخص غریب ہو تو وہ اپنی خدمات کی اُجرت لے سکتا ہے۔ خدمات کا عوض لینے کے بارے میں علمائے کرام کے تین قول ہیں۔ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ وہ اُجْرَةُ الْمِثْل لے سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ عام لوگوں سے معلوم کرے گا کہ اس قسم کے کام کی کتنی اُجرت ہونی چاہیئے۔ لوگ جتنی اُجرت بتائیں اتنا مال وہ یتیم کے مال سے لے لے۔

دوسرا نظریہ یہ ہے کہ صرف اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لئے وہ یتیم کے مال سے لے سکتا ہے' اس سے زیادہ نہیں لے سکتا۔

تیسرا نظریہ یہ ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ اُجرۃ المثل کم ہوتی ہے یا اس کی ضروریاتِ زندگی کے اخراجات کم ہوتے ہیں۔ اِن دونوں میں سے جو مقدار بھی کم ہو اُسی کو لے لے۔ یہ تیسرا نظریہ احتیاط سے زیادہ قریب اور بہتر ہے۔

یتیم کے بالغ ہونے تک اس کے مال کی حفاظت کی جائے

یتیم بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے اور اس کے ساتھ ساتھ جب تک اس میں دولت تصرف کرنے کی قابلیت پیدا نہ ہو جائے، مال اس کے قبضہ میں دے دینا جائز نہیں ہے۔ اور اگر یتیم کے مال کی نگرانی کرنے والے نے اس حکم کی مخالفت کی اور یتیم بچّے کا مال اسے دیدیا تو مال ضائع ہو جانے کی صورت میں وہ ضامن ہوگا۔ اور یتیم بچّے کے بلوغ اور سمجھ دار ہو جانے کے بعد یہ واجب ہے کہ اس مال کا عوض اُسے دے۔

بالغ ہو جانے کی علامتیں

بالغ ہو جانے کو اِن تین علامتوں کے ذریعے پہچانا جا سکتا ہے:

۱۔ چاند کی تاریخ کے حساب سے لڑکے کا پورے پندرہ [۱۵] سال اور لڑکی کا نو [۹] سال کا ہو جانا۔

۲۔ زیرِ ناف بالوں کا نکل جانا۔

۳۔ منی خارج ہونا، احتلام کی وجہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے۔

"رشید" سے کیا مُراد ہے؟

قرآنِ مجید میں ارشاد ہوا: فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ

اَمْوَالَھُمْ" پس جب تم (یتیموں کے بڑے ہو جانے کے بعد) ان میں رُشد و ہوشیاری پاؤ تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو"

رَشِید یا رُشد سے مُراد دراصل معاشی امور میں سمجھ بوجھ پیدا ہونا ہے۔

جب یتیم بچّہ بڑا ہو کر اس قابل ہو جائے کہ اپنی روزمرّہ زندگی کے معاملات کو انجام دینے لگے لین دین میں آسانی سے دھوکہ نہ کھائے اور اپنی رقم بیجا صرف نہ کرے تو اس کا مال اس کے حوالے کر دیا جائے گا۔

بہ الفاظِ دیگر بالغ اور رشید ہونے کی صورت میں یتیم کا مال اسے واپس کر دیا جاتا ہے۔

نواں گناہ

سود خوری

نواں گناہ : سود خوری

نواں گناہِ کبیرہ جس کے کبیرہ ہونے کی صراحت موجود ہے سود کھانا ہے۔ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم، حضرت امیرالمومنین، امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم اور امام محمد تقی علیہم السّلام سے جو احادیث موصول ہوئی ہیں ان میں اسے صاف الفاظ میں ایک گناہِ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔ سود کا مال کھانا ایک ایسا گناہ ہے جس پر عذاب، بلکہ شدید عذاب کی بات قرآنِ مجید کی ہے۔ سود کھانے کا جو عذاب قرآنِ مجید میں جو ذکر ہے وہ دیگر بہت سے گناہِ کبیرہ کے عذاب سے بڑا ہے۔

سورۂ آلِ عمران میں ارشاد ہے کہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ (سورۂ آلِ عمران ۳: آیت نمبر ۱۳۰ اور ۱۳۱) "اے ایماندارو! اپنے مال

میں اضافہ کے لئے بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ اور خدا سے ڈرو تاکہ تم چھٹکارا پاؤ اور جہنم کی آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔"

یعنی جو آگ کافروں کے لئے بھڑکائی گئی ہے جہنم میں وہی سود خوروں کے لئے بھی ہے!

سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے کہ: اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَی اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ (سورہ بقرہ ۲: آیت نمبر ۲۷۵) یعنی" جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت میں کھڑے نہ ہوسکیں گے مگر اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جسکو شیطان نے لپٹ کر مخبوط الحواس بنادیا ہو۔ یہ اس وجہ سے کہ وہ اس کے قائل ہوگئے کہ جیسا بکری کا معاملہ ویسی ہی سود کا معاملہ حالانکہ بکری کو تو خدا نے حلال اور سود کو حرام کردیا۔ پس جس شخص کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت ممانعت آئی اور وہ باز آگیا تو اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے جو سود لے چکا وہ تو اس کا ہو چکا اور اس امر کا معاملہ خدا کے حوالے ہے۔ اور جو مناہی کے بعد پھر سود لے یا بکری اور سود کے معاملہ کو یکساں بتائے جائے تو ایسے ہی لوگ جہنمی ہیں اور وہ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے۔"

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سود خور آدمی ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

تفسیر المیزان میں علامہ محمد حسین طباطبائی فرماتے ہیں کہ: سود سے متعلق ان

آیتوں میں خداوندِ تعالےٰ نے بہت سختی فرمائی ہے۔ اتنی سختی اور اتنا سخت عذاب فروعِ دین میں سے کسی اور بات کی نافرمانی پر نہیں ہے، البتہ ایسا عذاب بس ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو دین کے دشمنوں سے دوستی رکھتے ہیں! زنا۔ شراب پینے۔ جوا کھیلنے یہاں تک کہ قتل جیسے گناہانِ کبیرہ پر اگر بہت شدید عذاب کی بات سختی سے کی گئی ہے لیکن اتنی شدّت اور سختی ان کے بارے میں نہیں ہے جتنی سود خوری کے خلاف موجود ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ سود کے بُرے اثرات معاشرے پر دیگر گناہوں کے اثرات کی نسبت زیادہ پڑتے ہیں۔ اسی طرح دین کے دشمنوں سے دوستی بھی سود ہی کی طرح انتہائی خطرناک ہے۔ اسلامی معاشرے کا نظام ان دو گناہوں کی وجہ سے درہم برہم ہو جاتا ہے۔ انسان کی فطرت کے سامنے یہ دونوں گناہ پردہ بن جاتے ہیں پھر اس کو اپنی فطرت اور انسانیت نظر نہیں آتی۔ کتابِ خدا کی تائید تاریخ کے واقعات کرتے ہیں۔ دین کے دشمنوں سے دوستی نے مسلمانوں کو تباہی و بربادی کے گڑھے میں دھکیل دیا ہے۔ اسلام دشمن عناصر کے ساتھ گٹھ جوڑ اور سازش کر کے کچھ بے ضمیر مسلمانوں نے تمام مسلمانوں کو مسلم معاشرے اور اسکی خوبیوں سے محروم کر دیا ہے۔ دین اور اسلامی آئین برائے نام ہے۔ انسانیت کے فضائل اور اسلامی اخلاق ختم ہو کر رہ گئے ہیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو خود اپنے مال پر اختیار نہیں رہا، بلکہ مسلمانوں کی جان اور عزت تک محفوظ نہیں ہے۔

یہی بات سود خوری، ذخیرہ اندوزی، مال پر مال جمع کرتے جانے اور اسے بے مصرف طور پر جمع کر کے رکھنے جیسے مذموم کاموں کا نتیجہ ہے۔ لوگ دو طبقوں میں

بٹ گئے ہیں۔ بعض لوگ بہت امیر ہو گئے ہیں تو بہت سے لوگ بہت غریب ہیں۔ اس کی وجہ سے فتنہ و فساد اور جنگوں کو ہوا ملتی ہے۔ یہاں تک کہ عالمی جنگیں چھڑ جاتی ہیں۔ بموں سے پہاڑوں کو اڑا دیا جاتا ہے اور زمین کو لرزا دیا جاتا ہے۔ انسانیت ختم ہونے کو ہے اور دیگر جو کچھ ہو چکا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ ان دونوں گناہوں (اسلام دشمن عناصر سے دوستی اور سود خوری) کے بارے میں قرآنِ مجید کے بیانات پیش گوئی کی حیثیت رکھتے ہیں کہ اگر یہ دونوں گناہ پھیلے تو اسلامی معاشرہ تباہ ہو جائے گا۔

سود خوری عقل و شریعت کے خلاف ہے

سورۂ بقرہ کی جو آیت سود کے خلاف ابھی پیش کی گئی اس میں بیان ہوا کہ سود خور لوگ مخبوط الحواس لوگوں اور دیوانوں کی طرح محشور ہوں گے۔ حشر کے میدان میں لوگ اُن کی دیوانگی کو دیکھ کر انھیں پہچانیں گے کہ یہ سود خور رہے ہیں۔ اُن کی عقل اس لئے خراب ہوگی کہ وہ دنیا میں عقل اور شریعت کے خلاف کام کرتے تھے۔ انسانیت اور انسانی زندگی کے تقاضوں کو نظر انداز کر دیتے تھے۔ دوسرے انسانوں کے ساتھ مہربانی، انصاف اور باہمی تعاون کے اصولوں سے کام نہیں لیتے تھے۔ درحقیقت سود خور لوگ دنیا میں بھی ایک طرح کے پاگل اور مخبوط الحواس قسم کے افراد تھے جو شیطان کے اشاروں پر ایسی مجنونانہ حرکتیں کرتے رہے ہیں۔

کیا سود اور تجارت ایک ہیں؟

جب بھی لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ آپ سود کیوں کھاتے ہیں تو جواب دیتے ہیں کہ سود بھی ایک طرح کی تجارت ہے۔ دیگر معاملوں اور سود میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پس چونکہ تجارت کے دیگر معاملات جائز ہیں اس لئے سود بھی جائز ہے۔

ایسے مجنون لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ سود اور تجارت میں بہت فرق ہے۔ تجارت ایک ایسا معاملہ ہے جس میں آدمی اپنے ایسے مال کو دے دیتا ہے جس کی فی الحال اسے ضرورت نہیں ہے۔ لینے اور دینے والے دونوں افراد ایک دوسرے کی ضرورت کا بھی اپنی ضرورت کی طرح لحاظ کرتے ہیں۔ اسی لئے تجارت کا ایسا معاملہ عقل اور عدل پر مبنی ہوتا ہے اور ایسے ہی معاملوں سے انسان کی معاشرتی زندگی چلتی ہے۔ جب کہ سود میں معاملہ برعکس ہے۔ آدمی جب اصل رقم سود سمیت لوٹاتا ہے تو سود کی رقم سے وہ بے نیاز نہیں ہوتا پھر بھی مجبوراً مقررہ وقت پر دیدیتا ہے۔ یا مہلت بڑھا لیتا ہے۔ جہاں تک اصل قرض لوٹانے کی بات ہے، عقل اور عدل کا تقاضا یہی ہے کہ جس کا مال ہے اس کو واپس مل جائے۔ لیس سود میں ناحق زیادتی ہوتی ہے۔

سود اور معاشرے میں طبقاتی فرق

بے شک سود ایک ظالمانہ اور غیر عادلانہ معاملہ ہے۔ انسان کی فطرت

اور اس کے ضمیر کے خلاف ہے۔ سود کی وجہ سے معاشرتی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ ایک طرح سود خور آدمی کی تجوری بھرتی رہتی ہے تو دوسری طرف سود پر قرض لینے والے آدمی کی غربت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ مالدار آدمی مزید مالدار ہو جاتا ہے۔ جب سود کی وجہ سے غریب آدمی مزید غربت کا شکار ہو جاتا ہے غریب لوگ امیروں سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اس کا ضرر پورے معاشرے پر عائد ہوتا ہے۔ بڑا خون خرابہ ہوتا ہے اور طبقاتی اختلافات کے نتیجے میں خونی انقلابات تک برپا ہو جاتے ہیں اسی لئے بعض محقق اور دانشور حضرات سود ہی کو عالمی جنگ (جنگِ عظیم) کے اسباب میں سے ایک شمار کرتے ہیں۔

"اسلام وصلح جہانی" نامی کتاب میں لکھا ہے کہ:

اسلام کہتا ہے کہ عوض یا مزدوری صرف کام اور کوشش کے نتیجے میں ہونی چاہیئے۔ چونکہ سرمایہ خود کوئی کام یا کوشش نہیں ہے اس لئے دولت مند کے پاس موجود مال بیٹھے بٹھائے اضافے اور سود کا موجب نہیں بننا چاہیئے۔

اگرچہ سرمایہ داری نظام میں سرمائے کو بڑھانے کا بہترین طریقہ سود ہے لیکن اسلام چاہتا ہے کہ اس طرح سرمایہ بڑھایا نہ جائے۔ اس طرح مال پر مال جمع نہ کیا جائے کہ مجبور آدمی کو مزید غریب ہونا پڑے سود وہ لعنت ہے جس کی وجہ سے معاشرے کا اقتصادی توازن بگڑ جاتا ہے اور عدل وانصاف یا انسانیت کے اصول پامال ہو جاتے ہیں۔ سود کے موضوع پر پاکستان کے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ایک جامع اور دلچسپ کتاب لکھی ہے جس میں سود سے متاثرہ حالات

کے بارے میں اطلاعات اور اعداد و شمار بھی پیش کیے گئے ہیں۔

بلاسود قرضِ حسنہ

ہونا یہ چاہیئے کہ ضرورت مندوں کو قرض تو دیا جائے مگر اس پر سود نہ لیا جائے تاکہ دوستی، مہربانی، خلوص اور باہمی تعاون کی فضا پروان چڑھ سکے۔ قرض دے کر اس پر سود لینا نہ صرف یہ کہ معاشرتی اور اقتصادی نظام کو درہم برہم کر دیتا ہے بلکہ بغض و عداوت اور حسد و نفرت جیسے مہلک جذبات کو ہوا دیتا ہے۔

سود خور کی نیکی سے محرومی

سود خوری کے نقصانات بہت زیادہ ہیں سود خور کے مال سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ جب کہ محنت کی کمائی میں بہت برکت ہوتی ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اَلْعِبَادَۃُ سَبْعُوْنَ جُزْءًا اَفْضَلُھَا طَلَبُ الْحَلَالِ (کتاب وسائل الشیعہ، باب تجارت، چوتھی فصل، صفحہ ۵۲۹) یعنی "عبادت کی ستر قسمیں ہیں۔ ان میں افضل ترین قسم حلال روزی کی طلب ہے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ یُحْشَرُ مَعَ الْاَنْبِیَاءِ وَ وَجْھُہٗ کَالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ (کتاب محجۃ البیضا جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۱۴۰) یعنی "سچا اور سچ بولنے والا تاجر انبیاء کے ساتھ محشور ہوگا اور قیامت کے دن اس کا چہرہ ایسے چمکے گا جیسے چودھویں کا چاند ہو"۔

سود خور خدا پر توکّل نہیں رکھتا

سود خوری کا ایک اور نقصان یہ ہے کہ ایسے آدمی کو خدا پر بھروسہ اور توکل نہیں رہتا۔ وہ خدا سے تضرع اور التجا نہیں کرتا اور برکت طلب نہیں کرتا۔ سود خور کی تمام اُمید اسی سود سے وابستہ ہوتی ہے جو وہ بے چارے قرض دار سے وصول کرنا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے یہ بھی شرک کی قسم ہے اور اس کی تفصیل شرک والے موضوع میں آچکی ہے۔

سود کا ایک اور نقصان یہ ہے کہ اس میں نقصان کا امکان نہیں رہتا۔ جب کہ تجارت میں فائدے اور نقصان دونوں کا امکان رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تجارت کرنے والا شخص اپنی حد تک پوری کوشش کرتا ہے کہ اسے فائدہ ہو اور نقصان نہ ہو، اس کے ساتھ ساتھ وہ خدا سے بھی دعا کرتا ہے کہ اسے برکت دیدے اور فائدے کے سلسلے میں ناامید نہ کرے۔ جب کہ سود خور آدمی ایمان کے اس اصول سے محروم رہتا ہے۔

قرض دینے کا ثواب صدقہ کرنے سے زیادہ ہے

سود پر قرض دینے والا آدمی اس ثواب سے محروم ہو جاتا ہے جو بلا سود قرض دینے میں ہے۔ صدقہ کرنے اور واپسی کی بات کئے بغیر مستحق کو مال دیدینے میں اگر دس نیکیاں ہیں تو بلا سود قرض دینے میں اٹھارہ نیکیاں ہیں۔ یعنی قرض

دینے کا ثواب راہِ خدا میں صدقہ اور خیرات دینے کے ثواب سے زیادہ ہے اور جو شخص اپنے قرض دار کو قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں مہلت دیتا ہے اور سود بھی طلب نہیں کرتا اس کے نامۂ اعمال میں جتنے دن کی وہ مہلت دیتا ہے ان تمام دنوں میں ہر دن اتنا مال راہِ خدا میں خیرات کرنے کا ثواب لکھا جاتا رہتا ہے۔ جتنے کی اس نے مہلت دی ہے۔ ظاہر ہے کہ سود خور شخص کو ایسے ثواب نہیں ملتے بلکہ اُسے کنجوسی اور لالچ کا مرض لاحق ہو جاتا ہے جو روز بروز بڑھتا رہتا ہے۔ یقیناً کنجوسی اور لالچ کا نتیجہ دوزخ ہے۔

سود خور کا دردناک انجام

سود خوری کے نقصانات دنیاوی بھی ہیں اور اخروی بھی۔ اس کے نقصانات خود سود خور شخص کو بھی ہوتے ہیں تو پورے معاشرے کو بھی ہوتے ہیں۔ اس کے نقصانات دیگر تمام گناہوں کے نقصانات سے زیادہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید اور اہلِ بیت علیہم السّلام کی روایات میں اس کی جتنی مذمت ہوئی ہے اتنی شدّت سے کسی اور گناہ کی مذمت نہیں ہوئی ہے۔ اسلام سود خوری کو ہر گناہ سے بڑا گناہ قرار دیتا ہے اور اس کا عذاب بھی بہت بڑا بتایا ہے۔ اگر سود خور آدمی اپنے کئے پر پشیمان نہ ہو تو کافروں اور ایسے لوگوں کے ساتھ عذاب چکھتا ہے جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ سود خور کو کبھی جہنّم سے نجات نہیں ملے گی۔ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ (سورۃ بقرہ۲: آیت نمبر ۲۷۵) یعنی "پس جس شخص کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت (ممانعت) آئی اور وہ باز آگیا تو اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے جو سود لے چکا وہ تو اس کا ہو چکا اور اس کا امر (معاملہ) خدا کے حوالے ہے اور جو منا ہی کے بعد پھر سود لے یا بکری اور سود کے معاملہ کو یکساں بتائے جائے تو ایسے ہی لوگ جہنمی ہیں وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔"

البتہ گناہ سے باز آجانے اور توبہ کر لینے کے بھی چند طریقے ہیں۔ بعض گناہ ایسے ہیں جن میں محض توبہ کر لینے سے بخشش ہو جاتی ہے۔ مثلاً شرک کرنے سے اگر مشرک آدمی توبہ کرے اور مسلمان ہو جائے تو اس کا اتنا بڑا گناہ بھی معاف ہو جاتا ہے اور اپنے کئے کی تلافی میں اسے مزید کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ لیکن بعض گناہ ایسے ہیں جن میں توبہ کے علاوہ تلافی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً نماز روزہ چھوڑ دینے والے آدمی کو توبہ کے ساتھ ساتھ قضا بھی کرنی پڑتی ہے اور مالی معاملات مثلاً سود میں توبہ کے علاوہ جو مال سود کے عنوان سے لیا ہے وہ قرض دار کو واپس کرنا پڑتا ہے۔

سود کے مال میں برکت نہیں

اس کے بعد ارشاد ہے کہ: يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ (سورۃ بقرہ۲: آیت نمبر ۲۷۶) یعنی "خدا سود کے مال کو کم اور بے برکت بنا دیتا ہے۔ جب کہ صدقات کو پروان چڑھاتا ہے، اور جتنے لوگ ناشکرے گنہگار ہیں، خدا انہیں دوست نہیں رکھتا۔"

جی ہاں، سود کا مال جتنا بھی ہو آخر کار ختم ہو جاتا ہے اور سود خور آدمی بدبخت ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ بات تجربے سے ثابت ہے کہ سود کا مال ہمیشہ محفوظ نہیں رہتا۔ یا تو سود خور کے ہاتھ سے چلا جاتا ہے یا اس کی اولاد اور اس کے وارثوں کے پاس جا کر ضائع ہو جاتا ہے۔"

اور صدقات صرف آخرت ہی میں پروان نہیں چڑھتے، بلکہ دنیا میں بھی مالی اعتبار سے برکت کا سبب بنتے ہیں۔ جب کہ سود کا مال اصل مال کی برکت بھی سود خور کے لئے ختم کر دیتا ہے۔ صدقات امن و سکون اور رحمت و محبت کو معاشرے میں پھیلاتے ہیں جب کہ سود سے امن و سکون غارت ہو جاتا ہے اور رحم دلی کے جذبات سنگدلی میں بدل جاتے ہیں۔ جب معاشرے میں سود اپنی جڑیں پھیلا دیتا ہے تو لوگ ایک دوسرے کا مال غضب کرنے لگتے ہیں۔ چوری کرنے لگتے ہیں۔ ایسی ایسی حرکتیں ہونے لگتی ہیں جن سے مال ایک دم فنا ہو جاتا ہے۔ لوگ ایکدوسرے کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے سے بدگمانی کرتے ہیں اور انتقام کی فکر میں رہتے ہیں۔ اتحاد باقی نہیں رہتا۔ جسموں کی طرح ذہن بھی منتشر رہتے ہیں۔ ذہنی ہم آہنگی ختم ہو جاتی ہے۔ تعاون کا جذبہ غائب ہو جاتا ہے۔ جب کہ صدقات و خیرات میں اس کے برعکس تمام خوبیاں موجود ہیں۔ آدمی نیکی کے بدلے نیکی پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور معاشرہ امن کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ (ماخوذ از تفسیر المیزان)

خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ

ایک جگہ ارشاد ہے کہ: یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ (سورۂ بقرہ ۲: آیت نمبر ۲۷۸ اور ۲۷۹) یعنی "اے ایمان دارو، خدا سے ڈرو اور جو سود لوگوں کے ذمے باقی رہ گیا ہے، اگر تم سچے مومن ہو تو چھوڑ دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خدا اور اس کے رسولؐ سے لڑنے کے لئے تیار رہو!"

ظاہر ہے کہ ایمان کی دلیل حکم خدا کی اطاعت ہے۔ اسی آیت میں پھر ارشاد ہے کہ: وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ یعنی "اور اگر تم نے توبہ کی ہے تو تمھارے لئے اصل مال ہے اسطرح نہ تم کسی پر ظلم کرو گے اور نہ ہی تم پر کوئی ظلم ہوگا" تم اصل مال سے زیادہ طلب نہیں کرو گے تو تمھیں اصل مال سے کم نہیں دیا جائے گا۔ خلاف ورزی کی صورت میں خدا اور رسولؐ سے جنگ کے لئے تیار رہو! تفسیر منہج الصّادقین میں ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے سود کا گناہ کتنا بڑا ہے! یہ مُراد بھی ہو سکتی ہے کہ دنیا میں اگر رسولؐ کے سامنے تم جاؤ گے تو رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تلوار تمھارے مدِمقابل ہو گی اور آخرت میں جہنّم کی آگ خدا کے حکم سے تمھیں جلاتی رہے گی، گویا یہ خدا کی جنگ ہو گی۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ سود خور آدمی سے اس وقت تک جنگ کرنی چاہیئے۔ جب تک وہ حکم خدا کے آگے سرِ تسلیم خم نہ کر دے۔ روایت میں ہے کہ سورۂ بقرہ کی ان آیات کے نزول کے بعد رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مکہ کے عامل

(کمشنر) کو حکم دیا: اگر قبیلہ بنی مغیرہ کے لوگ سود خوری سے توبہ نہ کریں تو ان کے ساتھ جنگ کرو۔"

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مکہ معظمہ میں اپنے خطبے کے دوران یہ بھی فرمایا تھا اَلَا اِنَّ کُلَّ رِبًا فِی الجَاهِلِیَّةِ مَوضُوعٌ تَحتَ قَدَمَیَّ هَاتَینِ وَاَوَّلُ رِبًا اَضَعُهُ رِبَا العَبَّاسِ ابنِ عَبدِ المُطَّلِب یعنی " جان لو کہ زمانۂ جاہلیت میں جو جو سود لاگو رہا ہے وہ سب معاف ہو چکا ہے۔ سب سے پہلے جو سود میں معاف کر رہا ہوں وہ (میرے چچا) عبّاس ابنِ عبدالمطلب کا سود ہے (جو تم لوگوں کی گردن پر چڑھا ہوا تھا)

سود کی مذمت میں روایات

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ دِرهَمُ رِبًا اَشَدُّ عِندَ اللّٰهِ مِن سَبعِینَ زَنیَةً کُلُّهَا بِذَاتِ مَحرَمٍ (کافی تہذیب اور الفقیہ) یعنی "سود کا ایک درہم خدا کی بارگاہ میں اتنا برا ہے کہ محرم عورتوں سے ستّر مرتبہ زنا بھی اتنا برا نہیں ہے!"

عَن عَلِیٍّ قَالَ امام علی علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ آکِلَ الرِّبَا وَمُؤکِلَهُ وَبَایِعَهُ وَمُشتَرِیَهُ وَکَاتِبَهُ وَشَاهِدَیهِ (وسائل الشیعہ" کتاب تجارت، سود کے ابواب، باب نمبر ۴، صفحہ ۵۹۸) یعنی" رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود خریدنے والے، سود بیچنے والے، سود کا معاملہ لکھنے والے اور اس معاملے پر گواہی دینے والے دو عادل پر لعنت فرمائی ہے!"